3797

Marfat.com

3797

Marfat.com

3797

چنارِ کشمیر

مطالعۂ کشمیر

مصنف
ایم نذیر احمد تشنہ

ناشر
گلوب پبلشرز — ۱۲ — اردو بازار
لاہور

Marfat.com

3797

87044

~~89541~~

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تعداد .. .. .. ایک ہزار
ناشر .. .. .. رشید نظامی
مطبع .. .. نظامی پریس لاہور
قیمت .. .. .. /۲۷ روپے

Marfat.com

3797

فہرست

پیش لفظ	———	ڈاکٹر غلام حسین اظہر	۴
جائزہ	———	ایم نذیر احمد تشنہ	۱۱
باب ۱	———	ارضِ جموں و کشمیر	۱۹
باب ۲	———	ارضِ شمالی علاقہ جات	۵۲
باب ۳	———	ارضِ مقبوضہ کشمیر	۶۴
باب ۴	———	قبلِ مسیح عہد	۹۲
باب ۵	———	مسلمانوں کی آمد	۹۸
باب ۶	———	ریاست میں اسلام	۱۰۳
باب ۷	———	عہدِ مغلیہ	۱۱۲
باب ۸	———	افغانوں کا عہد	۱۲۴
باب ۹	———	سکھوں کا عہد	۱۲۹
باب ۱۰	———	ڈوگرہ عہد	۱۳۳
باب ۱۱	———	تحریک کا پس منظر	۱۳۶
باب ۱۲	———	مسئلہ کشمیر	۱۴۸
باب ۱۳	———	ریاست جموں و کشمیر	۱۵۴
باب ۱۴	———	قائد کشمیر	۱۶۱
	———	کتابیات	۱۶۶

Marfat.com

پیش لفظ

برصغیر پاک و ہند میں تاریخ کشمیر کئی اعتبار سے بڑی منفرد حیثیت رکھتی ہے ہندوستان بھر میں کشمیر ہی ایک ایسا خطہ ہے جس کی تاریخ کے لیے ہمیں پرانے سکوں اور عمارات کے کھنڈروں پر ہی انحصار نہیں کرنا پڑتا بلکہ مختلف ادوار کے بارے میں آگہی کے لیے کئی دستاویزی ماخذ موجود ہیں جن سے ہم استفادہ کر سکتے ہیں۔ کاہن نے قدیم عہد کے بادشاہوں کی سرگذشت قلم بند کی ہے تو نیل مت پران میں ہمیں عوامی زندگی رسوم و رواج، تہواروں، باغوں اور مندروں کی زندگی کا بھرپور نقشہ دکھائی دیتا ہے۔ راج ترنگنی اور نیل مت پران کے علاوہ قدیم ہندوستان کی تواریخ سے بھی ہمیں کشمیر کی قدیم تاریخ کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔ گندھارہ اور ٹیکسلا کی تہذیب کے مطالعہ سے کشمیر گندھارہ اور ٹیکسلا کی وحدت کے کئی پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ زمانہ ماقبل کے آثار اور دیومالائی قصتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر گندھارہ تہذیب کا ہی حصّہ تھا نہ کشمیر کنشک سلطنت میں شامل تھا اسی وجہ سے کشمیر اور گندھارہ میں پائے جانے والے بودھ آثار کافی حد تک شامل ہیں۔ بدھ مت کے فروغ میں اہل کشمیر نے جو حصّہ لیا اسے بدھ مت کا کوئی بھی محقق نظر انداز نہیں کر سکتا۔ بدھ مت کے فروغ میں اہل کشمیر کی کاوشوں سے بدھ مت محض ہندوستان تک محدود نہ رہا بلکہ بیرون ہند بھی اسے پذیرائی حاصل ہوئی۔ کنشک کے عہد میں تیسری بین الاقوامی بدھ کانفرنس ہارون کے نزدیک منائی گئی۔ اسی کانفرنس کا اعجاز تھا کہ بدھ مت نئی رفتار اور نئے تصورات کی جلو میں وسط ایشیا، چین، تبت اور جاپان میں جلوہ افروز ہوا۔ دنیا کی پیشوا وشنو شرما اخلاقی کہانیوں کی کتاب "پنچ تنتر" اسی دور میں ایک کشمیری نژاد نے لکھی جسے بدھ بھکشو ایران، افغانستان اور دوسرے ملکوں تک لے گئے۔ بدھ مت کے

Marfat.com

عروج میں کشمیر کے غیر معمولی حصہ کے علاوہ کشمیر کی ناگ تہذیب بھی اپنے اندر دلچسپی کے کئی پہلو رکھتی ہے۔ کلہن اور بودھ مورخ تارا ناتھ اور مہارش کی روایت سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ناگ خانہ بدوش تھے جو گرمیوں میں کشمیر اور سردیوں میں گندھار اور ٹیکسلا کے علاقوں کو چلے جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ ناگ آباد سوات میں ہوں یا ٹیکسلا اور کشمیر میں ان میں بڑی گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ ناگوں نے تہذیبی اور ثقافتی سطح پر کشمیر میں جو کارنامے سرانجام دیئے ان میں پہلی بار زعفران کی کاشت تانبے کی کانوں کی دریافت اور بڑے بڑے چشموں کے گرد بستیاں بسانے کا عمل بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ناگ اپنے مردے دفن کرتے تھے۔ حیات بعد ممات پر یقین رکھتے تھے۔ تناسخ کے قائل نہ تھے یہ لوہے اور پتھر کے اوزار استعمال کرتے تھے ان کی عورتیں ہڈی کی کنگھیاں رنگ برنگ پتھروں کے آویزے اور زیور استعمال کرتی تھیں۔ بالوں میں پنوں اور لبوں پر سرخی کے استعمال سے بھی واقف تھیں۔ بدھ اور ناگ تہذیب کے مطالعہ کے علاوہ کشمیر میں ابھرنے والا شیومت بھی گہری توجہ کا طالب ہے اس کا تعلق بھی برصغیر کے شیومت سے بہت کم ہے۔ کشمیری شیومت نے قدیم عقائد اور مہایان کے تصوف کے امتزاج سے جنم لیا۔ کشمیری شیومت کے جس فلسفہ کو "ترکا" کہا جاتا ہے اس میں وحدانیت کا رجحان غالب ہے اسی رجحان نے بعد کشمیر میں اسلام کے فروغ کے لیے دروازے وا کیے۔ بدھ مت، شیومت اور ناگ تہذیب کے اثرات ہمیں کشمیر کے لوک ادب میں بھی نظر آتے ہیں۔ ہیبہ مال ناگ رائے اور اکہ نندن کے لوک گیت آج بھی آریاؤں اور ناگ قوم کی آویزش کی بھولی بسری یاد کو تازہ رکھتے ہیں۔ برہمنی نظام کے علمبرداروں نے اس حصہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن مظلوم انسانیت کی داستان درد اس لوک گیت میں اپنی جھلک آج بھی دکھاتی ہے۔ کشمیر کے قدیم عہد کی آئینہ داری کشمیر میں پائے جانے والے قدیم آثار بھی کرتے ہیں۔ پرہاسپور، اڈشکر، للتگ پورہ ہاردن، اونتی پور اور مارتنڈ کے کھنڈرات آج بھی عہد رفتہ کی عظمت اور کشمیر اور ٹیکسلا تہذیب کی وحدت کے ترجمان ہیں اونتی ورمن کے انجینئر سویہ نے آبپاشی کا جو نظام رائج کیا ہے اس کے آثار دیکھ کر سٹائن نے بڑی حیرت کا اظہار کیا ہے اس نے دریائی پانی کے ذریعہ دیہاتی اراضی کی آبپاشی کا انتظام کرنے کی

Marfat.com

ابتدائی سو سال پہلے کی۔ علمی اعتبار سے بھی یہ دور بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم دور میں بجبہاڑہ فلکیات کے مطالعہ کا اہم مرکز تھا یہیں کا کیلنڈر صدیوں رائج رہا ہے۔ علمی فوقیت اور برتری کی وجہ سے برصغیر ہند میں کشمیر کو وہی مرتبہ حاصل رہا ہے جو یورپ میں رومتہ الکبریٰ یونان اور فرانس کو حاصل رہا ہے۔ پورانک ادب میں کشمیر کو ایک تمدنی کعبہ کا تقدس حاصل تھا۔ ادب کے مہلنتی جب فضیلت کے درجہ تک پہنچتے تھے تو برکت کے لیے سات قدم کشمیر کی طرف منہ کر کے چلنا بھی رسم میں داخل تھا۔ اس غیر معمولی علمی عظمت کے علاوہ عسکری میدان میں کشمیر کو جو بلند مقام حاصل تھا اس کی شہادت ہمیں سندھ کی مستند تاریخ چچ نامہ میں راجہ داہر کے ایک خط سے ملتی ہے اس نے اپنے حریف کو لکھا " اگر میں تمہارے مقابلہ کے لیے راجہ کشمیر کو لکھتا جس کے آستانے پر ہندوستان کے تمام راج اپنا سر جھکاتے ہیں اور جس کے زیر نگیں نہ صرف ہندوستان کے بلکہ مکران و توران کے علاقے بھی اس کے باجگذار ہیں۔ جس کی غلامی کا جوا بڑے بڑے امیروں اور سرداروں نے از خود پہن رکھا ہے اور جس کے خلاف کسی قوم کو دم مارنے اور سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

قدیم حکمرانوں میں سے عسکری اعتبار سے للتادتیہ نے ایک لاثانی جرنیل کی حیثیت سے صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ بیرون ہند بھی شہرت پائی۔ اس کے عہد کا ذکر بدیشی مؤرخوں نے بھی کیا ہے۔ چینی دستاویزات میں وہ "متوپی" کے نام سے مشہور ہے۔ علمی ادبی اور عسکری کے اعتبار سے کشمیر کو قدیم عہد میں جو بلند رتبہ حاصل تھا اس رتبہ میں حالیہ "برزہ ہوم" کی کھدائی نے مزید اضافہ کر دیا ہے۔ برزہ ہوم سری نگر شہر سے شمال مشرق کی جانب تقریباً ۲۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس کی کھدائی سے ملنے والی اشیاء میں ہڈیوں سے بننے والے آلات، انسانی ڈھانچے، سدھائے ہوئے کتوں، درندوں کی ہڈیاں، پھولدار سلیں وغیرہ بھی شامل ہیں یہاں کے لوگ گڑھوں میں رہائش رکھتے تھے یہ رہائشی گڑھے اوپر سے گیلی مٹی سے پلستر کر دیتے تھے بعض گڑھوں میں زینے بھی ملے ہیں اور بعض میں ایک دوسرے سے ملانے والے زمین دوز راستے بھی آرسی لے ANCIENT MONUMENTS OF PASHMIN میں برزہ ہوم کے باسیوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ان گڑھوں پر گھاس کی چھتیں تھیں۔ انہوں نے بعض چولھوں اور

Marfat.com

اناج جمع کرنے والے گڑھوں کی موجودگی سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ ان گڑھوں کے مکین گرمیوں میں گڑھوں سے باہر رہتے تھے۔

کھدائی کی دوسری منزل سے کئی اور باتوں کا انکشاف ہوا ہے ایسی رہائش گاہوں کے نشانات ملتے ہیں جو اینٹوں سے بنے ہوئے مٹی کے برتن مقابلتاً زیادہ بہتر ہیں۔ ایک تہذیبی ارتقا کا سراغ ملتا ہے۔ برزہوم کی تہذیب تقریباً ۵ ہزار سال قبل کی تہذیب کا نقشہ سامنے لاتی ہے یہ تہذیب شکار اور ماہی گیری کے اس دور کی آئینہ دار ہے۔ جب انسانی زندگی بہت سے تفکرات سے آزاد تھی کشمیر کی تہذیب و ثقافت میں ہر آنے والے دور نے مزید خوشگوار اثرات مرتب کئے ہیں۔

اسلامی عہد میں کئی نئے علوم و فنون نے جنم لیا۔ شاہ ہمدان کے بارے میں علامہ اقبال نے بالکل سچ کہا ہے "خطہ را آں شاہ دریا آستین۔ داد علم و صنعت و تہذیب و دیں"۔ زین العابدین کو بڈشاہ کے نام سے ان کی علمی و تہذیبی سرگرمیوں کی وجہ سے ہی پکارا جاتا ہے اس دور میں علوم و فنون بام عروج تک جا پہنچے۔ قالین بافی، غالیچہ سازی، پیپر ماشی، شالبافی کے فنون میں کشمیر نے جو ترقی کی اس پر جتنا بھی ناز کیا جائے وہ کم ہے۔ کشمیریوں کی تر دماغی اور چرب دستی نے تمام دنیا سے داد پائی۔ غیر ملکی سیاحوں نے ان کے فن کی کھل کر داد دی ہے۔ برنیئر، مورکرانٹ، ہیوگل اور لارنس نے ان فنون میں ان کی چابک دستی کا ذکر کرنے کے ساتھ اس دست جفاکیش کا بھی بڑے دل فگارانہ انداز میں ذکر کیا ہے، جس نے ان فنون کا گلا گھونٹ دیا۔

افغان، سکھ اور ڈوگرہ عہد میں کشمیریوں پر جو مظالم توڑے گئے ان مظالم میں کشمیر فنون کی تباہی سر فہرست ہے۔ کشمیر کے فنون کا مطالعہ بھی یہ حقیقت سامنے لاتا ہے کہ کشمیر کی تہذیب وسط ایشیا، چین اور ایران کی تہذیب کا ایک دلنواز اور حسین امتزاج ہے یہ تہذیبی اور ثقافتی حسن کسی اور خطہ کو نصیب نہیں ہو سکا۔

علمی تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے برتری کے علاوہ کشمیر کی تاریخ کا ایک درا امتیازی وصف یہ ہے کہ اہل کشمیر کو کچلا اور دبایا نہیں جا سکتا۔ کلہن نے بہت پہلے اسی حقیقت

Marfat.com

کی طرف توجہ دلائی تھی اس کا کہنا ہے "کشمیر ایسا ملک ہے جسے روحانی قوت سے تسخیر کیا جا سکتا ہے لیکن عسکری قوت سے نہیں۔"

کردار کے اس بنیادی وصف کی وجہ سے ہمیں کشمیر میں مزاحمتی تحریکوں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے یہ کشمکش ہمیں ناگ رائے اور مال کی داستان سے لے کر میاں ڈیڈو شمس خاں اور شیر احمد خاں کی وار سردار بہادر علی خاں کے مرثیہ کے علاوہ اور کئی صورتوں میں موجزن نظر آتی ہے۔ اہل کشمیر نے محمود غزنوی کا مقابلہ لوہرن کوٹ میں جس بہادری سے کیا اس کی داد البیرونی نے بھی دی۔ البیرونی نے اہل کشمیر کے مدافعانہ انتظامات کو سراہا۔ مغل دور میں برسوں تک مغلوں کی کشمیر پر قبضہ کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اکبر کے کشمیر پر قبضہ کے بعد بھی بغاوت ۳ سال تک جاری رہی۔ یعقوب صرفی نے بھی اکبر کو مشروط طور پر کشمیر پر قبضہ کی اجازت دی جن شرائط پر انہوں نے مدد کی وہ یہ تھیں:

۱۔ بادشاہ مذہبی امور بیع وشرا اور نرخ اجناس وغیرہ کے معاملات میں دخل نہ دے۔
۲۔ حکام و اہل کار کشمیریوں کو لونڈی غلام نہ بنائیں۔
۳۔ باشندگان کشمیر ہر قسم کے جور و بدعت اور ظلم و تعدی سے مصئون و مامون رہیں۔
۴۔ چونکہ امرائے کشمیر بے استقلالی کے باعث مصدر فتنہ و فساد ہو رہے ہیں اس لئے انہیں امور ملکی و مالی سے علیحدہ رکھا جائے۔

ان شرائط سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ یعقوب صرفی کشمیر کے معاملات میں اکبر کی مداخلت کے قائل نہ تھے اور جب مداخلت کی پالیسی اپنائی گئی تو اکبر اور اس کے بعد کے مغل دور میں صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ شاہ جہاں کا جو جشن سری نگر میں منعقد کیا گیا اس جشن میں ملا ندیم کشمیری نے جو قصیدہ پڑھا اس میں اعتقاد خاں کے مظالم اور رعایا کی بد حالی کا واضح نقشہ پیش کیا گیا۔ شاہ جہاں نے سابقہ سختیوں کے ازالہ کے لیے جو فرمان جاری کیا وہ جامع مسجد پر اب تک منقوش ہے۔ مغل دور میں جب برہمن بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے اور عوامی مسائل سے بے اعتنائی برتی گئی تو شیخ الاسلام ملا عبدالنبی محتوی خاں نے ۱۷۲۰ء میں بغاوت کی۔ انقلابی مجلس کے

Marfat.com

کارکنوں نے رائے خزانچی پر حملہ کیا اس کو خاک میں ملا کر میر احمد خان کے فوجی دستوں پر بھی حملہ کیا۔ دوبدو جنگ میں مغل فوجیں پسپا ہوگئیں۔ حیلہ و سازش سے بالآخر محتوی خان کو شہید کر دیا گیا۔ ۱۷۵۱ء میں میر مقیم اور خواجہ ظہیر کاشمیری نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے احمد شاہ ابدالی سے مدد کے لیے استدعا کی۔ پروفیسر محی الدین قاضی نے مغلیہ دور کی مزاحمتی تحریک کا بھرپور تجزیہ مقالات حاجنی میں "کشمیر سٹھ مغلان الہند حملہ نے قبضہ" کشمیر پر مغلوں کے حملہ اور قبضہ کے عنوان سے کیا ہے۔ مغلوں کے بعد افغانی دور کشمیر میں بدترین مظالم کا عہد ہے۔ اس دور میں سکھ جیون مل نے ظالمانہ تحصیل زر کے نظام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اسے بالآخر شکست کھانا پڑی۔ لیکن اس نے اپنے عبرتناک انجام کو خوش دلی سے قبول کیا۔ سکھ دور میں میاں ڈیڈو نے علم بغاوت بلند کیا۔ ۱۸۱۴ء میں کشمیر پر حملے کے دوران سکھوں کو شکست کھانا پڑی۔ ڈوگرہ دور میں تو معاہدہ امرتسر کے فوراً بعد بغاوتوں کا سلسلہ ہر جگہ جاری ہو گیا۔ گلاب سنگھ نے انگریزوں کو لکھا "امید ہے آپ مجھے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ گلاب سنگھ نے جو دستے جسروٹہ، رام نگر، بھدرواہ اور بھمبر بھیجے انہیں شکست ہوئی۔ گلگت میں گوہر امان نے بغاوت کی جو بڑی مشکل سے فرو کی گئی۔ سکھ دور میں پونچھ میں شمس خان کی بغاوت بھی بڑی کامیاب رہی۔ سمتھ نے اس بغاوت کو "سدھن بغاوت" کا نام دیا۔

ڈوگرہ عہد میں ابتدائی بغاوت کے بعد ابریشم خان کی بغاوت سے ایک نیا مزاحمتی دور ۱۹۲۴ء میں شروع ہوا۔ ۱۹۳۱ء میں یہ بغاوت ایک ہمہ گیر تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۷ء تک منظم صورت میں مسلم کانفرنس نے ڈوگرہ حکومت کے مظالم کا مقابلہ کیا۔ ۱۹۴۷ء میں مسلم بغاوت کے نتیجہ میں آزاد کشمیر کا خطہ وجود میں آیا۔ سیز فائر کے بعد اور بھی بغاوت کے شعلے مقبوضہ کشمیر میں ہمیشہ بلند ہوتے رہے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں یہ بغاوت کھل کر سامنے آ گئی۔ خون کے چھینٹے دے کر بغاوت کی آگ کو بجھانے کی جتنی کوشش کی جا رہی ہے اتنی ہی یہ آگ اور تیز تر ہوتی جا رہی ہے اس بغاوت کی علامت علامہ اقبال نے چنار کو قرار دیا ہے۔

Marfat.com

ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند
جس خاک کے ضمیر میں ہو آتش چنار (اقبال)

ایم نذیر احمد تشنہ نے بھی تاریخ کشمیر کے لیے چنار کی علامت کو ہی منتخب کیا ہے۔
ایم نذیر احمد تشنہ نے کئی صدیوں پر محیط کشمیر کی تاریخ کو بڑے مختصر اور آسان پیرائے میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ ان کی حیثیت ایک استاد کی ہے اور ان کا مخاطب طبقہ طلبا اور عام قارئین کا طبقہ ہے طلبا اور عام قارئین کو تاریخ کشمیر سے واقف کرانے کی یہ کوشش بذات خود ایک مستحسن اقدام ہے جسے یقیناً پذیرائی حاصل ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر
پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج بھمبر

Marfat.com

جائزہ

"مینارِ پاکستان" کے بعد "چنارِ کشمیر" (مطالعہ کشمیر) پیش خدمت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ایک سے ایک بڑھ کر کتاب نظروں سے گزری، لیکن کشمیر پر مواد کشمیریوں کی طرح بکھرا پڑا ہے جسے یکجا کرنا ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے۔ میں نے چنارِ کشمیر پر قلم اٹھایا تو اپنے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ محسوس کیا۔ قدم قدم پر سدِ راہ سدِ سکندری بن کر راستہ روکتی رہی۔ لیکن الحمد للہ مطالعہ کشمیر کی خوب صورت کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مطالعہ کشمیر / مطالعہ پاکستان اور تاریخ میں ایک نمایاں فرق ہے اس لئے کتاب ہذا کو "مطالعہ" کی کتاب سمجھ کر پرکھا جائے۔ اس کے لیے میری کتاب "تدریس مطالعہ پاکستان" کا مطالعہ مناسب رہے گا۔ مطالعہ کے روایتی مضامین میں تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، معاشیات، بشریات، عمرانیات اور نفسیات کے مضامین آتے ہیں۔ یوں تاریخ ایک جز کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے ان روایتی مضامین سے مطالعہ کشمیر مرتب کی گئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب کشمیر کی معاشرتی زندگی سمجھنے میں مدد دے گی۔

مینارِ پاکستان کے بعد اس کتاب کا نام چنارِ کشمیر ہی ہونا چاہیئے تھا۔ کشمیر چناروں کی سرزمین ہے۔ سرورق کا چنار آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کو ظاہر کرتا ہے۔ چنار اور سرو کی سرزمین غنیؒ

"تا کند دریوزہ آتش بہ گلشن از چنار
کاسہ بکف ہست سرو از آشیانِ بلبلاں

Marfat.com

کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اگر ہم لفظ پاکستان پر غور کریں تو پ (پنجاب) ا (افغان سرحد) ک (کشمیر) س (سندھ) تان (بلوچستان) کی وحدت ہے۔ ان سب کی شناخت پاکستان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر اکائی استحکام پاکستان کے لیے کوشاں ہے لیکن کشمیر ان سب سے آگے ہے۔ ایک طرف پاکستان کی لمبی سرحد کی حفاظت کشمیریوں کے ذمہ ہے اس کے لئے ہر نیا سورج خون اور عصمت کی قربانی مانگتا ہے۔ مجھے آج بھی بنفشہ جیسی حسین اور پاکدامن دوشیزہ کی قربانی خون کے آنسو رلاتی ہے جس نے وطن عزیز اور اسلام کے لئے اپنی عصمت اور جوانی کا نذرانہ پیش کیا۔ بارڈر کی زندگی میں ایسے واقعات معمولاتِ زندگی بن چکے ہیں۔

کشمیر آج بھی نظریاتی دور سے گذر رہا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو پاکستان کا "ک" ابھی ۳/۴ دشمن کے قبضہ میں ہے۔ کشمیری اس فکر میں ہے کہ وہ حصہ آزاد ہو اور یوں استحکام پاکستان کے ساتھ تکمیل پاکستان بھی ہو۔ یوں نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ جغرافیائی سرحدوں کو پھیلا کر ہمالہ اور جموں تک لے جانا کشمیریوں کی جدوجہد میں شامل ہے۔ کشمیر آج بھی تحریک آزادی کے دور سے گذر رہا ہے۔

پاکستان دو قومی نظریہ سے معرض وجود میں آیا۔ اس نظریہ نے برعظیم کے مسلمانوں کو سرگرم عمل کیا۔ قوم اس نصب العین کے تحت قائد کی رہنمائی میں اپنی منزل کو پالینے میں کامیاب ہوگئی۔ یہ نظریہ قوم اور قائد کی امانت ہے اس میں معصوم بچوں، پاک دامن بہنوں اور مسلم شہدا کا خون شامل ہے جو اس نظریہ پر قربان ہو کر ہمیں پاک وطن کی نعمت سے سرفراز کر گئے۔

نظریہ ایک قوت ہے اسی قوت سے قبائل ایک قوم بنتے ہیں۔ خطوں کی طبعی تقسیم کو ختم کر کے ایک نصب العین کے تحت زندگی بسر کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان کے پس منظر میں نظریہ پاکستان کارفرما تھا۔ جس نے برعظیم کے مسلمانوں کو ایک قوت بنایا۔ ہندوؤں نے اس نظریہ کو مختلف حربوں سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ کبھی کانگرس کے پلیٹ فارم سے متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا۔ کبھی بھگتی تحریک سے مسلمانوں کے الگ

Marfat.com

تشخص کو ختم کرنے کی راہ اختیار کی۔ لیکن علمائے حق نے بھگتی تحریک کی قلعی کھول کر مسلمانوں کے تشخص کو برقرار رکھا۔ سر سید احمد خانؒ اور قائداعظمؒ نے سیاسی میدان میں متحدہ قومیت کی سازش کو بے نقاب کیا۔ یہی دو قومی نظریہ پاکستان کے حوالے سے نظریہ پاکستان کہلایا اسی نظریہ نے برعظیم کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم تلے ایک قوت اور ملت بنایا اور ان کی منزل پاکستان کو سامنے لا کھڑا کیا۔

نظریاتی وحدت ہی ہمیں پاکستانی بناتی ہے اور اس نظریہ کا ضعف ہمیں وحدت سے باہر کھینچتا ہے۔ نظریاتی سرحدیں کمزور ہونے سے ہم ایک دوسرے کو مورد الزام گردانتے ہیں۔ یوں ہم پنجابی، بلوچی، سندھی، افغانی اور کشمیری بن کر سوچنے لگتے ہیں۔ دشمن نے زہر پھیلانے کے لیے مشرقی پاکستان کو بے وفا لکھا اور یہ کہا کہ بے وفائی اس دھرتی میں موجود ہے۔ ہم یہ کہتے رہے کہ مشرقی پاکستان ہمیں کھا گیا اور وہ یہ کہنے لگے کہ ان کا استیصال ہو رہا ہے۔

دشمن ہماری شیرازہ بندی، تنظیم اور اتحاد سے خائف ہے۔ نہرو نے ایک بار اس خدشہ کا اظہار یوں کیا تھا کہ پاکستان بھارت کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا ملک ہوگا۔ لیکن اس کی پشت پر جو مسلم ممالک کی قوت ہے وہ اسے ایک مضبوط اسلامی قلعہ بنا دے گی۔ اس خدشہ میں عالم اسلام کی قوت اور کل مسلمۃ اخوۃ" کا لافانی نظریہ موجود ہے۔

یہی وہ نظریہ ہے جس کی طاقت سے ہم برعظیم کی دو قوتوں انگریز اور ہندو سے یہ ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تحریک پاکستان کے مجاہدین پاکستان ہمارے حوالے کر کے ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ ہمیں بھی یہ ملک آنے والی نسل کے سپرد کر کے اپنے خالق حقیقی کے پاس جانا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس نظریہ کو اپنے طلبہ کی گھٹی میں رکھیں تاکہ یہ ان کا اوڑھنا اور بچھونا بن جائے۔ وہ زندہ رہیں تو پاکستانی بن کر سوچیں تو پاکستانی بن کر اور جب مریں تو پاکستانی کی حیثیت سے دم توڑیں ہمیں ایک دوسرے سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن پاکستان ہم سب کی تمناؤں

Marfat.com

کا گہوارہ ہے اور ہمارے بچوں اور بچیوں کی پاک دامنی کا مضبوط حصار ہے۔

جب نظریاتی سرحدیں کمزور ہو جاتی ہیں تو یقیناً جغرافیائی سرحدوں کا قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان میں ہمیں اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے۔ الزامات کی فہرست بھی اس وقت مرتب ہوتی ہے جب نظریاتی اختلافات جنم لیتے ہیں۔ قوم کو سیسہ پلائی دیوار بنانے کے لیئے نظریاتی وحدت کو فروغ دینا ضروری ہوتی ہے۔ ہم نے جغرافیائی سرحدوں پر پہرے بٹھا کر نظریاتی سرحدوں کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس طرح نظریاتی مہم میں ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے جنھوں نے کبھی پاکستان کو سچے دل سے تسلیم نہیں کیا۔ ایسے ہی لوگ پاکستان کے اندر اس اسلامی حصار سے باہر نکلنے کی فکر میں ہیں۔

ایک قدم ڈگمگانے سے منزل قعر مذلت بھی بن سکتی ہے اس لئے ہر قدم اٹھانے سے پہلے نتائج کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہ پاکستان ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کا پاکستان ہے۔ قائد اس کی فکر میں جاں گسل ہوا، کتنی ماؤں نے اپنی ماممتا قربان کی، کتنی جوانیاں لٹ کر سرد ہو گئیں کتنے جوان اس کی بھینٹ چڑھے، خدارا ان کی قربانیوں کا منہ نہ چڑائیے گا۔ یہ پاکستان ہمارے قائد اور شہدا کی نشانی ہے۔ انہوں نے اسے ایک مثالی مملکت بنانے کا خواب دیکھا تھا۔ آج جو لوگ ملاوٹ کر رہے ہیں، رشوت لے کر راشی کا گلہ کاٹ رہے ہیں۔ چند روزہ زندگی کو خوشحال بنانے کے لیئے پاکستانی نوجوانوں کو نشہ کی لت ڈال کر قوم کو مذہبی، اخلاقی اور جسمانی اعتبار سے کمزور کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً پاکستانی ہیں اور نہ مسلمان ہیں۔ آیئے اس مملکت کو مثالی بنائیں، ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کر دیں۔ اس میں حضرت عمرؓ کا نظام حکومت قائم کریں جس میں ہر شہری کو بنیادی سہولتیں میسر ہوں، کوئی دوسرے کا استیصال نہ کرے، شہریوں میں مساوات، اخوت اور یگانگت قائم ہو جائے اور ایک بار پھر مواخات مدینہ کی یاد تازہ ہو جائے۔

نظریہ پاکستان کا مرکزی خیال اسلامی معاشرہ کا قیام تھا۔ اسلامی معاشرہ اسلامی فلسفہ تعلیم سے بنتا ہے، وہ فلسفہ کیا ہے؟ اس کے منابع دو ہیں، قرآن و حدیث۔ اسلامی فلسفہ سے عاری نظریات غیر اسلامی ہوتے ہیں اس ایثار و قربانی کے جذبے سرد ہو جاتے

Marfat.com

ہیں انسان خودغرض ہو کر اس دنیا پر تکیہ کر لیتا ہے۔ دوسری دنیا اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اس وقت انسان بھیڑ کے روپ میں بھیڑیا بن جاتا ہے ان خود غرضیوں سے بچانے کے لئے قوم کو ایک جاندار نظریہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نظریہ مطالعہ پاکستان یا مطالعہ کشمیر کے ذریعے سے ممکن ہوتا ہے۔

مطالعہ کشمیر میں جموں وکشمیر کی معاشرتی، جغرافیائی اور تاریخی ارتقا کے ساتھ تحریک آزاد کشمیر سے روشناس کرایا گیا ہے تحریک آزادی میں طلبا کا اہم کردار ہے تحریک پاکستان میں علی گڑھ، اسلامیہ کالج لاہور، سندھ مدرسۃ اسلام اور اسلامیہ کالج پشاور کے طلبا نے قائد کا پیغام قریہ قریہ، گاؤں گاؤں پہنچا کر مسلم قوم کو گرما کر رکھ دیا۔ طلبا کی بے ریا باتوں نے بڑوں کو بھی ورطہ سوچ میں ڈال دیا۔ آخر اس نعرہ میں بڑا، چھوٹا، مرد و زن، پیر و جوان کی آواز شامل ہو گئی اور قوم سیسہ پلائی دیوار بن گئی۔

غلطیوں سے مبرا خالق حقیقی کی کتاب ہی ہو سکتی ہے۔ انسانی تخلیق میں غلطیوں کا ہونا فطری تقاضا ہے۔ قرآن مجید سے پہلے کی کتب سماوی بھی انسان کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکیں تو تاریخ اغلاط سے مبرا ہونے کا دعویٰ کیونکر کرے گی۔ بہرحال میں نے کوشش کی ہے کہ روایت کو درایت سے گذار کر مختلف تاریخوں سے واقعہ کی صحت معلوم کروں تاہم اگر کوئی بات آپ کو کھٹکتی ہو تو اس کی نشاندہی فرمائیے گا تاکہ نقاش نقش ثانی بہتر کشد از اول کے مصداق دوسرا ایڈیشن پہلے سے بہتر ہو سکے بہرحال قاری کی رائے اس کا حق ہے جو کسی مصنف کو اس سے چھیننا نہیں چاہیئے۔

پاکستان کی تاریخ میں طلبا کی قربانیاں کچھ کم نہیں ہیں ہر نازک موڑ پر طلبا نے اپنا معصوم خون بہا کر سیاست کو صحیح سمت ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ آمریت سے جمہوریت استحکام پاکستان، نظام مصطفےٰ اور ختم نبوت کی تحریکوں میں طلبا کا خون غالب ہے۔ طلبا کا جواں اور پرعزم خون کچھ کر گزرنے کا حوصلہ رکھتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ان کے سامنے مثبت نصب العین رکھا جائے تاکہ وہ اس کے لئے سرگرم عمل ہو کر اپنی سوچ کے دھارے مثبت رکھ سکیں۔

Marfat.com

طلبا قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اس قومی سرمایہ کو زیادہ سے زیادہ تحفظ دیں۔ قائدِ اعظم، علامہ سر محمد اقبال کے طالب علمی کے زمانہ میں کون کہہ سکتا تھا کہ یہ برِعظیم میں مسلم قوم کے نجات دہندہ ہوں گے اسی طرح آج کے طلبا میں مستقبل کے قائد چھپے بیٹھے ہیں ہماری ذمہ داری ہے کہ طلبا کو گھر میں، بازار میں اور تعلیمی درسگاہوں میں خوشگوار ماحول دیں انھیں حصولِ علم میں بلاتفریق صرف پاکستانی شہری ہونے کے ناطے سے زیادہ سے زیادہ سہولتیں باہم پہنچائیں تاکہ وہ اسلام کے شیدائی اور وطن کے فدائی بن کر عملی زندگی میں قدم رکھیں۔

کشمیری نوجوان بہادر، زیرک اور حساس ہے۔ یوں تو ہر بچہ اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل قدرت کا شاہکار ہے لیکن ان کشمیری بچوں کی فہرست طویل ہے۔ جنھوں نے جواں ہو کر اپنی قوت اور فراست کا لوہا منوایا۔ ان میں سلطان حیدر علیؒ۔ سلطان فتح علی ٹیپوؒ۔ علامہ سر محمد اقبالؒ، قائدِ کشمیر چودھری غلام عباسؒ۔ شیخ محمد عبداللہؒ اور نہرو کشمیری الاصل تھے۔

کشمیری طلبا اپنی خداداد صلاحیتوں میں کسی دوسری قوم کے طلبا سے پیچھے نہیں ہیں ان کے سینوں میں شیر کا دل، جسم میں فولاد کی قوت۔ اور حوصلوں میں بلا کی مضبوطی ہے قائد کی طرح ایک نعرہ دینا ہمارا فرض ہے۔ دیکھئے پھر ہمارا نوجوان کس طرح آزادی کا پروانہ بن کر منزل تک پہنچتا ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین اظہر ہمارے ملک کے مایہ ناز محقق، مؤرخ اور ادیب ہیں۔ انھوں نے کتاب ہذا کا پیش لفظ لکھ کر نہ صرف احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ کتاب کی قدر میں بھی اضافہ فرمایا۔ جناب قاضی محمد بشیر کا ممنون ہوں جنھوں نے اپنی لائبریری کے استفادہ کی اجازت دی اور قیمتی معلومات فراہم کیں۔ میں اپنے اساتذہ جناب سید میر، جناب سید رکن عالم گیلانی، جناب چوہدری محمد شفیع، جناب مولانا محمد عبداللہ جناب عبدالحق چغتائی، جناب چوہدری خدا بخش، جناب ملک محمد رشید مرحوم، جناب بشیر احمد مغل، جناب پروفیسر اظہر، جناب پروفیسر ظفر حسین خاں کا سراپا تشکر ہوں جنھوں

Marfat.com

نے مجھے علمی و ادبی دنیا سے متعارف کرایا۔

میں کتاب ہذا کو ان گمنام مجاہدین اور شہدا کے نام معنون کرتا ہوں جن کا ذکر اس کتاب میں نہیں لیکن رب العزت کی کتاب میں ان کا نام رقم ہے۔

میں جناب رشید نظامی کا ممنون ہوں جن کی خصوصی توجہ سے اتنی خوب صورت کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ الحمد اللہ رب العالمین ٥

بھمبر

۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء

ایم نذیر احمد تشنہ

Marfat.com

نقشہ آزاد جموں وکشمیر

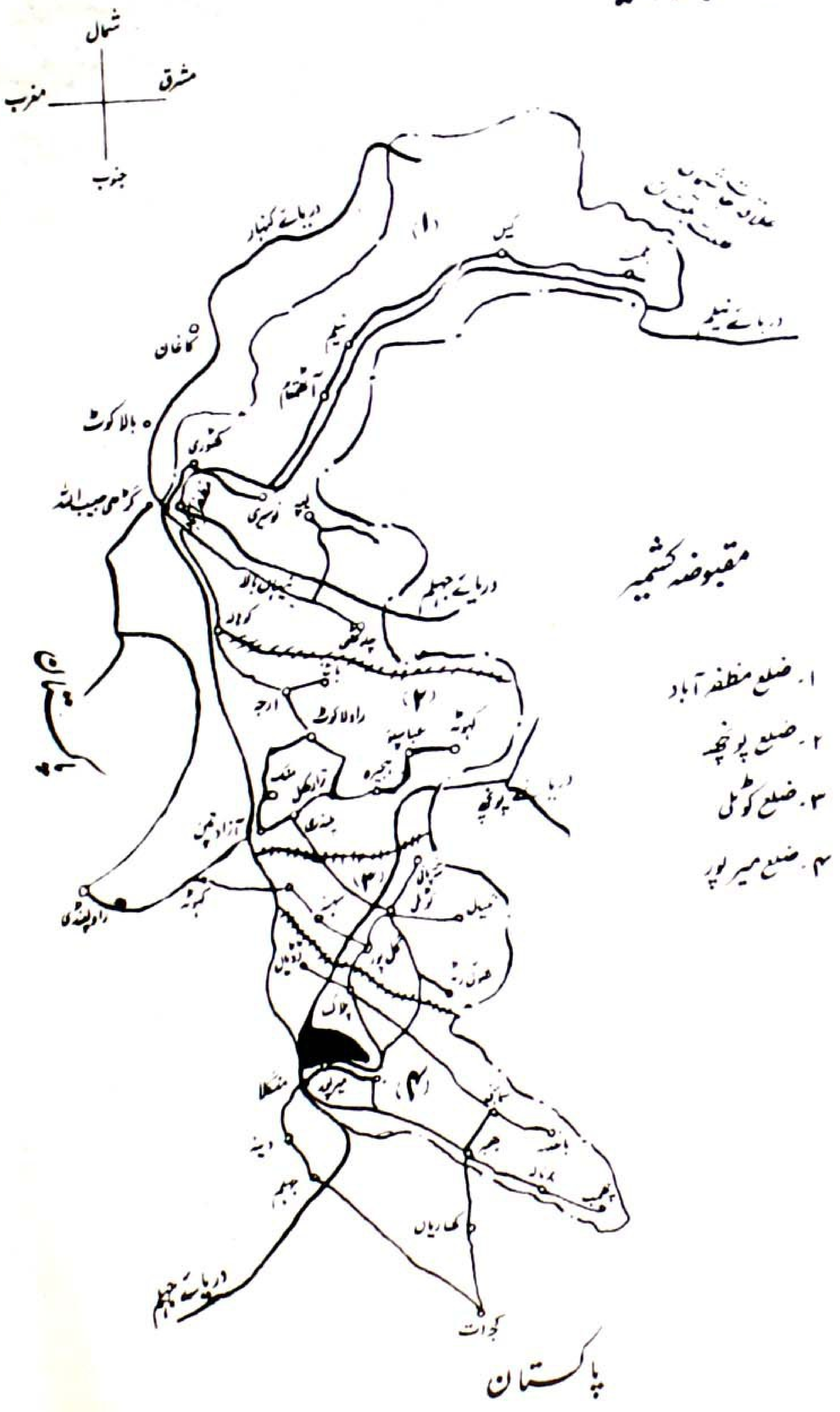

Marfat.com

باب ۱

ارضِ آزاد جمّوں و کشمیر

پاکستان کا لفظ ۱۹۳۲ء میں چودھری رحمت علی نے تجویز کیا تھا۔ اس جغرافیائی وحدت میں پنجاب، سرحد، بلوچستان، سندھ اور کشمیر کے علاقے شامل ہیں۔ چودھری رحمت علی نے پنجاب سے "پ" افغانیہ (صوبہ سرحد) "ا" کشمیر سے "ک" سندھ "س" بلوچستان سے "تان" کے حروف سے لفظ پاکستان بنایا۔

آزاد جموں و کشمیر کا کل رقبہ ۱۰۶۰۹ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آبادی ۲۲ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ ۹۹.۸ فیصد لوگوں کا مذہب دین اسلام ہے اس کی علاقائی تفصیل حسب ذیل ہے:

اضلاع	تحصیلیں
۱۔ مظفر آباد	مظفر آباد۔ ہٹیاں بالا۔ اٹھمقام
۲۔ پونچھ	راولاکوٹ۔ باغ، پلندری۔ حویلی
۳۔ میرپور	میرپور۔ بھمبر۔ ڈڈیال
۴۔ کوٹلی	کوٹلی۔ سہنسہ۔ نکیال

محل وقوع

پاکستان کے شمال میں ۲۴ درجہ شمال اور ۳۷ درجہ عرض بلد شمال میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں کوہ قراقرم کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین شروع ہوتی ہے۔ یہ سرحد ۶۰۰

Marfat.com

کلومیٹر لمبی ہے۔ چین پاکستان کا دوست ملک ہے۔ شاہراہ ریشم کی تکمیل نے ایک دوسرے کو بذریعہ سڑک ملا دیا ہے۔

شمال مغرب میں افغانستان کی واخان کی تنگ پٹی پاکستان کی سرحد کو روس سے جدا کرتی ہے۔ یہاں سے روس کی سرحد ۲۰ کلومیٹر رہ جاتی ہے۔ افغانستان میں روس کی آمد سے اب یہ فاصلہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ افغانستان کے مسلم مجاہدین روسی مداخلت کو ختم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ لاکھوں مہاجرین نے پاکستان میں پناہ لے رکھی ہے۔

مغرب میں پاکستان کی اسلامی مملکت ہے اس خطہ کے تمام سیاسی، معاشی، تہذیبی اور ثقافتی روابط پاکستان کے ساتھ ہیں۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء سے "الحاق پاکستان" کی تحریک پر عمل پیرا ہو کر برسرپیکار ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ریاست آزاد ہو کر الحاق پاکستان کرے گی اور تکمیل پاکستان ہو گی۔

آزاد ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان سے ۱۲ پختہ شاہراہیں جاتی ہیں:

۱۔ ایبٹ آباد سے مانسہرہ کے راستہ مظفر آباد۔

۲۔ راولپنڈی سے کوہالہ کے راستہ مظفر آباد

۳۔ راولپنڈی سے کہوٹہ آزاد پتن، پلندری، ہجیرہ، کھوٹہ۔

۴۔ راولپنڈی سے براستہ گل پور، کوٹلی، ہجیرہ، کہوٹہ۔

۵۔ راولپنڈی سے کوہالہ، ارجہ۔ راولاکوٹ۔

۶۔ راولپنڈی سے کوہالہ۔ دھیرکوٹ۔ باغ۔

۷۔ راولپنڈی سے ٹائیں ڈھل کوٹ، راولاکوٹ۔

۸۔ گجرات سے اعوان شریف، برنالہ۔

۹۔ گجرات سے جلالپور جٹاں، ٹانڈہ، منادر، بھمبر۔

۱۰۔ گجرات سے بھمبر۔ میرپور۔

۱۱۔ جہلم سے دینہ۔ میرپور۔ کوٹلی۔

Marfat.com

۱۲۔ جہلم سے جاتلاں۔ میرپور۔

مشرق میں مقبوضہ کشمیر کا بھارت کا علاقہ ہے۔ مقبوضہ کشمیر، آزاد جموں کشمیر کا جزو لاینفک ہے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک مشرقی حصہ بھارت کے غاصبانہ قبضہ میں چلا گیا۔

آزاد جموں وکشمیر کی ۸ سو کلومیٹر سرحد پاکستان سے ملتی ہے آزاد ریاست جموں وکشمیر کے تعلقات پوری دنیا اسلام سے ہیں۔ مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر، مسئلہ افغانستان اور عراق ایران جنگ دنیائے اسلام کے مشترکہ مسائل ہیں جنھیں حل کرنے کے لئے گاہے گاہے اسلامی دنیا آواز بلند کرتی ہے لیکن کسی ملک کی حمایت اس وقت کام دیتی ہے جب کسی خطّہ کے باسی اپنی تحریک کے لئے جان لڑا دیں اور اسے زندگی موت کا مسئلہ بنا لیں۔

قدرتی وسائل

اللہ تعالےٰ نے اس جہان آب وگل کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ آزاد جموں وکشمیر بھی قدرتی دولت سے مالامال ہے۔ نیلم ویلی قیمتی پتھروں اور سونے کی کانوں کے لیے مشہور ہے لیکن ان ذخائر کو منظر عام پر لانے کے لیے وسائل درکار ہیں۔ ضلع کوٹلی میں کوئلہ اور طرح طرح کے پتھر موجود ہیں جو مختلف شکلوں میں کام میں لائے جاسکتے ہیں۔

ضلع میرپور میں تیل کے ذخائر موجود ہیں لیکن ابھی ان کا کھوج نہیں لگایا گیا۔ آزاد کشمیر کی اصلی دولت جنگلات ہیں یہ خطّہ پرشکوہ سرسبز وشاداب پہاڑوں، وسیع وعریض جنگلات، دلکش آبشاروں، دیدہ زیب وادیوں، حسین جھرنوں اور صاف وشفاف چشموں کی سرزمین ہے۔ ضلع پونچھ اور مظفر آباد دیودار، کائل، چیل، بدلو اور بڑتل کے جنگلات سے اٹا پڑا ہے۔ نیلم ویلی دریائے نیلم کے ذریعے سب سے زیادہ عمارتی لکڑی مہیا کرتی ہے اخروٹ کی لکڑی فرنیچر بنانے کے لیے بڑی مشہور ہے اس پر عمدہ بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ کشمیر آرٹ دنیا میں یکتا اور منفرد ہے۔

ان جنگلوں میں برفانی چیتا، بھورا ریچھ، ہرن نافہ، بارہ سنگھا، نیل گائے، مرغ

Marfat.com

زریں، چکور اور مور جنگلی جانور اور پرندے ملتے ہیں۔ گچھی، اخروٹ، بنفشہ، کُٹھ، گاؤزبان اور بیروزہ جنگلی پیداوار ہے۔

میرپور اور کوٹلی میں شیشم، کیکر اور پھلائی کے درخت عام ہیں۔ شیشم کی لکڑی فرنیچر بنانے کے کام آتی ہے ان علاقوں میں عقاب، کالا تیتر، مرغابی اور نیل گائے جنگلی جانور اور پرندے ملتے ہیں۔ جنگلات کی پیداوار میں بیر، چاسکو اور گوند ہے۔

دریا اور نہریں

پاکستان کے دریا کشمیر کے برف پوش پہاڑوں سے نکلتے ہیں یہ سارا سال بہتے ہیں۔ یہ دریا پاکستان میں پانچ انگلیوں کی طرح بہتے ہیں۔ پاکستان کا شہری نظام ان دریاؤں کا مرہون منت ہے دریائے جہلم چشمہ ویری ناگ سے نکل کر جہلم ویلی سے گزرتا ہوا مظفر آباد دریائے نیلم میں مل جاتا ہے۔ دریائے نیلم، نیلم ویلی کا دریا ہے۔ دومیل تک اسے نیلم دریا (سے پہلے اسے کشن گنگا کہا جاتا تھا) اور اس سے آگے یہ دریائے جہلم میں سنگم ہو جاتا ہے مظفر آباد سے چند کلومیٹر آگے دریائے کنہار بھی اس میں مل جاتا ہے۔

دریائے پونچھ، پونچھ کا بڑا دریا ہے یہ ضلع پونچھ میں بہتا ہوا میرپور کے قریب دریائے جہلم میں مل جاتا ہے اور دونوں دریا منگلا ڈیم میں گر جاتے ہیں۔

منگلا سے نہر اپر جہلم نکالی گئی ہے یہ علاقہ کھڑی کو سیراب کرتی ہوئی پاکستان میں چلی جاتی ہے۔ منگلا ڈیم سے بجلی پیدا کی گئی ہے۔

زراعت

آزاد جموں و کشمیر کا زیادہ علاقہ پہاڑی ہے، زمین زرخیز ہے۔ چھوٹے چھوٹے کھیت بنا کر مکئی، آلو اور ٹماٹر کی فصل کاشت کی جاتی ہے۔ چشموں اور نالوں کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے اور مقامی طور پر چاول کی کاشت کی جاتی ہے۔ سبزیاں بھی اگائی جاتی ہیں۔

87044

Marfat.com

کوٹلی اور میرپور میں گندم کی فصل خوب ہوتی ہے بعض جگہوں میں گندم اور مکئی کی دونوں فصلیں کاشت ہوتی ہیں۔ ضلع میرپور میں گندم، باجرہ اور جوار کی فصل کاشت کی جاتی ہے علاقہ کھڑی کا علاقہ چاول کا گھر ہے۔ نہر اپر جہلم علاقہ کھڑی کو سیراب کرتی ہے۔

آب و ہوا خوشگوار ہونے کی وجہ سے پھلوں کے درخت لگائے جا رہے ہیں۔ ضلع پونچھ اور مظفر آباد سیب کے لئے موزوں ہے۔ جگہ جگہ سیبوں کے باغات لگائے گئے ہیں

صنعت

آزاد جموں وکشمیر میں صنعت لگانے کے لئے حکومت حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ ریاست کے لوگ برطانیہ اور مشرق وسطی میں روزگار کی خاطر گئے ہوئے ہیں اور وہاں خاصا معاوضہ حاصل کر رہے ہیں وہ اپنی پونجی اگر ریاست میں صنعت لگانے پر صرف کریں تو ملک کی خوشحالی کے ساتھ ساتھ ان کے سرمایہ کا بھی تحفظ ہو جائے گا۔

میرپور شہر اپنی خوب صورتی اور جدید طرز کی تعمیر کی وجہ سے چھوٹا انگلستان کہلاتا ہے، یہاں لاگنگ اینڈ سامل، بناسپتی گھی، سکوٹر سازی، قالین بافی اور کپڑے کے کارخانے موجود ہیں۔

تعمیر و ترقی

آزاد جموں وکشمیر اسمبلی ۴۰ - ارکان پر مشتمل ہے۔ مسلم کانفرنس نے اکثریت ووٹ حاصل کر کے حکومت بنائی۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات پارلیمانی نظام حکومت کے مطابق ہوئے۔ اس طرح سردار سکندر حیات خاں وزیر اعظم اور سردار محمد عبدالقیوم خاں صدر حکومت بنے آزاد جموں وکشمیر کا مجموعی بجٹ ایک ارب ۳۵ کروڑ روپے ہے اور حکومت کی سالانہ آمدنی ۴۰ کروڑ روپے ہے۔

ہر حکومت ترقیاتی امور میں مواصلات، بجلی، پینے کے پانی اور تعلیم کو خصوصی اہمیت دیتی رہی ہے۔ آزادی کے وقت کل ۱۶۲ میل لمبی سڑکیں تھیں۔ اب ۲۱۰۰ میل لمبی پختہ اور کچی سڑکیں ہیں۔ آزاد کشمیر میں ۱۶۵۰ دیہات میں سے ۷۵۰ دیہات بجلی سے منور ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

آئندہ پانچ سال میں پوری ریاست جگمگا اٹھے گی۔ میرپور اور کوٹلی میں پینے کے پانی کا مسئلہ سنگین نوعیت کا تھا اسے ہنگامی بنیاد پر ترجیحاً حل کیا گیا۔ اکثر علاقوں میں پائپوں کے ذریعے پینے کا پانی پہنچا دیا گیا ہے۔

تعلیم کو آزاد جموں و کشمیر میں ترقی کا سنگ بنیاد خیال کیا جاتا ہے۔ کل بجٹ کا ۱/۴ حصہ اس مد پر خرچ ہوتا ہے۔ آزادی کے وقت اس علاقہ میں ایک انٹر کالج، ۱۰ ہائی سکول اور گنتی کے مڈل اور پرائمری سکول تھے۔ اس وقت آزاد جموں و کشمیر میں ایک یونیورسٹی، ۳۴ ڈگری و انٹر کالج، ۶ فنی کالج، ۳۴۸ ہائی سکول، ۷۸۶ مڈل سکول، ۲۲۷۵ پرائمری سکول اور ۳۸۰ مسجد مدرسہ ہیں۔

ریاست میں ایک مرکز ترسیع تعلیم، ایک نیشنل ایگرو ٹیکنیکل سنٹر، ۶ ایلیمنٹری کالج، ۶ پی ٹی سی سنٹر، تعلیم و تربیت میں سرگرم عمل ہیں۔ ایک ایجوکیشن کالج افضل پور بی۔ ایس ایڈ اور فزیکل ایجوکیشن جونیئر ڈپلوما کی تعلیم و تربیت میں مصروف عمل ہے۔ مجموعی آبادی کا ۹۰ فیصد بچے اور ۶۰ فیصد بچیاں زیر تعلیم ہیں۔

موجودہ حکومت نے تعلیم، الحاق پاکستان اور نظریہ پاکستان کو بنیادی نصب العین قرار دیا ہے۔ نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لیے اہل قلم کانفرنس ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو مظفرآباد میں منعقد کرائی۔ اساتذہ کو الحاق پاکستان کے نظریہ کو طلبا کو اذہان میں راسخ کرنے کی ہدایت کی۔ صدارتی پرچم میں "کشمیر بنے گا پاکستان" کا نعرہ رقم کرایا۔

تعلیم کے فروغ کے لیے ۳۱ ہائی سکول، ۶۶ مڈل سکول اور ۴۵۰ پرائمری سکولوں کے اجرا اور تعلیمی اداروں کو سازوسامان اور اساتذہ کی کمی کو پورا کرنے کا اعلان کیا۔ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ پرائمری تک تعلیم لازمی اور مفت کر دی جائے۔ ریاست کے تعلیمی اداروں میں طلبہ سے تعلیمی اخراجات بالکل وصول نہیں کیے جاتے بلکہ حکومت تعلیم و تربیت کے جملہ اخراجات برداشت کرتی ہے۔

مشہور شہر

مظفر آباد، آزاد حکومت جموں و کشمیر کا دارالحکومت ہے یہ راولپنڈی سے ۱۳۸

Marfat.com

کلومیٹر ہے۔ اس شہر کے ایک طرف دریائے نیلم بہتا ہے اور دوسری طرف دریائے جہلم۔ دونوں دریاؤں کے سنگھم پر ایک خوبصورت شہر ہے اس میں عمدہ ہوٹل اور کئی ریسٹ ہاؤس ہیں۔ صدر حکومت، وزیر اعظم، وزراء اور سپیکر ٹریوں کے ہاؤس ہیں۔ اسمبلی ہال کی خوبصورت عمارت ہے۔

اس شہر میں آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی ہے۔ پانچ لڑکوں کے اور چار لڑکیوں کے ہائی سکول ہیں۔ ایک لڑکوں کا یونیورسٹی ڈگری کالج اور ایک لڑکیوں کا یونیورسٹی ڈگری کالج ہے۔ ایک ایک انٹر کالج بھی ہے نظامت تعلیم (کالجز، سکولز) الگ الگ قائم ہیں۔

آزاد حکومت کے تمام شعبوں کے صدر دفتر اس شہر میں ہیں۔ ہوائی اڈہ تعمیر کے آخری مراحل میں ہے۔ ریڈیو سٹیشن اور ایک بڑا ہسپتال ہے۔ دریائے نیلم کے کنارے ایک مشہور گوردوارہ اور قلعہ فلدرچی واقعہ ہے۔

اٹھمقام

یہ سطح سمندر سے ۴۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ نیلم کا تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے یہ اپنی قدرتی خوبصورتی اور پھلوں کے لئے مشہور ہے اس جگہ کا سیب بڑا لذیذ ہوتا ہے یہاں لڑکوں کا انٹر کالج اور لڑکیوں کا ایک ہائی سکول ہے۔

ہٹیاں بالا

دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کا ہائی سکول ہے۔

راولاکوٹ

یہ شہر سطح سمندر سے ۵۳۰۰ فٹ بلند ہے۔ ضلع پونچھ کا ضلعی صدر مقام ہے یہاں آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی کا ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ ہے۔ زرعی فارم ہے۔ لڑکیوں کا یونیورسٹی ڈگری کالج ہے یہاں طلبا اور طالبات کا ایک ایک ہائی سکول ہے۔ خواتین اور مردانہ

Marfat.com

ایلیمنٹری کالج ہیں۔ راولاکوٹ راولپنڈی سے ۱۵۵ اکلومیٹر ہے۔ ہوائی اڈہ کی تعمیر جلد مکمل ہونے کو ہے۔

پلندری

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔ضلع پونچھ کا ایک خوبصورت مقام ہے۔ یہ راولپنڈی سے براستہ آزاد پتن ۸۱ کلومیٹر ہے یہاں طلبا کا ڈگری کالج اور طالبات کا انٹر کالج ہے۔

باغ

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے ضلع پونچھ کا ایک خوب صورت شہر ہے۔ یہ راولپنڈی سے ۱۶۵ اکلومیٹر ہے۔ یہاں ایک پرانا قلعہ ہے۔جس میں اب تھانہ ہے۔طلبا کا ڈگری کالج اور طالبات کا انٹر کالج ہے۔

کھوڑٹہ

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔حویلی کا تعلیمی اور تجارتی مرکز ہے۔ ویلی سیب اور شہد کے لیے مشہور ہے۔طلبا کا ڈگری کالج اور طالبات کا انٹر کالج ہے۔

میرپور

میرپور شہر راولپنڈی سے ۱۲۶ اکلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دینہ سے یہ شہر ۳۲ کلومیٹر ہے۔ یہ شہر منگلا ڈیم کی تعمیر کے بعد نئے انداز میں تعمیر ہوا ہے یہاں کے اکثر شہری برطانیہ میں ہیں۔ اس تعلق اور خوبصورت جدید عمارات کی وجہ سے اسے چھوٹا انگلستان بھی کہا جاتا ہے۔ضلعی دفاتر کے علاوہ لاگنگ اینڈ سا ل، بناسپتی گھی، سکوٹر سازی، قالین بافی اور کپڑے کے کارخانے ہیں۔

یہاں طلبا کا ڈگری کالج، ایک یونیورسٹی ڈگری کالج، ایم اے اسلامیات کی کلاسز طالبات کا یونیورسٹی کالج، طالبات کا ایک انٹر کالج، طلبا کے ۳ ہائی سکول، طالبات کے ۲ ہائی سکول موجود ہیں۔ اس شہر کی آبادی ۵۰۰۰۰ افراد ہے۔منگلا ڈیم کی جھیل کے کنارے یہ خوب صورت شہر ہے۔

Marfat.com

ڈڈیال

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے ، ضلع میر پور کا ایک خوب صورت شہر ہے ۔ اس شہر میں طلبا کا ڈگری کالج اور طالبات کا انٹر کالج ہے ۔

بھمبر

بھمبر شہر کو تاریخی اہمیت حاصل ہے اس میں بہت سی مغلیہ عہد کی یادگاریں ہیں ۔ یہ شہر میرپور سے ۴۸ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے ۔ راولپنڈی سے ۴۰۷ کلومیٹر ہے ۔ بھمبر شہر کی جامع مسجد کا مینار دور سے نظر آتا ہے اس میں ڈگری کالج طلبا کے لیے اور انٹر کالج طالبات کے لیے موجود ہیں یہ سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر ہے ۔

کوٹلی

دریائے پونچھ کے کنارے ایک خوبصورت شہر ہے ۔ ۱۹۷۵ء سے قبل یہ ضلع میرپور کی ایک تحصیل تھی لیکن اب یہ ضلعی صدر مقام ہے یہ ضلع معدنی ذخائر سے مالا مال ہے اس کی آب و ہوا خوشگوار ہے ۔

اس شہر میں ایک یونیورسٹی کالج ، ایک ڈگری کالج ، طالبات کا ڈگری کالج اور ۲ ہائی سکول طلبا اور ایک ہائی سکول طالبات کے لئے ہے ۔

سہنسہ

یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہ ۵۲ کلومیٹر راولپنڈی سے ہے اس کے نزدیک ایک قلعہ ہے اور قلعہ کے قریب چند کھنڈر ہیں جن میں بڑے بڑے پتھر نصب ہیں ان کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے کہ اہرام مصر کی طرح یہ انسانی طاقت کے بس سے باہر ہیں اس میں ایک انٹر کالج طلبا کا اور ایک انٹر کالج طالبات کا ہے ۔

نکیال

سطح سمندر سے ۵۰۰۰ فٹ بلند ہے ۔ سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر ہے ۔ یہ کوٹلی سے

Marfat.com

۳۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس جگہ طلبا کا انٹر کالج اور طالبات کا ہائی سکول ہے۔

خوبصورت اور دلکش جگہوں میں شاردا (نیلم ویلی) ضلع مظفر آباد، بنجوسہ، دھیر کوٹ ضلع پونچھ، باغسر ضلع میرپور اور تتہ پانی ضلع کوٹلی کے نام بڑے اہم ہیں۔

شاردا

سطح سمندر سے ۶۴۰۰ فٹ بلند ہے یہ مظفر آباد سے ۱۳۶ کلومیٹر ہے۔ اس کے قریب ہی نالہ سرگن دریائے نیلم میں سنگم کرتا ہے اس سنگم پر ٹراؤٹ مچھلی پائی جاتی ہے۔ شاردا جو بدھ مذہب کی ایک عظیم یونیورسٹی رہی ہے اس کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں ڈوگرہ عہد کا ایک قلعہ بھی موجود ہے وادی نیلم کا یہ دل ہے اپنے قدرتی مناظر اور دلکش نظاروں کی وجہ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

بنجوسہ

سطح سمندر سے ۶۵۰۰ فٹ بلند ہے یہ راولاکوٹ سے ۲۰ کلومیٹر ہے اس جگہ ایک ریسٹ ہاؤس ہے اور اس کے قدموں میں گھنے جنگلوں کی آغوش میں ایک مصنوعی جھیل ہے جس میں کشتی رانی بھی ہوتی ہے۔

دھیر کوٹ

سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ ہے۔ یہ پر فضا مقام کوہالہ سے ۴۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ کائل اور دیودار کے درختوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگا رکھے ہیں ان گھنے درختوں میں ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس ہے اس جگہ کا پرکیف منظر دلکش نظارہ اور صحت بخش آب و ہوا طبیعت میں گدگدی پیدا کرتی ہے۔

باغسر

باغسر جھیل وادی سماہنی کا ایک خوبصورت مقام ہے یہ قدرتی جھیل وادی میں ہے اور بلند پہاڑ اس کے گرد حصار کئے ہوئے ہیں ایک چوٹی پر قلعہ ہے یہ مقام مغلوں کے کشمیر جانے کے رستہ میں پڑتا ہے اس کے قریب مغلوں کے پڑاؤ اور یادگاریں بھی ہیں۔

Marfat.com

"قلعہ مغلوں کی فن تعمیر کا شاہکار ہے یہاں سے دور دور تک بغیر دوربین کے علاقہ نظر آتا ہے۔ جہانگیر جب کشمیر سے واپس آیا تو وہ اسی قلعہ میں فوت ہوا۔ باغسر میرپور سے ۶۲ کلومیٹر ہے۔

منگلا

منگلا میرپور سے ۱۶ کلومیٹر ہے۔ اس مقام پر منگلا جھیل بنا کر دریائے جہلم اور دریائے پونچھ کے پانی کو روکا گیا ہے۔ یہ جھیل پاکستان کی سب سے بڑی جھیل ہے۔ یہ جھیل پاکستان کی سب سے بڑی جھیل ہے یہ جھیل سیاحوں کے لئے بڑی دلکش اور پرکیف منظر پیش کرتی ہے نہر اپر جہلم بھی منگلا کے مقام سے نکالی گئی ہے یہاں انٹر کالج اور ایک ہائی سکول طلبہ اور ایک طالبات کے لیے ہے۔ ہوائی اڈہ کی تعمیر جلد مکمل ہونے کو ہے۔

تتہ پانی

کوٹلی سے ۲۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے پونچھ کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔ یہ جگہ گندھک ملے گرم پانی کے چشموں کی وجہ سے مشہور ہے ان چشموں کا پانی جلدی امراض اور دردوں کے لیے بہت مفید ہے موسم سرما میں مریض غسل کے لیے یہاں آتے ہیں۔

ریاست کے لوگ

آزاد جموں وکشمیر کی آبادی ۲۲ لاکھ ہے۔ جموں وکشمیر کو آزاد کرانے کے لئے سب نے قربانیاں دی ہیں اس لئے ہم سب کے لیے آنکھوں کا تارا، جاں سے پیارا، یہ خطہ آزاد جموں وکشمیر ہے۔ اس خطّہ میں مسلمانوں کی آبادی ۹۹٫۸ فیصد ہے۔ اس اعتبار سے یہ مسلم قوم کا خطّہ ہے۔ اس میں بہت سے قبائل ہیں۔ جن میں گوجر، جاٹ، راجپوت، کشمیری سدھن، عباسی اور مغل خاص طور پر مشہور ہیں اس خطّہ کی قومی زبان اردو ہے اور علاقائی زبانوں میں کشمیری، پہاڑی، گوجری اور پنجابی زبانیں بولی جاتی ہیں ان سب زبانوں میں قدیم کشمیری

Marfat.com

ہے اور اسی نسبت سے یہ خطہ کشمیر کہلاتا ہے اور اس تعلق سے ہم سب کشمیری کہلاتے ہیں۔

اس خطہ کے لوگ بڑے محنتی اور جفاکش ہیں یہ اپنی سادگی، بہادری اور مہمان نوازی میں ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ کشمیری اپنے مہمانوں کی تواضع کے لیے اپنے دسترخوان پر کئی قسم کے کھانے چنتا ہے ان میں چاول، گشتابہ، آب گوشت، قورمہ اور کوفتے شامل ہوتے ہیں۔ کھانے کے بعد گرم گرم چائے کا دور چلتا ہے۔

اس خطہ میں پرانی تہذیب کی بہت سی نشانیاں اور یادگاریں پائی جاتی ہیں۔ دریائے کشن گنگا (دریائے نیلم) دریائے سندھ اتنا ہی قدیم ہے جتنا اس کے کنارے کے کھنڈر موئنجوڈرو اور ہڑپہ وغیرہ۔ مظفرآباد اس کا دارالحکومت ہے اور یہ شہر دریائے جہلم اور دریائے نیلم کے سنگھم پر واقع ہے۔ دریا کی گذرگاہ پر آبادی قدیم سے چلی آرہی ہے۔ کشمیر میں اسلام کی آواز تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے پہنچی۔ آپؐ نے جن حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے ان میں کشمیر کا راجہ بھی شامل تھا۔ لیکن اسلام اس خطہ کا سرکاری مذہب صدرالدین رنچن بادشاہ ۱۳۲۰ء میں بنا۔

گوجر مسلمان اس خطہ کی جان ہیں۔ بھیڑ بکریوں کے گلے اور ریوڑ ان کا سرمایہ ہوتے ہیں ان کی بہت سی خصوصیات عربوں سے ملتی ہیں۔ بات کے دھنی اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ اپنے مویشیوں کے گلے لیے پھرتے ہیں۔

کشمیری ایک قبیلہ بھی ہے جن کا رنگ گورا اور جسم مضبوط ہوتا ہے لیکن جو قبیلہ کشمیری بولتا ہے اسے کشمیری ہی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس خطہ کا قومی لباس شلوار قمیص ہے سرد علاقے کی عورتیں لمبا چغا جیسے پیرہن کہا جاتا ہے پہنتی ہیں۔ سرد علاقوں میں کانگڑی کشمیر کا قومی نشان بن گیا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی انگیٹھی ہوتی ہے جس میں آگ ہوتی ہے یہ کانگڑیاں عورتیں اپنے پیرہن کے نیچے پوشیدہ رکھتی ہیں اس علاقہ کے مکان تنگ و تاریک ہوتے ہیں جن میں روشنی اور ہوا کا گذر ممکن نہیں ہوتا۔

معتدل علاقوں میں دو منزلہ مکانات ہوتے ہیں۔ جن علاقوں میں لکڑی کی بہتات ہے وہاں دو منزلے مکانات لکڑی کے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بنیادیں بھی بڑی بڑی شہتیروں سے

Marfat.com

بنائی جاتی ہیں۔

کشمیری بچے بڑے شرمیلے ہوتے ہیں۔ کھلی فضا میں بیت اور ماہیا گاتے ہیں لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو ان کے چہرے سرخ انگارے کی طرح دہکنے لگتے ہیں۔ اب کشمیری بیرون ملک چلے گئے ہیں اور وہاں کی ثقافت کو بھی اپنے ساتھ لے آئے ہیں اس لیے اب کانگڑی اور چغے کی جگہ ہیٹر اور عمدہ ملبوسات نے لے لی ہے۔

آزاد جموں وکشمیر کے لوگوں نے آزادی کی خاطر بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اور تحریک آزادی کشمیر میں بڑے بڑے کٹھن امتحانوں سے ہو گذرے ہیں آج تک آزادی کشمیر کی جنگ مردانہ وار لڑ رہے ہیں۔

آزاد جموں وکشمیر کے لوگ پاکستان کے ساتھ کھڑے ہیں انہیں پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔ خطہ کشمیر کے لوگ بڑے سادہ اور غیرت مند لوگ ہیں۔

قومی تقریبات

۱۔ یوم عاشورہ ۱۰ محرم

۲۔ عید میلاد النبیؐ ۱۲ ربیع الاول

۳۔ یوم جمہوریہ پاکستان ۲۳ مارچ

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور منظور ہوئی جس میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر برعظیم کو تقسیم کرنے کا واضح اور پُرزور مطالبہ کیا گیا تھا یہ قرارداد منٹو پارک موجود اقبال پارک لاہور میں منظور کی گئی تھی اس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی تھی آج اس جگہ مینار پاکستان ایستادہ ہے۔ اس قرارداد کو قرارداد پاکستان کے نام سے شہرت ہوئی۔ اس دن پاکستان منزل قرار پائی اور چند سالوں میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ میں سب سے بڑی اسلامی مملکت اسلام کے نام پر نیا نام لے کر ابھری۔

۴۔ یوم مئی یکم مئی

۵۔ یوم شہدائے کشمیر ۱۳ جولائی

Marfat.com

توہین قرآن واقعہ جموں کے سلسلہ میں جلسہ ہو رہا تھا اس موقعہ پر عبدالقدیر نامی ایک نوجوان نے ڈوگرہ حکومت کو طاقت سے سیدھا کرنے کی راہ اختیار کرنے کو کہا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا اور ۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کو اس مقدمہ میں پیشی کی تاریخ مقرر ہوئی اس دن مسلمانوں نے "اسلام زندہ باد، عبدالقدیر زندہ باد" کے نعروں کے ساتھ جلوس نکالا۔ ڈوگرہ حکومت نے نہتے مسلمانوں پر گولی چلادی جس سے ۳۰ مسلمان شہید ہوئے۔ حکومت نے صرف چند مردوں کو شہدا کی تجہیز و تدفین کی اجازت دی۔ اس موقعہ پر کشمیر کی جوانمرد خواتین ایک گھنٹہ کے اندر ۵۵ ہزار جمع ہو کر شہدا کی تدفین کی۔ یہ روضتہ الشہدا کا مزار کہلاتا ہے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ کا دن آزادی کشمیر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس دن عام تعطیل ہوتی ہے۔ شہدا کے کارنامے گنوائے جاتے ہیں اور قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔

۶۔ یوم الحاق پاکستان ۱۹ر جولائی

۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس کے صدر قائد کشمیر چوہدری غلام عباس جیل میں تھے اور قائمقام صدر چوہدری حمیداللہ خاں تھے ان کی صدارت میں ۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء کو غازی کشمیر سردار محمد ابراہیم کی کوٹھی سری نگر میں مسلم کانفرنس کا کنونشن منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعے "الحاق پاکستان" کا پرزور مطالبہ کیا گیا۔

۷۔ یوم آزادی پاکستان ۱۴ر اگست

۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشہ میں ایک نئے نام سے ابھرا۔ پاکستان کا تصور علامہ سر محمد اقبال نے پیش کیا۔ پاکستان کا لفظ چوہدری رحمت علی نے تخلیق کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح رح نے برعظیم کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور مسلم قوم کی متحدہ قوت نے انگریزوں اور ہندوؤں کو مسلم مطالبہ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے بانی ہیں۔ الحمدللہ رب العالمین ٥

۸۔ برسی میرواعظ ۱۶ر رمضان المبارک

Marfat.com

میر واعظ محمد یوسف نے تحریک خلافت میں شامل ہو کر اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا آپ کے دل میں مسلمانانِ عالم کے لیے جذبہ ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ نے کشمیر میں تحریک پاکستان کا پرچم بڑی جرات سے بلند کیا۔ آپ نے کشمیریوں میں آزادی کی جوت جگائی۔ آپ قائد کشمیر کے مخلص ساتھی تھے۔

میر واعظ نے قرآن پاک کا کشمیری ترجمہ کر کے کشمیریوں اور کشمیری زبان و ادب پر بڑا احسان کیا۔ مرحوم کی زندگی کشمیر کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ آپ ۱۳ شعبان ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۰ء) کو میر واعظ خاندان رسول شاہ کے ہاں سری نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے برعظیم کی معروف دینی درسگاہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ جب آپ انجمن نصرت الاسلام سری نگر کے صدر تھے آپ نے ایک اسلامیہ ہائی سکول سری نگر قائم کیا۔

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے پر آشوب دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں جب آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا تو قائد کشمیر چوہدری غلام عباس کے ساتھ آپ بھی اس قومی تنظیم کے بانیوں میں شامل تھے۔

۱۹۴۰ء میں قائد کشمیر نے مسلم کانفرنس کا جموں میں از سر نو احیاء کیا تو آپ ۱۹۴۲ء میں اس میں شامل ہوئے اور ۱۹۴۳ء میں سری نگر آپ کی کوششوں سے دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ مئی ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح کشمیر تشریف لائے۔ آپ نے درگجن کے مقام پر مسلم کانفرنس کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا اور میر واعظ منزل میں دعوت دی۔ ۱۹۴۵ء میں پونچھ شہر میں مسلم کانفرنس کا ۱۳ واں سالانہ اجلاس ہوا۔ جس کی آپ نے صدارت فرمائی۔ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو آپ کی صدارت میں مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ نے "قرار داد آزاد کشمیر" کا خاکہ مرتب کیا جو ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو مسلم کانفرنس کا منشور قرار دیا گیا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کی صدارت میں مسلم پارک سری نگر میں ایک لاکھ کشمیری مسلمانوں نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ ۱۹۴۹ء میں آپ حکومت آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں قائد کشمیر نے انہیں اپنی جگہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کا صدر مقرر کیا۔ نومبر ۱۹۵۱ء میں آپ حکومت آزاد جموں و کشمیر کے صدر مقرر ہوئے ۱۹۵۶ء

Marfat.com

میں دوسری بار آپ حکومت آزاد جموں وکشمیر کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں آپ کی قیادت میں ایک اعلیٰ وفد اسلامی اور یورپی ممالک میں گیا اور وہاں تحریک آزادی کشمیر کے عوام نے انقلابی کونسل قائم کی تو آپ کو پاکستان میں اپنا ترجمان مقرر کیا۔ ۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۸ء) کو آپ کا انتقال ہوا اور آپ کا مزار مظفر آباد ہائی کورٹ کے لان میں ہے۔

۹۔ یوم دفاع پاکستان ۶ر ستمبر

۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت نے پاکستان کے دل لاہور شہر پر ۳ طرف سے حملہ کر دیا یہ حملہ بہت شدید نوعیت کا تھا۔ ہندوستان کی فوج کو فتح کی پیش گوئی سنائی گئی تھی۔ بھارتی فوج کو لاہور کے جمخانہ کلب میں شراب نوشی کا پروگرام دیا گیا تھا مگر اہل لاہور نے بھارتی فوجوں کا مقابلہ قوت ایمانی سے سرشار ہو کر کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے۔ اس کے بعد قصور راجستھان، سیالکوٹ کے محاذوں پر زبردست حملے ہوئے مگر پاکستان کی زندہ دل فوج نے ہر جگہ بھارتی فوج کو ناکوں چنے چبوائے اور ذلت آمیز شکست دی۔

پاکستانی فضائیہ جو بھارتی فضائیہ سے ۵ گنا کم تھی، اپنی طاقت کا لوہا منوایا۔ دشمن کے ۱۱۱ طیارے نیست و نابود کر دیئے۔ پاک بحریہ نے بھی ہندوستان کے کئی اہم جہازوں کو ڈبویا ہندوستان اپنی شکست سے پریشان ہو کر فائر بندی کی کوشش کرنے لگا۔

۱۰۔ جمعۃ الوداع رمضان المبارک کا آخری جمعہ

۱۱۔ یوم وفات قائداعظم ۱۱ر ستمبر

۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح اس کے پہلے گورنر جنرل بنے آپ نے حصول پاکستان اور استحکام پاکستان کے لیے ان تھک محنت کی۔ یہ محنت جان لیوا ثابت ہوئی آپ بیمار رہنے لگے اور آخر کار ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو بابائے قوم، قوم کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۲۔ عیدالفطر یکم شوال

۱۳۔ یوم تاسیس آزاد حکومت جموں وکشمیر ۲۴ر اکتوبر

۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء کو الحاق پاکستان کی قرارداد منظور ہوئی۔ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو

Marfat.com

پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ ریاست جموں و کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور ریاست کی ۸۰۰ کلومیٹر سرحد پاکستان سے ملتی ہے اس طرح ریاستوں کے الحاق کے تمام اصولوں کے تحت جموں و کشمیر کا الحاق پاکستان سے ناگزیر تھا۔ ریاست کے ڈوگرہ حکمران نے ۲۷ اگست ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان سے "جوں کا توں معاہدہ" محض وقت گزاری کے لیے کر کے بھارتی فوجوں کو دعوت دی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے ہندوستان سے الحاق کر کے ریاست کو بھارت کی جھولی میں ڈال دیا۔ اس پر ریاست جموں و کشمیر کے غیور مسلمانوں نے ہتھیار سنبھال لیے اور موجودہ آزاد جموں کشمیر کو آزاد کرا کے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جنجال ہل (اگوراہ) پلندری حکومت قائم کی جس کے نگراں صدر غازی کشمیر سردار محمد ابراہیم خاں بنے۔

۱۴۔ یومِ شہدائے جموں ۶ نومبر

۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو جموں کا دلخراش واقعہ پیش آیا۔ اس دن جموں میں دو لاکھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا اور ۵ لاکھ مسلمانوں کو بے خانماں کر کے پاکستان کی طرف دھکیل دیا۔ درندہ صفت ہندو پاکستان کی طرف عازم قافلوں کو بے دردی سے قتل کرتے اور سسکتے ہوئے زخمیوں اور دم توڑتے ہوئے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو ریل میں بے جان نعشیں سیالکوٹ پاکستان روانہ کرتے۔ تحریک آزادی کشمیر میں ۶ نومبر کا واقعہ ناقابل فراموش ہے۔

۱۵۔ یومِ پیدائش علامہ سر محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء

اقبال کو کشمیر سے ایک خاص تعلق ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگ کشمیری پنڈت تھے۔ اس اعتبار سے آپ کشمیری الاصل ہیں۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کا قیام عمل میں آیا۔ علامہ اقبال کی تجویز پر مرزا بشیر الدین محمود احمد سے اس کی قیادت سنبھالنے کی درخواست کی گئی۔ اس تحریک نے مغربی ملکوں میں کشمیریوں کی مظلومیت کی آواز کو پہنچایا

کشمیر کی غلامی علامہ کو بے چین رکھتی تھی۔ آپ نے کشمیر کے بارے میں درد بھرے اشعار لکھے جن میں کشمیر کی مظلومی و محکومی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے:

Marfat.com

ایرانِ صغیر ——— کشمیر

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر

سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

کہہ رہا ہے داستاں بیدردیٔ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر

آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر

۱۶- یوم شہادت کیپٹن حسین خاں و وفات کرنل خاں محمد خاں
۱۱ نومبر

کرنل خان محمد خان بابائے پونچھ چھے چھن تحصیل سدھنوتی (پلندری) میں ۱۸۸۲ء میں حاجی مہتدا خاں کے ہاں پیدا ہوئے۔ چھے چھن کا موجودہ نام خان آباد ہے۔

آپ نے جواں ہو کر فوجی ملازمت اختیار کی۔ آپ فوج سے ۱۹۱۸ء میں ریٹائر ہوئے اور باقی زندگی ریاست کی فلاح و بہبود کے لیئے صرف کر دی۔ ۱۹۳۰ء میں آپ نے ریاست پونچھ کے عوام کے حقوق کا ایک ۲۹ نکات کا منشور تیار کر کے راجہ کی خدمت میں گذارا اور بہت سے مطالبات کو منظور کرا لیا۔ آپ نے سدھن قبیلے کے نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرایا۔ ان نوجوانوں نے ۱۹۴۷ء کی تحریک آزادی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور ریاست پونچھ کے بیشتر حصے کو ڈوگرہ استبداد سے آزاد کرا لیا۔

Marfat.com

آپ نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے مٹھی بھر آٹا سے پلندری میں دینی تعلیم آغاز کیا آج یہ دینی درسگاہ آزاد کشمیر کی سب سے بڑی تعلیمی درسگاہ ہے آپ نے سدھن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ اس تنظیم نے سدھن قبیلہ میں تعلیم عام کی۔

۱۹۳۴ء میں ریاست میں قانون ساز اسمبلی وجود میں آئی۔ آپ پونچھ کی نشست سے بھاری اکثریت سے رکن منتخب ہوئے اور ۱۳ سال تک اسمبلی کے ممبر رہے۔

۱۹۴۷ء میں آپ نے اپنی نشست پر سردار محمد ابراہیم خاں کو کامیاب کرا کے اسمبلی میں بھیجا۔ کرنل ریٹائرڈ محمد نقی خاں آپ کے فرزند ہیں۔

آپ نے سدھن قبیلہ کے ۵۰ ہزار سے زائد تربیت یافتہ نوجوانوں کو جہاد کے لئے تیار کیا اور خود بھی ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت کی۔

۱۱ر نومبر ۱۹۶۱ر کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جامع مسجد پلندری سے ملحق زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کی زریں خدمات کے صلہ میں ۱۱ر نومبر کو پورے آزاد کشمیر میں تعطیل ہوتی ہے۔

۲۔ کیپٹن حسین خاں شہید نے ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی میں ذاتی اثاثہ صرف کر کے رضاکارانہ فوج منظم کی۔ آپ کی قیادت میں آزاد پتن سے تولی پیر تک کا علاقہ ڈوگرہ چنگل سے آزاد ہوا۔ آپ نے اپنی معمولی جمعیت سے ڈوگرہ فوج کو راولاکوٹ کے معرکہ میں ناکوں چنے چبوائے۔

تولی پیر کے معرکہ میں آپ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ر کو داد شجاعت دیتے ہوئے شہید گلہ میں شہادت پائی۔

۱۷۔ عیدالاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ

۱۸۔ برسی قائد کشمیر ۱۸ر دسمبر

قائد کشمیر مسلم کانفرنس کے بانی ہیں۔ آپ نے ریاست میں مسلمانوں کو مسلم کانفرنس کے پرچم تلے جمع کیا اور اپنی تقریروں سے ریاست کے مسلمانوں میں آزادی کی جوت جگائی۔ نوجوان آزادی کے پروانے بن کر ڈوگرہ استبداد سے ٹکرا گئے۔

Marfat.com

ان قربانیوں کی وجہ سے آزاد حکومت جموں و کشمیر معرض وجود میں آئی۔ آپ آزاد حکومت کے نگران اعلیٰ بنے اور اس نئی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ قوم نے آپ کو قائد کشمیر کا خطاب دیا۔

آپ نے اُن خطوط پر اپنی سرگرمیاں استوار کیں جن پر قائداعظم برعظیم میں سرانجام دے رہے تھے۔ آپ کی جماعت نے مسلم لیگ کی طرح دو قومی نظریہ پر کام کیا اور مسلم کانفرنس کو مسلمانوں کی سیاسی تنظیم بنایا۔ اس سیاسی تنظیم نے ریاست کے مسلمانوں کو ایک آزاد خطہ دیا۔

آپ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور راولپنڈی فیض آباد میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

۱۹۔ یوم پیدائش بابائے قوم

۲۵ر دسمبر

برعظیم میں مسلمان جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد قعر مذلت میں گر گئے۔ مسلمان زعماء نے مسلمانوں کو ذلت کے گرداب سے نکالنے کی کوشش کی ان میں سرسید احمد خان، مولانا محمد علی جوہر، علامہ سر محمد اقبال کے نام آتے ہیں ان سب میں نمایاں نام قائداعظم جناح کا ہے۔

برعظیم میں مسلمانوں کی سیاسی تنظیم مسلم لیگ تھی۔ آپ نے اس جماعت کے پرچم تلے برعظیم کے مسلمانوں کو جمع کیا اور ۱۹۴۰ء قرارداد لاہور میں پاکستان کا مطالبہ کیا۔ سات سال کے قلیل عرصہ میں اسلامی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کو حاصل کر لیا۔

قائداعظم سیاسی بصیرت میں برعظیم کے سب لیڈروں سے بڑھے ہوئے تھے آپ نے تحریک آزادی کو بڑے تدبر سے ہمکنار کیا۔ آپ ایک بار بھی جیل نہیں گئے۔ جو بات کہی ڈنکے کی چوٹ کہی اور انگریز کو اس کے قانون میں پابہ زنجیر کر دیا۔

انگریز اور ہندو جب قائداعظم کے سامنے بے بس ہو گئے تو انہوں نے تقسیم ہند کا منصوبہ منظور کر لیا اور ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آگیا۔ ۲۵ر دسمبر ۱۸۷۶ء آپ کا یوم پیدائش ہے ؎

نرگس ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

Marfat.com

پرچم آزاد حکومت جموّں وکشمیر

پرچم کا ایک چوتھائی پھریرہ پیلا اور باقی سبز اور اس میں چاند تارا
اور چار لکیریں جو دریاؤں کو ظاہر کرتی ہیں

Marfat.com

ترانہ آزاد حکومت جموّں و کشمیر

وطن ہمارا آزاد کشمیر

باغوں اور بہاروں والا — دریاؤں کہساروں والا
آسماں ہے جس کا پرچم — پرچم چاند ستاروں والا
جنت کے نظاروں والا — جموں اور کشمیر ہے سارا

وطن ہمارا آزاد کشمیر

کوہستانوں کی آبادی — پہن چکی تاجِ آزادی
عزت کے پروانے جاگے — آزادی کی شمع جلا دی
تم بھی اٹھو اہلِ وادی — حامی ہے اللہ تمہارا

وطن ہمارا آزاد کشمیر

زر کے لالچ میں او شیطاں — کیوں بیچیں ہم دین و ایماں
پاکستان کے ساتھ کھڑے ہیں — عزت، حرمت، حکمِ قرآں
جان بھی قرباں مال بھی قرباں — مال سے پیارا جان سے پیارا

وطن ہمارا آزاد کشمیر

Marfat.com

قومی ترانہ

قومی ترانہ کے شاعر حفیظ جالندھری مرحوم ہیں

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالیشان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام
قوم ملک سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

Marfat.com

قومی پرچم

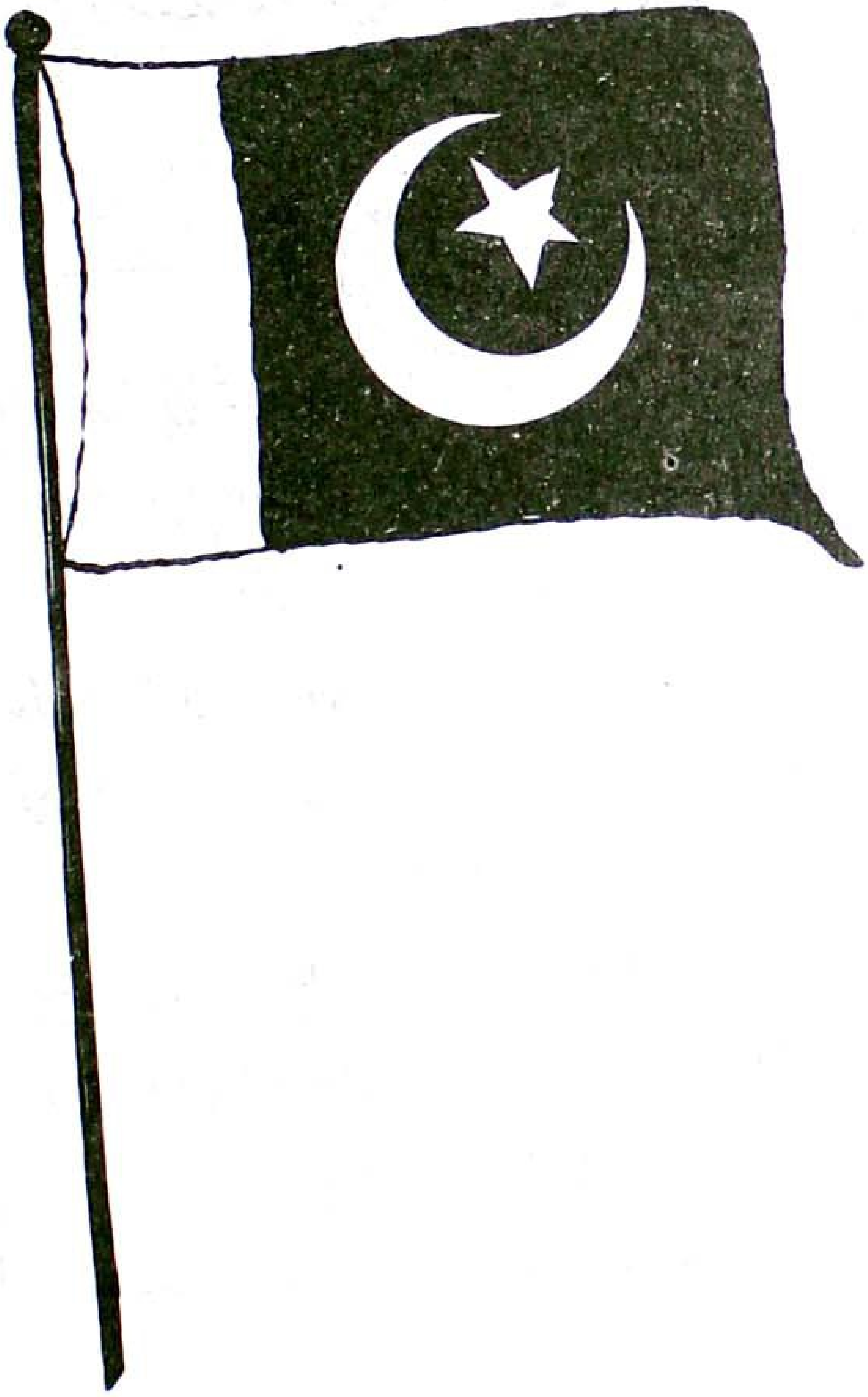

Marfat.com

حکومت آزاد کشمیر

آزاد جموں و کشمیر کی حکومت کا ۲۴ راکتوبر ۱۹۴۷ء کو یوم تاسیس ہے اس دن مجاہدین جموں کشمیر نے آزاد حکومت قائم کر کے اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ اس سے پہلے ۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء میں مسلم کانفرنس "الحاق پاکستان" کی قرارداد منظور کر چکی تھی گویا مجاہدین کا نصب العین الحاق پاکستان تھا۔ اس نظریہ نے مجاہدین کو سرگرم عمل کر دیا تھا۔ مسلح تحریک کا آغاز نیلا بٹ (دھیر کوٹ) ایک ۲۲ سالہ نوجوان سردار محمد عبدالقیوم خاں نے کیا۔ پھر کیا تھا ہر ضلع میں مسلح کارروائی شروع ہو گئی۔ اس نظریہ اور منزل کو قریب کرنے کے لئے سرحد سے افغان بھائی مدد کو پہنچ گئے اور قریب تھا کہ مہاراجہ ہری سنگھ کی طرح اس کی فوجیں بھی دل ہار بیٹھتیں لیکن بھارت کی افواج ریاست میں داخل ہو کر نہتے عوام کو گولیوں کا نشانہ بنانے لگیں۔

۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو جموں میں ۲ لاکھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور ۵ لاکھ مسلمانوں کو بے خانماں ہونے پر مجبور کیا۔ یہ درندہ صفت پاکستان کی طرف عازم قافلوں کو بے دردی سے قتل کرتے، سسکتے ہوئے زخمیوں اور دم توڑتے ہوئے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو لے کر ریل سیالکوٹ پہنچی۔

قائداعظم کشمیر کو شہ رگ سمجھتے تھے کوئی قوم اپنی شہ رگ کو دشمن کے حوالے کر کے آزادی کا سانس نہیں لے سکتی۔ آپ نے پاکستانی افواج کا کمانڈر انچیف سر ڈگلس گریسی کو جموں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستانی افواج میں اعلیٰ عہدوں پر انگریز تھے اور پاکستان کے حصہ کا سروسامان بھارت منتقل کرنے میں گریسی بھی لیت و لعل سے کام لیتا رہا۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے ہندوستان سے الحاق کر لیا یہ طریق الحاق کی دانستہ خلاف ورزی تھی۔ ایک ایسی مملکت کو نظر انداز کر کے جس کے ساتھ عوام کے، مذہبی معاشی

Marfat.com

اور تہذیبی روابط تھے جس کے ساتھ ۲/۱ ۸ سو کلو میٹر سرحد ملتی تھی جس کی طرف ۱۲ میں سے ۱۱ راستے کھلتے تھے ایک ایسی مملکت کے ساتھ الحاق کر لیا جس نے صرف حکمران تبدیل کیا لیکن جموں وکشمیر کے شب و روز بدلنے نہیں دیئے۔

اسی الحاق کے ساتھ ہندوستان نے اپنی فوجیں جموں وکشمیر میں اتار دیں اس کا خیال تھا کہ مجاہدین کو شکست دینا مشکل نہیں ہے اس کے اندازے غلط نکلے۔ کشمیری مجاہدین اور سرحدی حریت پسندوں نے بھارتی مہاشوں کا قافیہ تنگ کر دیا۔ مجاہدین کے تابڑ توڑ حملوں نے دشمن کی کمر دہری کر دی۔ اور کشمیر کی موسم سرما کی برف باری نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی بھارت نے مجاہدین سے نپٹنے کے لئے یہ مسئلہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل میں پیش کر دیا۔ ۶ر جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل کے سامنے ایک قرارداد پیش ہوئی۔ جس میں دونوں ملک فوجیں ہٹالیں۔ مہاجرین کو گھروں میں آباد کیا جائے اور رائے شماری سے وہ فیصلہ کریں کہ وہ کس سے الحاق کرنا چاہتے ہیں۔

بھارت نے پاکستان پر بہت سے الزامات لگائے اور مجاہدین کو پاکستان کی باقاعدہ فوج قرار دیا اس نے جنگ کو پاکستان کی سرحدوں تک پھیلا دیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے منکا تان کر بھارت کو للکارا اور اپنی فوجیں مئی ۱۹۴۸ء کو مقابلہ میں کھڑی کر دیں۔ بھارت کے اندازے غلط نکلے اب وہ جنگ بندی کی فکر میں تھا۔

۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء اور ۲۵ر جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں میں سلامتی کونسل نے جنگ بندی اور جموں وکشمیر میں آزادانہ استصواب رائے کی تجاویز منظور کیں۔ دونوں حکومتوں نے ان تجاویز کو منظور کیا اور جنگ بند ہو گئی۔

آزاد حکومت کی بنیاد جنجال ہل (گوراہ) پلندری کے قریب رکھی گئی بعد میں حکومت کا صدر مقام مظفر آباد منتقل کیا گیا۔ پہلی کابینہ میں سردار محمد ابراہیم خاں صدر، کرنل سید علی احمد شاہ، چوہدری محمد عبداللہ خاں بھلی، خواجہ غلام الدین وانی، سید نذیر حسین شاہ خواجہ ثناء اللہ شمیم وزراء تھے۔ اکتوبر میں ہی مظفر آباد کے جیالے رضاکاروں نے قبائلی مجاہدین

Marfat.com

سے مل کر مظفر آباد شہر پر قبضہ کر لیا جو آج کل آزاد جموں و کشمیر حکومت کا دارالحکومت ہے۔

قائد کشمیر مارچ ۱۹۴۸ء کو جموں سے رہا ہو کر پاکستان پہنچے اور کشمیری مہاجرین کی آبادکاری میں قائد اعظم کا ہاتھ بٹایا۔ اس وقت جہاد کشمیر جاری تھا۔ آپ نے تحریک آزادی کشمیر کی کمان سنبھال لی اور آزاد کشمیر کے نگران اعلیٰ بن گئے ۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو سلامتی کونسل نے آزادانہ استصواب رائے کی تجویز پر جنگ بندی حکومت پاکستان نے منظور کر لی، قائد اعظم کی طرح قائد کشمیر نے بھی ہندوؤں کا بڑے قریب سے مطالعہ کیا تھا آپ جنگ بندی کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن پاکستان تحریک آزادی کو جاری رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا ملک میں بارشوں کی کمی کی وجہ سے زرعی اجناس کو سخت نقصان پہنچا۔ سرکاری گوداموں میں گندم ختم ہوگئی۔ عوام خواجہ ناظم الدین کو قائد ملت کے نام سے یاد کرنے لگے۔

مئی ۱۹۵۰ء میں سردار محمد ابراہیم کی جگہ کرنل سید علی احمد شاہ آزاد کشمیر کے صدر بنے اس سے مسلم کانفرنس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ سردار محمد ابراہیم اپنا گروپ لے کر الگ ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۵۱ء میں قائد کشمیر نے نگران اعلیٰ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور سیاست سے دست کش ہو گئے۔

آزاد کشمیر کے باشندوں اور کشمیری مہاجرین کا مطالبہ تھا کہ قائد کشمیر انہیں اس حالت میں چھوڑ کر اپنی مخلصانہ قیادت سے محروم نہ کریں۔ عوام کے ہمہ گیر مطالبہ پر قائد کشمیر سیاست میں واپس آ گئے۔ آپ نے میرپور کے جلسہ عام میں اعلان فرمایا:

"پاکستان کی حکومتیں آتی جاتی رہیں گی، ہمیں افراد سے نہیں مقاصد سے واسطہ ہے۔ ہمارا تعلق ملت اسلامیہ اور مملکت پاکستان سے ہے جو ہماری آرزوؤں کا منبع اور مرکز ہے لہذا انتہائی بدترین سلوک کے باوجود ہم پاکستان سے کشمیر کا الحاق کے نصب العین سے دست کش نہیں ہو سکتے۔

۶ ستمبر ۱۹۵۶ء کو مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ مظفر آباد میں سردار محمد عبدالقیوم خان کو صدر بنایا گیا۔ آپ نے یہ عہدہ اس شرط پر قبول کیا کہ چوہدری

Marfat.com

محمد علی وزیر اعظم پاکستان، آزادی کشمیر کے لیے کوئی پروگرام تیار کریں۔ لیکن ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء کو چوہدری محمد علی کو مستعفی ہونا پڑا اور ان کی جگہ حسین شہید سہروردی وزیر اعظم بنے انہوں نے آزاد کشمیر کے معاملات میں دخل دینا شروع کیا۔

۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء کو مسلم کانفرنس کی حکومت ختم ہوگئی۔ سردار محمد ابراہیم نے حکومت اور جماعت کی صدارت سنبھال لی۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں سہروردی کی وزارت بھی ختم ہوگئی۔ ان کی جگہ آئی۔ آئی چندریگر نے وزارت سازی کی مگر صرف ۲ ماہ بعد ۸ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ان کی وزارت بھی ختم ہوگئی۔ سکندر مرزا نے ری پبلکن پارٹی کے قائد فیروز خان نون کو پاکستان کا وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ قائد کشمیر نے ملک فیروز خاں نون کو خط لکھا کہ اگر ہندوستان رائے شماری کرانے سے پہلوتہی کر رہا ہے تو اس سے سفارتی، تجارتی اور دوسرے تمام تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔ وہ اس طرح ہندوستان پر دباؤ ڈالنا چاہتے تھے لیکن خان نون نے ایسا کرنے سے معذرت کی۔ آپ نے جون ۱۹۵۸ء میں کشمیر لبریشن موومنٹ (K. L. M) کے نام سے تحریک آزادی کشمیر شروع کی۔ ۲۷ جون ۱۹۵۸ء کو قائد کشمیر کو جنگ بندی لائن توڑنے کی پاداش میں گرفتار کر لیا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے ملک میں مارشل لا لگا دیا اور نون کی وزارت عظمی ختم ہوگئی۔

۲۹ اپریل ۱۹۵۹ء کو سردار محمد ابراہیم خاں کی جگہ مسٹر کے۔ ایچ خورشید آزاد حکومت کے صدر بنے۔ ایوب خان بنیادی جمہوریتوں کا نظام پاکستان میں رائج کرنا چاہتے تھے انہوں نے اس کی ابتدا آزاد حکومت سے کی۔ بنیادی جمہوریتوں کے ۲۴۰۰ ارکان منتخب ہوئے۔ اور انہوں نے مسٹر کے ایچ خورشید کو اکتوبر ۱۹۶۱ء میں آزاد حکومت کا صدر منتخب کیا۔

۱۹۶۲ میں بھارت نے چین کے ہاتھوں شکست کھائی اور کشمیر کے تنازعہ پر پاک بھارت مذاکرات شروع ہوئے تو افواہ گرم تھی کہ کشمیر کے حصے بخرے کر کے تقسیم کی جا رہی ہے۔ قائد کشمیر نے لاہور میں "آل پارٹیز کشمیر کانفرنس" بلائی اور "کشمیر کمیٹی" قائم کی جس کے چیرمین چوہدری غلام عباس اور اراکین کمیٹی خواجہ ناظم الدین، مسٹر سہروردی، چوہدری محمد علی اور مولانا مودودی تھے۔

Marfat.com

۵ اگست ۱۹۶۴ء کو مسٹر کے۔ ایچ خورشید نے کشمیر کی صدارت سے اس لئے استعفیٰ دے دیا کہ آپ منگلا ڈیم کی تعمیر کے سلسلہ میں میرپور کے عوام کو زیادہ سے زیادہ مراعات دلانا چاہتے تھے لیکن ایوب خاں حکومت اس حق میں نہ تھی۔ ایوب خاں، جسٹس عبدالحمید خاں کو آزاد جموں و کشمیر کا صدر بنایا۔ انہوں نے ایکٹ ۱۹۶۴ء نافذ کر کے سارے اختیارات وزارت امور کشمیر کے حوالے کر دیئے۔

قائد کشمیر نے ایکٹ ۱۹۶۴ء کو کالا قانون قرار دے کر اسے آزادی کشمیر کے منافی قرار دیا۔ ایوب خاں کے۔ ایچ خورشید کی سیاسی بصیرت کے قائل تھے لیکن آمریت نیک و بد کو اپنے اقتدار کی بقا کے لئے استعمال کرتی ہے۔ ۶ اگست ۱۹۶۴ء کو جسٹس عبدالحمید خاں کو صدر بنایا گیا۔ انہوں نے ۹۹٪ ووٹوں کی اکثریت سے ایوان کا اعتماد حاصل کیا۔

۱۹۶۵ء میں ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین کشمیر میں داخل ہو گئے اور اس اچانک کارروائی سے مقبوضہ کشمیر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور بھارت اس سے بوکھلا گیا اس نے پاکستان کی بین الاقوامی سرحد لاہور، سیالکوٹ اور راجستھان پر حملہ کر دیا۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستانی عوام اور فوجوں نے اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کو میدان جنگ میں نقصان پہنچایا۔ اس سے عوام کو ایک نیا ولولہ اور جذبہ ملا تھا۔ ایوب خاں پاکستان پر حملہ کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے حالانکہ ایسے بے اعتبار دشمن سے اصولوں کی پابندی اور پاس کا سوچنا بھی احمقوں کی جنت میں رہنا ہے روس کے وزیراعظم مسٹر کوسیجکن نے ایوب خاں کو مجبور کیا کہ وہ گفت و شنید سے اپنے تنازعات حل کریں اگر چند روز تک ایوب خاں ہمت نہ ہارتے تو کشمیر مکمل آزاد ہو جاتا۔

تاشقند میں وزیراعظم بھارت لال بہادر شاستری اور محمد ایوب خان میں مذاکرات ہوئے ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو یہ اعلان ہوا کہ پاکستان اور بھارت ۵ اگست ۱۹۶۵ء والی پوزیشن پر اپنی فوجیں ہٹا لیں گے۔ اپنے تنازعات کے حل میں طاقت کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ایوب خاں میدان جنگ میں جیتی ہوئی بازی تاشقند میں لال بہادر شاستری

Marfat.com

کے سامنے جنگ ہار گئے۔ بھارتی وزیر اعظم شادی مرگ ہو گئے لیکن پاکستانی عوام مایوس ہو گئے۔ سرکاری سطح پر معاہدہ تاشقند کو صلح حدیبیہ سے ملانے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ تنازعہ کشمیر کو بات چیت سے حل کرنے اور طاقت استعمال نہ کرنے کا معاہدہ کر کے مسئلہ کشمیر کی جڑ ہی کاٹ ڈالی گئی۔

وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے اس اقدام پر نکتہ چینی کی، جس کی پاداش میں انہیں وزارت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ مسٹر بھٹو نے کابینہ سے نکل کر زبردست تحریک چلائی جس میں انھیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو صدر پاکستان نے تمام اختیارات بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحییٰ خاں کے حوالے کر دیئے۔ یحییٰ خاں نے ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔

۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو بالغ رائے دہی کی اساس پر انتخابات منعقد ہوئے۔ مشرقی پاکستان کے شیخ مجیب الرحمٰن متحدہ پاکستان میں بھاری اکثریت سے جیتے لیکن مغربی پاکستان سے کوئی بھی نشست حاصل نہ کر پائے۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے ۸۶ نشستیں حاصل کیں لیکن مشرقی پاکستان سے کوئی نشست حاصل نہ کر سکی اس طرح عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی اقتدار پر اتفاق نہ کر سکیں۔ بھٹو اور یحییٰ گٹھ جوڑ نے شیخ مجیب الرحمان کو بنگلہ دیش کی راہ دکھائی یحییٰ خاں نے بریگیڈیر عبدالرحمٰن کو ۸ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو صدر آزاد کشمیر بنایا۔

۱۹۷۰ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر صدارتی انتخابات کرائے گئے ان میں جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے امیدوار سردار عبدالقیوم خاں بھاری اکثریت سے جیت گئے۔

۱۹۷۱ء پاک بھارت جنگ نے ملک کو دولخت کر دیا جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ اور وہاں عوامی لیگ کی حکومت قائم ہو گئی۔ شیخ مجیب الرحمٰن پہلا صدر بنا۔ مغربی پاکستان میں ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو عوامی حکومت قائم ہوئی۔ مسٹر بھٹو نے صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ آزاد جموں و کشمیر میں بھی پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۶ اپریل ۱۹۷۵ء کو شیخ منظر مسعود کو آزاد حکومت کا صدر بنایا گیا۔

Marfat.com

۱۹۷۷ء میں پارلیمانی نظام حکومت کے تحت انتخابات کرائے گئے اس میں جموں وکشمیر کی بڑی جماعتوں نے بائیکاٹ کیا اور ان انتخابات کو جانبدارانہ اور غیر منصفانہ قرار دیا اس کے نتیجہ میں سردار محمد ابراہیم خاں صدر آزاد حکومت اور خان عبدالحمید خاں وزیر اعظم بنے۔ ۱۹۷۷ء میں پاکستان میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد آزاد جموں وکشمیر میں اسمبلی ختم کر کے عبوری حکومت قائم کر دی گئی۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو بریگیڈیر محمد حیات خاں آزاد جموں وکشمیر کے صدر بنے۔ یکم فروری ۱۹۸۳ء کو آپ اس عہدہ سے علیحدہ ہوئے اور آپ نے تحریک عمل سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی اور ریٹائرڈ میجر جنرل عبدالرحمن یکم فروری ۱۹۸۳ء کو آزاد جموں وکشمیر کے صدر بنے۔

۱۹۸۵ء میں پارلیمانی نظام حکومت کے تحت آزادانہ انتخابات ہوئے جس میں مسلم کانفرنس نے اکثریت سے کامیابی حاصل کی، اس کے نتیجہ میں وزیر اعظم سردار سکندر حیات خاں اور صدر سردار محمد عبدالقیوم خاں منتخب ہوئے۔ حزب اختلاف کے قائد کے۔ ایچ خورشید ہیں اور اس میں لبریشن لیگ، تحریک عمل اور آزاد مسلم کانفرنس تینوں جماعتیں شامل ہیں۔

سربراہانِ مملکت آزاد جموں وکشمیر

نام	دور صدارت
۱۔ سردار محمد ابراہیم خاں	۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء تا ۳۰ر مئی ۱۹۵۰ء
۲۔ کیپٹن جنرل سید علی احمد شاہ	یکم جون ۱۹۵۰ء تا یکم دسمبر ۱۹۵۱ء
۳۔ میرواعظ محمد یوسف شاہ	یکم دسمبر ۱۹۵۱ء تا ۲۱ر جون ۱۹۵۲ء
۴۔ کرنل شیر احمد خاں	۲۲ر جون ۱۹۵۲ء تا ۳۱ر مئی ۱۹۵۶ء
۵۔ میرواعظ محمد یوسف شاہ	یکم جون ۱۹۵۶ء تا ۶ر ستمبر ۱۹۵۶ء
۶۔ سردار محمد عبدالقیوم خاں	۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء تا ۱۲ر اپریل ۱۹۵۷ء
۷۔ سردار محمد ابراہیم خاں	۱۴ر اپریل ۱۹۵۷ء تا ۲۶ر اپریل ۱۹۵۹ء
۸۔ کے۔ ایچ خورشید	۲۷ر اپریل ۱۹۵۹ء تا ۵ر اگست ۱۹۶۴ء

Marfat.com

۹۔ خان عبدالحمید خاں	۶ر اگست ۱۹۶۴ء تا	۷ر اکتوبر ۱۹۶۹ء
۱۰۔ بریگیڈیر عبدالرحمٰن	۸ر اکتوبر ۱۹۶۹ء تا	۱۲ر نومبر ۱۹۷۰ء
۱۱۔ سردار محمد عبدالقیوم خاں	۱۳ر نومبر ۱۹۷۰ء تا	۵ر اپریل ۱۹۷۵ء
۱۲۔ شیخ منظر مسعود	۱۶ر اپریل ۱۹۷۵ء تا	۵ر جون ۱۹۷۵ء
۱۳۔ سردار محمد ابراہیم خاں	۵ر جون ۱۹۷۵ء تا	۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۸ء
۱۴۔ میجر جنرل محمد حیات خاں	۳۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء تا	یکم فروری ۱۹۸۳ء
۱۵۔ ریٹائرڈ میجر جنرل عبدالرحمٰن	یکم فروری ۱۹۸۳ء تا	یکم اکتوبر ۱۹۸۵ء
۱۶۔ سردار محمد عبدالقیوم خاں	یکم اکتوبر ۱۹۸۵ء	

Marfat.com

نقشہ علاقہ جات شمالی
گلگت بلتستان

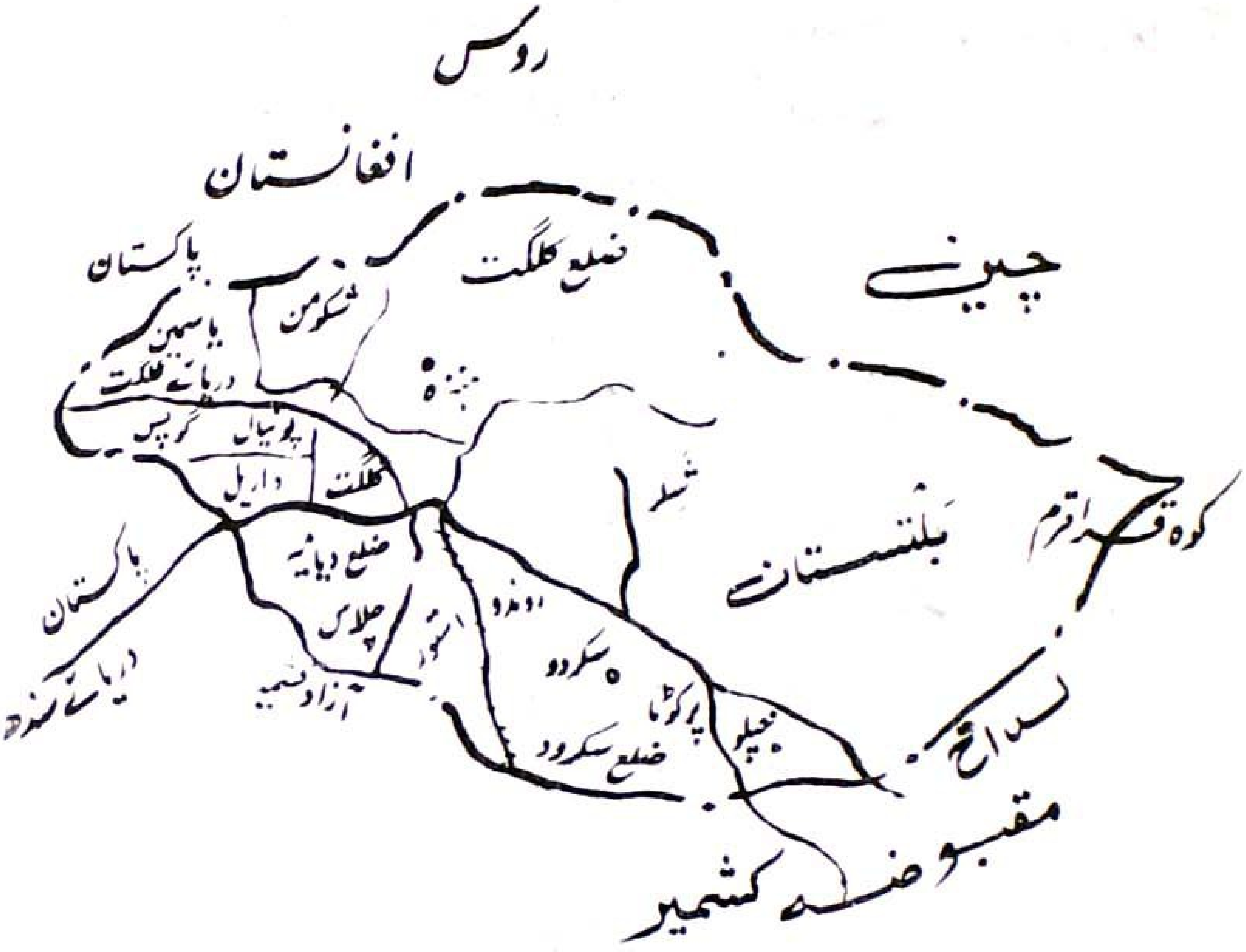

باب ۲

ارضِ شمالی علاقہ جات

شمالی علاقہ جات میں گلگت اور بلتستان کے علاقے آتے ہیں ان شمالی علاقہ جات کا ایک کمشنر ہے اور انتظامی تقسیم میں تین ضلعوں میں بانٹا گیا ہے۔

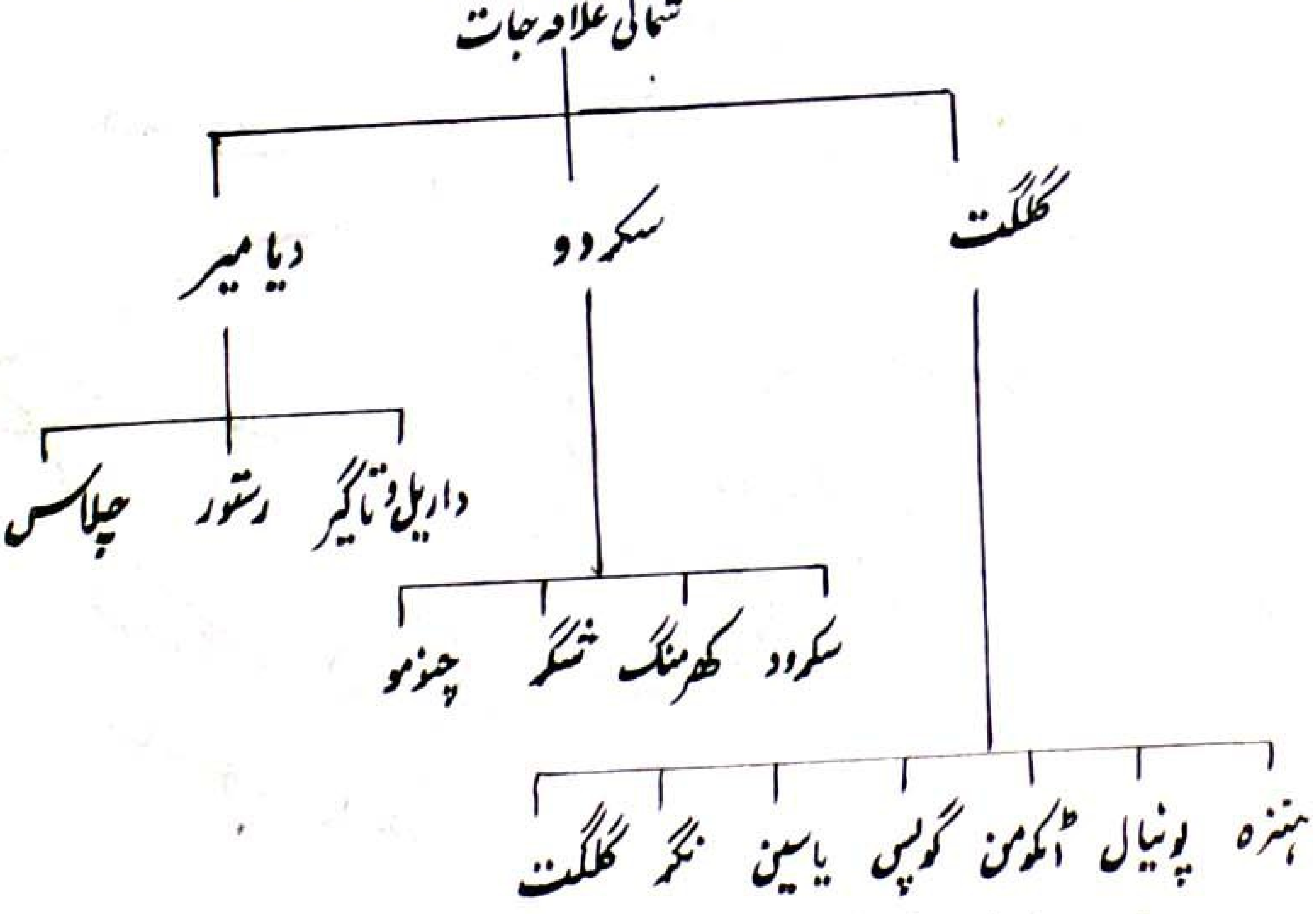

ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ کونسل ہے پورے علاقے میں ۱۰۵ یونین کونسلیں ہیں اور ۶۴۱ دیہات ہیں۔ ۳۶ پولیس سٹیشن، ۲۹ پاور اسٹیشن ہیں۔ جن میں ۵ میگا واٹ بجلی حاصل کی جاتی ہے اور اس سے ۵۷ دیہات منور کیے گئے ہیں۔

ناردرن کونسل کے سولہ ممبر ہیں ہر سب ڈویژن سے ایک ایک رکن لیا جاتا ہے اس طرح ضلع گلگت کے ۶ اراکین، ضلع سکردو کے ۶ ارکان اور ضلع دیامیر کے ۴ رکن کونسل میں شامل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

محل وقوع

گلگت کا علاقہ صوبہ کشمیر کے شمال میں واقع ہے۔ شمال مشرق میں کوہستان قراقرم کی شاخوں سے بلتستان کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ کوہستان کیون لن اور قراقرم گلگت اور بلتستان کے دریاؤں کو جدا کرتے ہیں۔ جس خطہ سے پانی دائیں طرف جاتا ہے وہ علاقہ بلتستان کا ہے اور جس علاقے کا پانی مغرب کی طرف آتا ہے وہ گلگت میں شمار ہوتا ہے۔ گلگت کے شمال میں نگر اور ہنزہ کی وادیاں ہیں۔ جنوب میں چلاس (دیامیر) اور جنوب میں دور تک استور کی وادیاں ہیں۔ گلگت اور کشمیر کے درمیان برزیلا کا درہ ہے۔

بلتستان گلگت کے مشرق میں کوہستان قراقرم کی شاخوں سے بلتستان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ گلگت سے اسکردو ۲۲۶ کلومیٹر ہے راستہ میں پہلا اہم شہر روندو ہے اس کے بعد باشو اور پھر دراس شہر آتا ہے۔ اسکردو میں چیلینگ ایک قصبہ ہے۔ یہاں ایک عمدہ آبشار ہے۔ گول کے قریب دریائے شیوک اور دریا اٹک کا سنگم ہوتا ہے اسکردو کے کچھ فاصلے پر وادی شگر میں دریائے شگر بہتا ہے۔ شگر ایک آباد قصبہ ہے۔ جہاں راجہ شگر کا محل، مسجدیں اور قبرستان یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قصبہ قدیم سے مسلمانوں کا مسکن چلا آرہا ہے۔ شگر سے ۳۲ کلومیٹر کے فاصلے پر لسٹر کا آبشار ہے اس کے ۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر چھوترن کا گندھک ملا گرم پانی کا چشمہ ہے۔ اشکول کے چاروں طرف برفانی میدان ہیں۔ چوکو لنگ ماگان، میٹیوگان، ہبوچس، الچوری گاں برفانی میدان ہیں۔

اسکردو سے ۱۰۴ کلومیٹر دریائے شیوک کے جنوبی جانب علاقہ خپلو ہے جو کئی دیہات میں آباد ہے یہ گنجان آبادی کا علاقہ ہے۔

دریائے سندھ کے کنارے بلتستان کا بالائی حصہ کھرمنگ کہلاتا ہے اس سے آگے دریائے سندھ کے کنارے لیہ (لداخ) ہے۔ بائیں طرف علاقہ لوریگ (کرگل) ہے سلسلہ کوہستان زنکن یہ زنسکار امرناتھ اور برزیلا تک چلا گیا ہے۔ کوہ ہمالیہ کی شمالی دیوار ہے یہ جموں وکشمیر کے دریاؤں کو لداخ کے دریاؤں سے جدا کرتا ہے۔

Marfat.com

کرگل سے وادی کشن گنگا تک کا علاقہ مقبوضہ کشمیر میں شامل ہے اس میں دریائے سندھ پر ڈورا، نیمو، کمڈوک، سپتی اور لیہ اہم شہر ہیں۔ کرگل اس علاقہ میں مقبوضہ کشمیر کی اہم چھاؤنی ہے۔ کرگل سطح سمندر سے ۸۷۸۷ فٹ بلند ہے اور لیہ (لداخ) ۹۵۸۰ فٹ بلند ہے۔ کشتواڑ اور کرگل کے مابین درہ ٹیہ کل اور پنسیلا ہیں۔

لداخ مقبوضہ کشمیر میں شامل ہے اس میں لداخ، رپشو، نوبرا، زنسکار، دراس اور کرگل شامل ہیں۔ اس میں میدان دیوسائی سطح سمندر سے ۱۳ ہزار فٹ اور میدان کیون لن ۱۷ ہزار فٹ ہے۔ لداخ، بلتستان کی نسبت کم آباد علاقہ ہے۔

لداخ میں گرمیوں میں سخت گرمی اور سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ سال میں دو تین دفعہ بارش ہوتی ہے لیکن برف بالکل نہیں گرتی۔ اس علاقے کے پہاڑ گنجے ہیں۔ دریائے اٹک اس علاقہ سے بہتا ہوا بلتستان میں داخل ہوتا ہے اس سے نہریں نکال کر زراعت کی جاتی ہے۔ پیداوار میں گیہوں اور جَو پیدا ہوتا ہے۔ زیرہ، خوبانی اور سیب اس علاقہ کے پھل ہیں۔ نیل گائے، آہو، پشمینہ والی بکری، خرگوش اور زہو جانور ہیں۔ زہو سے کھیتی باڑی کرتے ہیں یہ گائے کی طرح کا جانور ہے۔

لداخ میں بدھ مذہب کے لوگ آباد ہیں ان کے مندر ویرانوں میں بنائے گئے ہیں۔ ان کا گرو "لامہ" سر منڈا اور سُرخ لباس زیب تن کرتا ہے یہاں صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے۔ اور چھوٹے خود بخود بھاوج کے خاوند قرار پاتے ہیں۔ کرگل میں کچھ مسلمانوں کی آبادی ہے۔

لیہ لداخ کا صدر مقام ہے۔ یہاں راجہ کا محل پہاڑی پر واقع ہے اس علاقہ میں پینگ اور بازگو کے قصبات خوب آباد ہیں۔ لامہ یارو میں لداخ کا بڑا لامہ رہتا ہے۔ لیہ سے ۵۰ کلومیٹر دور ہمیس کا غار ہے جو بدھ مذہب کا مشہور تیرتھ ہے۔

رپشو میں ڈورا، نیمو کمڈوک اور رپشی مشہور قصبے ہیں۔ اس علاقہ کے چنگ خانہ بدوش اپنے ریوڑوں کے ساتھ پھرتے ہیں۔

رپشو میں سموری جھیل ۲۴ کلومیٹر لمبی ۱۵ کلومیٹر چوڑی ہے سوکہ جھیل ۲۱ کلومیٹر لمبی اور ۸ کلومیٹر چوڑی ہے۔

Marfat.com

علاقہ زنسکار میں کئی برفانی میدان ہیں۔ دریائے زنسکار پر پادم تھونددی، نیر اور چیلنگ مشہور قصبے ہیں۔ کرگل سے ۴۵ کلومیٹر دور سورو بڑا آباد اور بارونق قصبہ ہے یہ دریائے سورو کے کنارے واقع ہے۔

کرگل دریائے سورو پر واقع ہے۔ غالب آبادی مسلمانوں کی ہے۔ دریا کے کنارے کھیتی باڑی ہوتی ہے اس لئے لوگ خوشحال ہیں اس شہر میں پرانا قلعہ ہے۔

کرگل سے ۲۵ کلومیٹر دریائے دراس کے کنارے قصبہ دراس ہے اس میں ایک پرانا قلعہ ہے۔ دریائے دراس کے کنارے کھیتی باڑی ہوتی ہے یہ اپنی شادابی کی وجہ سے بڑی عمدہ جگہ ہے اس قصبہ میں بلتی اور دادر قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔

کرگل سے ۶۵ کلومیٹر دور شیر گول کا قصبہ ہے اس کی ساری آبادی بدھ مت ہے اور اسے مندروں کا شہر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

شمال میں کوہ کیون لن اور نوک زنگ ۳۱ ہزار فٹ بلند، شمال مشرق میں مستغ یا قراقرم، بلتستان کے شمال میں گاڈون آسٹن کی چوٹی ۲۸ ہزار فٹ بلند ہے یہ دنیا کے بلند ترین پہاڑوں میں دوسرے درجے پر ہے۔

گلگت میں کوہ اراکی پوش ۲۶ ہزار فٹ بلند ہے۔ گلگت کے مغرب میں کوہ آکاش پیر پنچال کے پہاڑ ہیں۔ نانگا پربت ۲۷ ہزار فٹ بلند ہے اور کے ٹو ۲۸۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ بالتورو، دیامیر، چوکولنگ، ماگال، ٹے پوگان، بیوس اور کیروگان کے یخ بستہ میدان یعنی اس علاقہ کے گلیشیر ہیں۔ پٹسالنگ تھالڈیٹ، ٹینگ گانگ، سوموریری لوگ ینگ، لداخ و پاسین کی گرم پانی کی جھیلیں ہیں۔ بلتستان میں چھوترن، نوبرا اور لداخ میں نیانگ اور چان تھانگ گرم پانی کے چشمے ہیں۔

حدود اربعہ

گلگت بلتستان کے مشرق میں تبت، شمال مشرق میں چین، شمال میں روس، مغرب میں افغانستان اور پاکستان اور جنوب میں صوبہ کشمیر اور بھارت واقع ہیں۔

Marfat.com

تحریکِ آزادی

گلگت وبلتستان، جموں وکشمیر کا علاقہ قدیم سے ایک وحدت رہا ہے۔ جب کبھی مرکز کمزور ہوا تو مختلف علاقے جس کی لاٹھی اس کی بھینس بنی۔ کئی راجدہانیاں قائم ہوگیئں۔ مسلم بادشاہ سلطان شہاب الدین (۱۳۶۰ - ۱۳۸۷) نے تبت، گلگت اور بلتستان کے علاقے جموں وکشمیر کی سلطنت میں شامل کیے۔

شاہ میری خاندان نے تقریباً ۲۰۰ سال حکومت کی ان کے دور میں کشمیر کی حکومت میں گلگت، بلتستان اور تبت شامل تھے۔ ۱۵۵۱ء میں چک خاندان شاہ میری خاندان کو زوال سے ہمکنار کرکے کشمیر کے تخت پر جلوہ فروز ہوا۔ اس نے ۳۵ برس حکومت کی ان کی سلطنت میں بھی شمالی علاقہ جات شامل تھے۔ ۱۵۸۶ء میں مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر نے یوسف شاہ حاکم کشمیر کو شکست دے کر کشمیر کو مغلیہ سلطنت کا حصہ بنا لیا۔ ۱۶۰۰ء میں محمد قلی خاں کشمیر کا صوبیدار تھا اس بار اکبر اپنی تمام رانیوں اور شہزادہ سلیم کو بھی ہمراہ لایا اور بلتستان کے شاہی خاندان میں شہزادہ سلیم کی شادی کی۔ ۱۷۵۲ تا ۱۸۱۹ افغان عہد بھی سلطنت کی حدود قائم رہیں۔ ۱۸۱۹ء سے ۱۸۴۶ تک سکھ حکومت کا صوبیدار اس علاقہ پر حکومت کرتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کرنل سید نتھوشاہ آف گوجرانوالہ نے گلگت اور استور میں فوجی چوکیاں قائم کرکے سکھ تسلط کو قائم رکھا۔ ۱۸۳۴ء میں لداخ اور بلتستان کے باشندوں نے سکھ غلامی کا جوا اتارنے کے لیے ہتھیار سنبھال لیے لیکن مقامی سرداروں نے گلاب سنگھ کا ساتھ دیا اور ریاستی تسلط برقرار رہا سکھوں نے راجہ آف سکردو کے لڑکے کو سلطان مقرر کیا اور اس نے ریاستی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔

عہد نامہ امرتسر ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو انگریزوں نے ریاست مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دی اور گلاب سنگھ اس علاقہ کا مالک بن گیا جس پر سکھوں کا اقتدار تھا۔ ۱۹۳۱ء میں ریاست میں سیاسی بیداری کی ایک لہر اٹھی اور کشمیریوں نے بنیادی

Marfat.com

حقوق کا مطالبہ کیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے عہد میں گلانسی کمشن کی سفارشات پر کشمیریوں کو چند حقوق ملے اور مجلس قانون ساز کا قیام عمل آیا۔ ۱۹۳۴ء میں قائم ہونے والی اسمبلی میں گلگت بلتستان سے ۵ ارکان نامزد ہو کر مجلس میں پہنچے اور وہ گلگت بلتستان کی نمائندگی کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۷ تک جاری رہا۔

۱۹۳۵ء میں برٹش انڈیا کا ایک معاہدہ مہاراجہ کشمیر سے ہوا۔ اس کی وجہ مہاراجہ کشمیر کے خلاف شیخ محمد عبداللہ کا ایجی ٹیشن اور روس و چین کی طرف سے کمیونزم کی تحریک تھی۔ دریائے سندھ کے پار یعنی ٹرانس انڈس کا ۱/۲ ۹ سو مربع کلومیٹر کا علاقہ ۲۵ سال کے پٹہ پر حاصل کر لیا۔ ۱۹۴۷ء میں برعظیم آزاد ہوا اور دو آزاد مملکتیں معرض وجود میں آئیں تو وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن نے معاہدہ منسوخ کر کے علاقہ مہاراجہ ہری سنگھ کے حوالے کر دیا تاکہ وہ الحاق بھارت میں اس علاقے کو بھی شامل کر سکے۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے ۱۹۴۷ء میں میجر جنرل گھنسارا سنگھ کو لداخ اور تمام شمالی علاقہ جات کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

کشمیری فوج گلگت اور بونجی چھاؤنی میں تھی اس ہزاروں کی نفری میں ۳۰۰ مسلمان تھے۔ میجر حسن خاں نے اس مسلمان نفری کو آزادی کے لئے ابھارا۔ گلگت سکاوٹس کے صوبیدار میجر بابر خاں نے مسلم سکاوٹس کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ آزادی کی جنگ لڑ کر مہاراجہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔ میجر جنرل گھنسارا سنگھ کی رہائش گاہ پر حملہ بول دیا اور بابر خاں نے میجر جنرل گھنسارا سنگھ کو اپنی حراست میں لے لیا۔

میجر حسن خاں نے مسلم فوج سے ہری سنگھ کی فوج کو بھگا دیا۔ دیامیر میں مولوی عبدالمنان اور محمد اسماعیل خان نے مجاہدین تیار کئے۔ استور اور دیوسائی تک علاقہ آزاد کرا لیا۔ یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو گلگت کی انقلابی حکومت نے الحاق پاکستان کا اعلان کر دیا۔ حکومت پاکستان نے محمد عالم خاں کو پولیٹیکل ایجنٹ بنا کر گلگت بھیج دیا اور چند دن بعد میجر محمد اسلم پاشا جی۔ ایچ کیو کی طرف سے گلگت پہنچ گئے۔

فوج کو ۲ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ "ٹائیگر فورس" میجر حسن خاں کے ماتحت کر

Marfat.com

دی گئی۔ اس میں گلگت، چلاس اور استور کے دنگروٹ شامل تھے۔ جن کی تعداد ۵۰۰ تھی، سکاؤٹس کور کے کمانڈر میجر محمد اسلم پاشا تھے۔ اور ان کے ساتھ میجر طفیل نشانِ حیدر بھی تھے۔ دوسری بڑی فورس مارخور تھی جس میں کیپٹن احساس علی، نائب کیپٹن محمد خاں اور لیفٹیننٹ بابر خاں تھے۔ ۱۳ دسمبر کو مارخور بلتستان، ٹائیگر ز چلاس کی طرف روانہ ہوا مجاہدین نے ڈوگرہ فوج کو دھکیلتے ہوئے سکردو پہنچ گئے وہاں ڈوگرہ آرمی کے کرنل شیر علی اور کرنل عبدالعزیز بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے اور مجاہدین سکردو سے ڈوگرہ افواج کو شکست دیتے ہوئے کرگل پہنچ گئے۔ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو جنگ بندی کا اعلان ہو گیا اور مجاہدین سکردو میں جمع ہو گئے اور کرگل پر ڈوگرہ فوج نے قبضہ کر لیا۔

گلگت بلتستان

گلگت پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی "گری گرت" یا پھولوں سے بھری ہوئی وادی "گلگشت" یا گِلت کی بگڑی ہوئی صورت ہے اب گلگت ہی اس علاقہ کی پہچان ہے اس علاقے کے باشندے دارد اور گلچہ قبیلے کے ہیں شاید اسی نسبت سے اسے گلچہ سے گلگت اور دارد سے دردستان کا نام دیا گیا ہے۔ آزادی کے وقت گلگت استور، بونجی، چلاس، ہونزا، یاسین اور چترال کے علاقے ضلع گلگت میں آتے تھے۔ ضلع گلگت میں بارش کم ہوتی ہے اور برف بھی کم گرتی ہے یہاں کی سالانہ اوسط بارش ۳ انچ ہے۔ موسم پنجاب سے ملتا جلتا ہے۔ اس جگہ کے میوہ جات شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں کئی پہاڑی نالے اور برف کے دریا بہتے ہیں۔ دریا گلگت دریائے سندھ میں مل کر سنگم بناتا ہے۔ گلگت شہر دریائے گلگت کے دائیں کنارے پر خوبصورت شہر ہے۔

استور مشہور قصبہ ہے اس میں بازار، چھاؤنی، قلعہ اور کھیل کا ایک بڑا میدان ہے اس علاقہ میں ہینگ کی قسم کا ایک درخت پیدا ہوتا ہے اس سے ۳۲ کلو میٹر دور

Marfat.com

تارشنگ کا پُر فضا قصبہ ہے جہاں ایک قلعہ بھی ہے۔

گلگت سے ۵۶ کلومیٹر دور پونچی کا قصبہ ہے دریائے شیوق کے کنارے واقع ہے یہاں سے ۱۲ کلومیٹر دور دریائے سندھ پر پرتاپ سنگھ برج بنایا گیا ہے۔

شہدا کی یادگار چنار باغ میں ہے یہاں کرنل مرزا حسین خاں اور کیپٹن بابر خاں اور شہیدوں کے مزار ہیں۔ پھولوں اور شہیدوں نے اس خاک کو قدرتی مہک سے معطر کر رکھا ہے۔ جہاں ہوائی اڈہ اور ریڈیو اسٹیشن بھی ہے یہاں ایک ڈگری کالج طلبہ کے لئے اور ایک انٹر کالج طالبات کے لئے ہے۔ شہر میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک ایک ہائی سکول ہے۔ علاقہ جات شمال کے ایلیمنٹری کالج بھی گلگت میں ہے۔ ضلع میں لڑکوں کے لیے ۹ ہائی سکول اور لڑکیوں کے لیے ۳ ہائی سکول ہیں۔ اس کی سطح سمندر سے بلندی ۸۵۰۰ فٹ ہے۔ یہاں شیعہ سنی مسلمان آباد ہیں۔ گلگت میں کمشنر ناردرن ایریا رہتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر گلگت اور ضلعی دفاتر بھی اسی شہر میں ہیں۔

سکردو سطح سمندر سے ۷۵۰۰ فٹ بلند ہے یہ آزادی کے وقت لداخ کی تحصیل تھی اب یہ ضلع ہے اور سکردو شہر میں ضلعی دفاتر ہیں۔ یہ گلگت سے ۲۲۶ کلومیٹر ہے اس میں ہوائی اڈہ اور ریڈیو اسٹیشن بھی ہے یہ بڑا سر سبز مقام ہے یہاں پرانا قلعہ ہے جس کے سامنے چوگان بازی کے لیے وسیع میدان ہے۔ قدیمی راجہ کا محل ہے۔

اس ضلع میں جھیل ست پارہ سیاحوں کی جنت ہے اس میں کشتی رانی کی جاتی ہے اس کے پانی سے بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے اور زراعت کے لیے بھی پانی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی پشت پر دیوسائی کا میدان ہے اس ضلع میں تاتاری اور منگول نسل آباد ہے یہاں شیعہ مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

اس شہر میں لڑکوں کے لئے ایک ڈگری کالج، لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ایک ہائی سکول ہے اس ضلع میں ۶ ہائی سکول ہیں۔ اب تعلیم کی طرف لوگ راغب ہو رہے ہیں۔

ضلع دیامیر کا صدر مقام چلاس ہے یہاں سے ایک ٹرک استور کو جاتی ہے

Marfat.com

یہی راستہ کیل (نیلم ویلی) ضلع مظفر آباد سے ملتا ہے۔ چلاس کی آبادی ۱۱ ہزار ہے یہاں ہوائی اڈہ کی تعمیر زیر غور ہے۔ یہاں لڑکوں کا انٹرمیڈیٹ کالج، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک ہائی سکول ہے۔

اسی شہر میں ڈپٹی کمشنر رہتا ہے اور ضلعی دفاتر ہیں اس ضلع کے لوگ درد اور تاتاری نسل سے ہیں۔ ضلع میں ۵ ہائی سکول ہیں اب لوگ تعلیم میں دلچسپی لینے لگے ہیں اور حکومت پاکستان نے تعلیمی ادارے کھولنے شروع کر دیئے ہیں۔

دریا دریائے سندھ جو اس خطہ میں دریائے اٹک ہے یہ تبت (چین) سے نکل کر علاقہ رپشو (لداخ) میں داخل ہو کر مقبوضہ کشمیر میں بہتا ہوا بلتستان میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں بونجی اور چیلاس کے علاقوں کو سیراب کرتا ہوا یاغستان کی راہ پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ پاکستان میں ریاست جموں وکشمیر کے باقی دریا بھی اس میں مل کر اسے ایک مرکزی اور بڑا دریا، دریائے سندھ بنا دیتے ہیں۔

علاقہ ریاست میں دریائے ہنسلی، دریائے زانسکار، دریائے اسنور، دریائے شیوک اس کے معاون دریا ہیں۔ دریائے گلگت بھی علاقہ ریاست کا دریا ہے۔ یہ بھی دریائے اٹک کا معاون دریا ہے۔

پن بجلی گلگت اور بلتستان میں پن بجلی گھروں کا جال بچھایا گیا ہے۔ تینوں اضلاع میں ۲۹ پن بجلی گھر کام کر رہے ہیں جن سے ۵ میگاواٹ بجلی حاصل کی جاتی ہے اور اس سے ۵ میگاواٹ بجلی حاصلی کی جاتی ہے اور اس سے ۷۵ دیہات میں بجلی فراہم کی گئی ہے۔

زراعت ندی نالوں اور دریائے ومعاون دریاؤں کی گذرگاہوں پر کھیتی باڑی کی جاتی ہے اور مال مویشی پائے جاتے ہیں یہاں گندم اور مکئی کاشت کی جاتی ہے اس علاقے میں چھوٹے قد کے جانور ہوتے ہیں دودھ کے لئے گائے پالی جاتی ہے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بھی نظر آتے ہیں۔

اس سارے علاقے میں ہنزہ میں سرسبز وشاداب کھیت ہیں۔ اور پھل دار

Marfat.com

درخت بکثرت لگائے گئے ہیں فصلیں علاقہ کی ضرورت سے کم ہوتی ہیں۔ اس لئے حکومت گندم اور کھانڈ رعایتی نرخوں پر مہیا کرتی ہے۔

شاہراہ ریشم

اس علاقہ کی سب سے بڑی سڑک "شاہ راہ ریشم" ہے۔ یہ مانسہرہ سے بٹگرام، کومیلا سے ہوتی ہوئی کوہستانی علاقہ میں داخل ہوتی ہے۔ تھاکوٹ سے شبام اور وہاں سے پٹن جاتی ہے۔ پٹن مانسہرہ سے ۱۷۷ کلومیٹر ہے یہ علاقہ اکثر زلزلوں کی زد میں رہا ہے اس لیے اس کے پہاڑ جل کر سیاہ ہو گئے ہیں گرمیوں میں ان پہاڑوں سے سلاجیت پھوٹتی ہے جو کئی بیماریوں کی دوا ہے۔ پٹن سے گلگت ۳۰۴ کلومیٹر ہے آبادی ندی نالوں کی گذرگاہوں پر ہے۔

گلگت سے ہنزہ ۱۰۳ کلومیٹر ہے۔ ہنزہ اس خطہ میں کشمیر کی مٹی کا نیا ہے۔ اس میں سیب، انگور، خوبانی اور شہتوت بکثرت ہے، یہاں سے خنجراب ۱۷۰ کلومیٹر ہے یہاں سڑک راکھاپوشی بلندی ۲۶ ہزار فٹ کے سامنے سے اور پاسو گلیشئر کے دامن سے گذرتی ہے یہ برف کا میدان ۱۵۹۱۰ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔

یہ شاہ راہ چین پاک اشتراک سے بنی ہے جو دو ہمسایہ ملکوں کے رابطہ کی ایک عظیم تعمیری شاہکار ہے۔ شاہ ابریشم ۱۶ ہزار فٹ کی بلندی پر اعلیٰ معیار کی سڑک ہے اس کی تعمیر میں پاک چین ہزاروں انجنیئر اور کارکن شہید ہوئے جن کی عظمت ان کی یادگاروں میں محفوظ ہے اور سڑک کے کنارے قدم قدم پر ان کی قربانی کی یاد دلاتی ہیں۔

گلگت سے ایک سڑک سکردو جاتی ہے اس کی لمبائی ۲۲۶ کلومیٹر ہے یہ سڑک دریائے اٹک کے کنارے بنائی گئی ہے، گلگت سے ایک سڑک دیامیر جاتی ہے۔

لوگ

گلگت بلتستان کی آبادی ۷ لاکھ ہے اس کے قدیم باشندے کاشغر، ترکستان اور بدخشاں سے تورانی، ترکمانی اور منگول قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعد میں آریائی نسل دریائے سندھ کے ساتھ مذہبی عقیدت رکھنے کے باعث اس کے ساتھ ساتھ مختلف وادیوں میں بس گئے۔ موجودہ آبادی یشکن، شین اور دارد کہلاتی ہے یہ لوگ سادہ زندگی بسر کرتے ہیں، شریف، غیرت مند اور دلیر ہیں۔ یہ لوگ شینا، بلتی، پوریگی اور بروشسکی

Marfat.com

علاقائی زبانیں بولتے ہیں۔ قومی زبان اُردو ہے۔ علاقائی زبانوں میں ریڈیو اسٹیشن گلگت اور اسکردو سے پروگرام ہوتے ہیں۔

یہ لوگ مذہب کے شدت سے پابند ہیں۔ ہنزہ اور گلگت میں آغا خانی ہیں۔ بلتستان میں اکثریت اثنا عشری شیعہ ہیں۔ چیلاس میں اہل سنت والجماعت کے مسلمان ہیں اسکردو اور گلگت شہر میں مرزائیوں اور بہائی فرقہ کے کئی گھرانے آباد ہیں۔ دریائے سندھ اتنا ہی قدیم ہے جتنی اس جہان آب و گل کی تاریخ قدیم سے دریاؤں کی گذرگاہوں کے ساتھ آبادیاں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں۔ ہندو مت میں دریائے سندھ کو دیوتا کی حیثیت حاصل ہے اس لیے لوگ دیوتا کے سر کی تلاش میں اس علاقہ کی طرف بڑھتے رہے ہیں اور اس کی گذرگاہ کے ساتھ دن رات دیوتا کے دیدار میں گذرگاہ پر لنگر ڈالتے رہے۔

بدھ مت وادی نیلم (کشن گنگا) کے رستے لداخ تک پہنچا۔ اور اسلام شمال کی طرف سے کاشغر، ترکستان اور بدخشاں کے راستے پہنچا۔ اس طرح گلگت اور بلتستان مشرف بہ اسلام ہوئے اور وادی کشن گنگا کے کرگل تک بدھ مت نے اپنے جھنڈے گاڑے۔

شمالی علاقہ جات کے لوگوں نے آزادی کی خاطر بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ یکم نومبر ۱۹۴۷ کو مجاہدین نے کرنل مرزا حسن اور میجر محمد بابر خاں کی سرکردگی میں ڈوگرہ گورنر و فوجی کمانڈر گھنسارا سنگھ کو گرفتار کر کے اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ مجاہدین کی درخواست پر حکومت پاکستان نے دسمبر ۱۹۴۷ کو سردار محمد عالم کو پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کر کے اس علاقہ کا نظم و نسق سنبھال لیا۔

Marfat.com

نقشہ مقبوضہ جموں و کشمیر

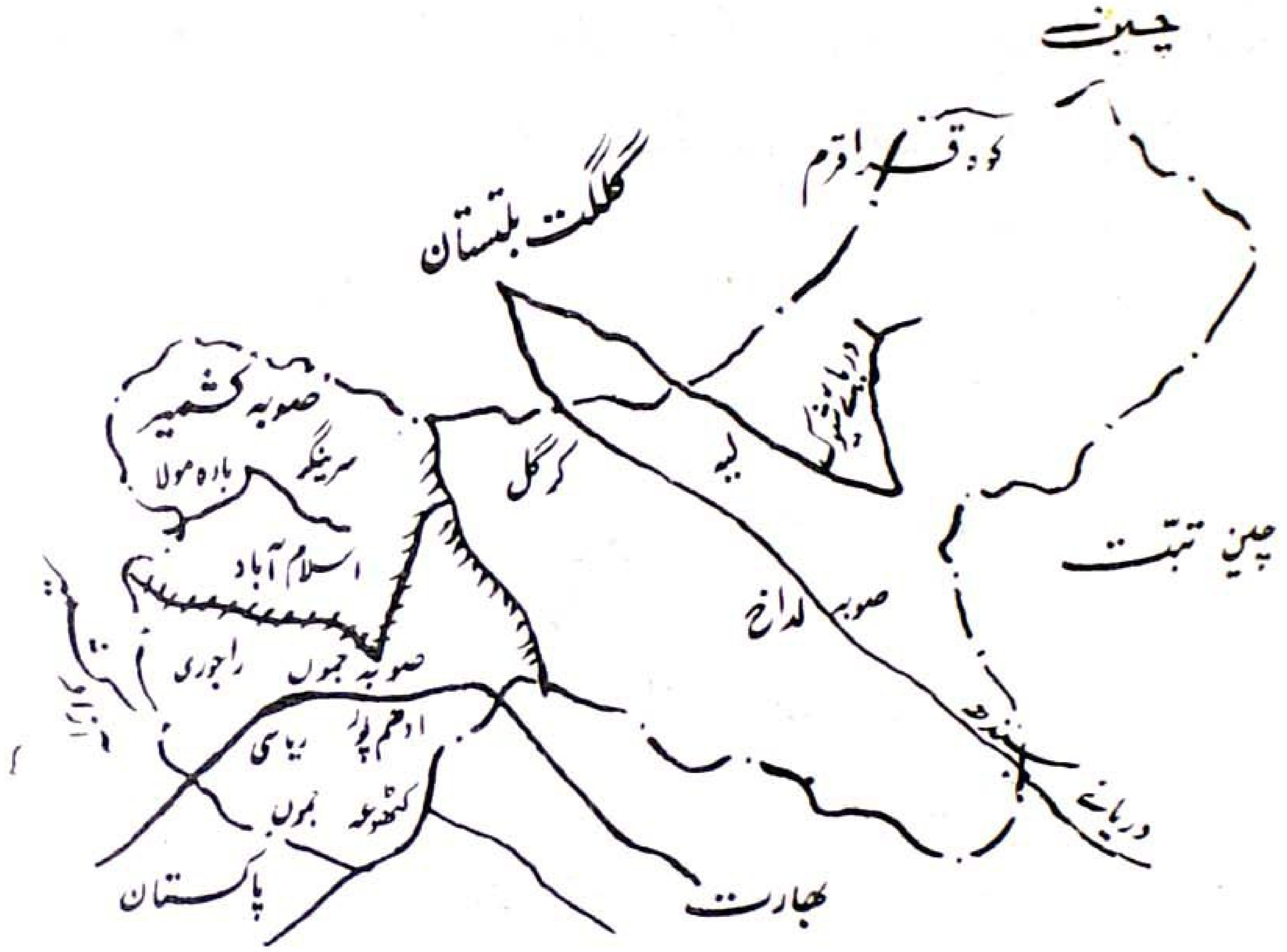

Marfat.com

باب ۳

ارضِ مقبوضہ کشمیر

مقبوضہ کشمیر کا کل رقبہ ۱۲۹۳۱۳ مربع کلومیٹر ہے اس میں لداخ کا ۸۶ ہزار مربع کلومیٹر رقبہ بھی شامل ہے مقبوضہ کشمیر میں ۶۰ لاکھ آدمیوں کی آبادی ہے اس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور پھر ہندو اور ان کے بعد بدھ مت مذہب کے لوگ شامل ہیں ان میں مسلم اور غیر مسلم ۲ :۱ کی ہے۔

اس علاقہ کی تقسیم کچھ یوں ہے :

		اضلاع	تحصیلیں
۱	صوبہ جموں	جموں	اکھنور ۔ رنبیر سنگھ پورہ ۔ جموں
۲		اودھم پور	اودھم پور، ریاسی، گلاب گڑھ، رام نگر
۳		کٹھوعہ	سانبہ، کٹھوعہ، بسوہلی
۴		ڈوڈہ	ڈوڈہ، کشتواڑ، رام بن، بھدرواہ
۵		راجوری	راجوری، نوشہرہ، بدھل، سنڈربنی۔
۶		پونچھ	مینڈھر، حویلی (پونچھ) مہرن کوٹ
۷	صوبہ کشمیر	سری نگر	سری نگر، کنگن، گاندربل، پامپور
۸		بڈگام	بڈگام، بیرو، چاڈرہ
۹		بارہ مولا	بارہ مولا، اوڑی، بانڈی پور، سوپور
۱۰		کپواڑہ	کپواڑہ، ہندواڑہ، کرناہ
۱۱		اننت ناگ (اسلام آباد)	اسلام آباد، پہلگام، بیجبہاڑہ، کلگام، ڈورو
۱۲		پلوامہ	پلوامہ، ترال، شوپیاں۔

Marfat.com

۱۳ | صوبہ لداخ | لیہہ : لیہہ، پدم
۱۴ | | کرگل : کرگل، دراس، ملبک

محلِ وقوع

بھارت و پاکستان کے شمال میں مقبوضہ جموں و کشمیر ہے۔ بھارت اور مقبوضہ کشمیر کو صرف ایک راستہ پٹھان کوٹ سے کٹھوعہ جموں اور وہاں سے سری نگر جاتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے شمال میں کوہ قراقرم کے ساتھ عوامی جمہوریہ چین کا صوبہ سنکیانگ ہے، شمال مغرب میں گلگت بلتستان کا آزاد علاقہ ہے۔ مغرب میں آزاد جموں و کشمیر کی ریاست ہے۔ جنوب میں پاکستان اور بھارت کی بین الاقوامی سرحد ہے مشرق میں تبت چین کا علاقہ ہے۔

برِعظیم کی تقسیم کے وقت حد بندی کمیشن کے سربراہ سر سائرل ریڈ کلف اور مونٹ بیٹن کی ملی بھگت سے ریڈ کلف ایوارڈ میں پٹھانکوٹ کا مسلم اکثریت کا علاقہ محض اس لیے بھارت کو دیا گیا کہ جموں کشمیر اور بھارت کو ملانے والا ایک تو راستہ بھارت کو مل جائے۔

بھارت میں ہندو آبادی اکثریت میں ہے یہ حکومت سیکولر ہونے کے باوجود ہندو مملکت ہے جبکہ مقبوضہ کشمیر کی غالب آبادی مسلمانوں کی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ریاست کو لا مذہب قرار دے کر مسلم تشخص اور اکثریت کو رام کر لیا گیا ہے۔ مسلم طلبا سکولوں میں مذہبی تعلیم سے اس لئے لا بلد رکھے جاتے ہیں کہ ریاست سیکولر ہے اس بہانے قوم کی نظریاتی سرحدیں مسمار کر کے متحدہ قومیت کی راہیں ہموار کی جا رہی ہیں۔

مقبوضہ کشمیر قدرتی طور پر تین حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلا حصّہ کوہ ہمالیہ کے بڑے سلسلے کے جنوب میں پنجاب کے شمال میں دور تک پھیلا ہوا ہے اس میں جموں کا میدان آتا ہے۔ دوسرا حصّہ کوہ ہمالیہ کے بڑے سلسلے کے درمیان میں کشمیر کا علاقہ ہے اس میں وادی کشمیر ۱۴۴ کلومیٹر لمبی اور ۴۰ کلومیٹر چوڑی وادی ہے یہی حصّہ پوری ریاست کا دل ہے اور اگر اسے جنت کا ٹکڑا کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ تیسرا حصہ کوہ قراقرم کے جنوب

Marfat.com

کا حصہ ہے جس میں لداخ کا صوبہ ہے۔

قدرتی وسائل

مقبوضہ کشمیر میں سونہ مرگ کے پاس سونے اور ہیرے کے کانیں ہیں۔ عیش مقام سے تانبا اور لال غلام سے پارہ نکالا جاتا ہے۔ بارہ مولا میں مٹی کے تیل کا پتا لگایا گیا ہے دریائے سندھ کی ریت سے لداخ میں سونے کے ذرات اکٹھے کر کے سونا بنایا جاتا ہے۔

مقبوضہ کشمیر کی اصلی دولت جنگلات ہیں یہ خطہ سرسبز درختوں، دیدہ زیب وادیوں صاف شفاف چشموں اور دلکش آبشاروں کی وجہ سے جنت نظیر کہلاتا ہے۔ کشمیر میں دیودار، کائرو، کائھل، بدلو، صنوبر، اخروٹ، بھوج پتر، بید، سفیدہ، شہتوت چنار، سرو، سیب، ناشپاتی اور بید کی کثرت ہے۔

شاعر معشوق کے قد کو سرو سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ چنار کا خوب صورت درخت اپنی ٹھنڈی چھاؤں کی وجہ سے مشہور ہے اس کے پتے ہاتھ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ بھوج پتر کی چھال کاغذ کی طرح ہوتی ہے اس پر قدیم زمانے میں کتابیں لکھی جاتی تھیں اخروٹ کی لکڑی فرنیچر بنانے کے لئے بڑی مشہور ہے اس پر عمدہ بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ کشمیر آرٹ کی دنیا میں لاثانی ہے۔

ان جنگلوں میں شیر، چیتا، ریچھ، بھیڑیا، لومڑ، بندر، مارخور بکرا اور بارہ سنگا کے جانور ملتے ہیں۔ کھمبی، اخروٹ، بنفشہ، کٹھ، گاؤ زبان اور بیروزہ جنگلی پیداوار ہے۔

جموں میں بیر، ببول، پیپل، برگد اور چیڑ کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ علاقہ کنڈی میں بانس بھی پیدا ہوتا ہے۔ پھل دار درختوں میں جامن، امرود، نارنگی، کیلا، لیموں اور شمالی حصہ میں سیب، ناشپاتی، اخروٹ، انگور، خوبانی، بہی اور گھیاں عام ہیں۔ ان جنگلوں میں عقاب، کالا تیتر، مرغابی اور نیل گائے خوب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

دریا اور نہریں

جموں کا سب سے بڑا دریا دریائے چناب ہے اس کی ابتدا کوہستان سپیتی کے دریائے چندرا سے ہوتی ہے۔ وادی لاہول میں دریائے بھاگا اس کا معاون دریا ہے آگے چل کر اس میں بھٹنی ندی شامل ہو جاتی ہے علاقہ کشتواڑ میں دریائے مرو آڈون اس میں شامل ہو جاتا ہے۔

یہ دریا ریاست میں اکھنور سے ہوتا ہوا پنجاب میں داخل ہو جاتا ہے اور آگے چل کر ترموں گھاٹ پر دریائے جہلم میں گر جاتا ہے۔

دریائے راوی

یہ دریا کلو کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔ ریاست میں بہتا ہوا پاکستان میں دریائے جہلم اور چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے توی

یہ دریا کوہ کیلاس کے کنڈ کیلاس سے نکلتا ہے اور چینینی کے راستے کئی ندی نالوں کو ساتھ ملاتا ہوا، جموں کے پاس سے گزر کر دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

مناور توی: تھنہ کے پہاڑوں سے نکل کر راجوری، نوشہرہ اور مناور کے نیچے بہتی ہے۔

نہر رنبیر

یہ نہر دریائے چناب کے بائیں کنارے سے اکھنور کے قریب نکالی گئی ہے۔ یہ جموں شہر سے گذرتی ہے اور تحصیل جموں و تحصیل رنبیر سنگھ پورہ کو سیراب کرتی

ہے ۔ جموں کے قریب اس نہر سے بجلی پیدا کی گئی ہے اور اس سے جموں کا شہر اور چھاؤنی کو منور کرنے کے علاوہ واٹر ورکس کی مشین اور ریشم کا کارخانہ چلایا جاتا ہے ۔

نہر پرتاپ

یہ نہر بھی دریائے چناب کے دائیں کنارے سے نکالی گئی ہے یہ تحصیل اکھنور کے جنوبی علاقے کو سیراب کرتی ہے اس علاقہ میں گندم چاول اور گنا کی خوب فصل ہوتی ہے

نہر بسنت پور

یہ نہر دریائے راوی سے نکالی گئی ہے اس سے تحصیل کٹھوعہ کا علاقہ سیراب ہوتا ہے ۔

نہر مارنند

یہ کشمیر میں دریائے جہلم سے نکالی گئی ہے اور اسلام آباد کے خاصے علاقے کو سیراب کرتی ہے ۔ جھیل ڈل اور دریائے جہلم سے کئی چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی ہیں ۔ جن کے راستے سری نگر شہر میں آمد و رفت ہوتی ہے اور ان سے کافی علاقہ سیراب کیا جاتا ہے ۔

زراعت

جموں کا جنوبی علاقہ کی آب و ہوا گرم ہے اس لئے لمبی جڑ کے نوکیلے پتوں والے درخت ملتے ہیں ۔ بارانی علاقوں میں گندم ، باجرہ اور جوار کاشت ہوتی ہے ۔ اس علاقہ میں نہر رنبیر اور نہر پرتاپ ایک بڑے علاقے کو سیراب کرتی ہیں ۔ ان علاقوں میں چاول ، گندم اور گنا کاشت ہوتا ہے ۔

شمالی علاقہ میں سیب ، ناشپاتی ، اخروٹ ، خوبانی ، انگور ، بہی اور شفتالو بہت ہوتا ہے آب و ہوا کہیں معتدل اور کہیں سرد ہے اس علاقہ میں گندم ، دالیں اور مکئی

Marfat.com

کاشت ہوتی ہے۔

کشمیر میں سبزیاں تو ہر گھر میں اگائی جاتی ہیں پھلوں میں سیب، ناشپاتی، آلو بخارہ اخروٹ، شفتالو، آلوچہ، بگوگوشہ، شہتوت اور بادام خوب ہوتا ہے۔ جھیل ڈل کے سنگھاڑے اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

کشمیر میں چاول، مکئی اور زعفران کی پیداوار ہوتی ہے۔ اس خطہ کے لوگوں کی خوراک ہیں سبزیاں، مکئی اور چاول ہے۔ ریاست مقبوضہ جموں وکشمیر سے لکڑی، مویشی شال، پیپر ماشی، پھل، شہد، افروٹ، گچھیاں اور جڑی بوٹیاں بھارت کو جاتی ہیں۔ کشمیر کا سیب تو جنوبی بھارت تک پہنچتا ہے۔

کشمیر کا فن تعمیر

کشمیر میں جنگلات کی کثرت ہے اس لیے کشمیر میں کئی منزلہ عمارتیں لکڑی کی بنائی جاتی ہیں بعض جگہ بنیادیں بھی لکڑی سے اٹھائی جاتی ہیں۔ براؤن نے لکڑی کے کام کو مسلمان حکمرانوں کے دور کا مخصوص فن قرار دیا ہے۔

مدنی مسجد لکڑی کے کام کا ایک اعلیٰ اور نادر نمونہ ہے یہ مسجد ۱۴۴۴ء میں کشمیر میں مدینہ شریف سے آنے والے مبلغ سید محمد مدنی رحؒ نے تعمیر کرائی تھی یہ سکندر کے عہد میں کشمیر آئے ان کا مزار نوشہرہ میں ہے۔

مسجد شاہ ہمدان بھی لکڑی کے کام کا شاہکار ہے اس مسجد کا فن تعمیر بھی مدنی مسجد کے مشابہ ہے۔

جامع مسجد سری نگر بھی فن کا نادر نمونہ ہے سلطان سکندر نے ۱۴۰۱ء میں اسے تعمیر کرایا تھا اور بعد میں اسے کی تعمیر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جامع مسجد شوپیاں سرینگر سے ۴۶ کلومیٹر دور ہے یہ مسجد بھی جامع مسجد سرینگر کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ سری نگر سے ۳۲ کلومیٹر دور شیخ نورالدین ولی کا مزار ہے اس کی تعمیر جلال الدین اکبر مغل شہنشاہ

Marfat.com

نے کرائی تھی۔ مزار کے متصل ایک مسجد ہے۔

مغلیہ عہد کی عمارات میں سے نور مسجد جو ۱۶۲۲ء میں نور جہاں نے تعمیر کرائی تھی یہ آج کل شاہی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ بل کے مقام پر شہر سے ۸ کلومیٹر باہر ڈل کے کنارے حضرت بل کی زیارت ہے جس کو آپؐ کے موئے مبارک کی وجہ سے شہرت حاصل ہے اسے تحریک آزادی کے پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

لوگ: کشمیر کی فضا نے کشمیریوں کو تخیل پسند اور صوفی طبع بنا دیا ہے۔ برفانی چوٹیاں سیمیں چشمیں، بلند و بالا کہسار، گونجتی ہوئی آبشاریں، بہتے ہوئے ندی نالے، مخملی گھاس کا فرش، پھلوں سے لدے ہوئے پودے کشمیریوں کو شاعری پہ اکساتے ہیں۔ کشمیری تخیل نے نہایت عمدہ شاعری بھی دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ غنی اور اقبال دنیا کے چوٹی کے شاعر اس خطہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہرو خاندان اپنی سیاست میں بھارت کے ناجی خاندان کا تعلق بھی اسی خطہ سے ہے۔

شاید کوئی کام ہو جو کشمیری نہیں کر سکتا وہ بہترین مالی ہے۔ ہر گھر میں سبزیاں اور پھول آنگن کی رونق ہیں چھوٹے چھوٹے کھیت ہیں لیکن ان میں زعفران لہلاتا ہے، چاول اور مکئی کی فصلیں دیکھ کر ہر کوئی کہہ اٹھتا ہے کہ کشمیری بہت عمدہ کاشتکار رہے دستکاری میں دنیا میں شاید کوئی اس سے لگا کھاتا ہو۔ خوبصورت شال، عمدہ ٹوکریاں، بہترین کانگڑیاں، لکڑی پر بیل بوٹے، سونے چاندی کے مرصع زیورات دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ دنیا میں شاید کوئی اس کی ٹکر کا ہو۔ عمدہ باورچی بھی ہے۔ ایک گوشت سے ۵ مختلف ذائقہ دار سالن تیار کر سکتا ہے۔

کشمیر کے مرد و زن حسین ہیں۔ کشمیریوں کا رنگ گورا، آنکھیں نیلی، چہرہ ملائم، جسم لوچ دار اور متوازن ہوتا ہے جموں کے لوگ چوڑی ہڈی اور گندمی رنگ کے ہوتے ہیں یہاں مرد و زن سانولے اور چست ہوتے ہیں یہ لوگ جنگجو اور بہادر ہیں۔

کشمیر کی تقریبات بڑی پر تکلف ہوتی ہیں۔ برات شمعوں، کاغذ کے مصنوعی اور وادی کے خوب صورت پھولوں کے جلو میں آتی ہے اور دعوت پر تکلف ہوتی

Marfat.com

ہے وادی کے لوگ عام طور پر چاول کھاتے ہیں سالن میں گوشت، مچھلی اور کرم کا ساگ خوب لطف دیتا ہے۔

کشمیر کا موسم سرما بڑا شدید ہوتا ہے۔ جاڑے کے بعد موسم بہار میں موسم انگڑائی لیتا ہے۔ کشمیریوں کے جذبات میں بھی ایک ترنگ موجزن ہو جاتا ہے۔ فصل گل کی خوشیاں کشمیریوں کی زندگی میں ہلچل پیدا کر دیتی ہیں۔ نوروز کا دن بہار کے آغاز میں ہوتا ہے اسے بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

یہاں کے لوگوں کا مذہب اسلام ہے۔ اکثر لوگ صوفی منش ہیں۔ ایرانی اسلامی تصوف نے انہیں اہل طریقت کی طرف مائل کر دیا ہے۔ پنڈتوں اور پیروں نے انہیں توہم پرست بنا دیا ہے۔ شہروں میں شریعت کی پابندی پر زور دیا جاتا ہے۔ تاہم جموں و کشمیر کے لوگ اسلام کے شیدائی ہیں۔ بھارت نے جور و جفا کا نشانہ بنایا۔ تعمیر و ترقی کی صورت میں اربوں روپے خرچ کئے لیکن اس کے باوجود آئے دن پاکستان کے حق میں اور بھارت کے خلاف نعرے لگتے ہیں۔ بھارت رائے شماری سے پہلوتہی کر رہا ہے اسے امید ہے کہ رائے شماری کا فیصلہ بھارت کے خلاف ہوگا۔

مشہور شہر

جموں

برعظیم کی تقسیم کے وقت ریاست جموں و کشمیر کی انتظامی تقسیم مندرجہ ذیل تھی۔

ریاست جموں و کشمیر — جموں

اضلاع	تحصیلیں
جموں	جموں، رنبیر سنگھ پورہ، سانبہ، اکھنور
کٹھوعہ	کٹھوعہ، بسوہلی، جسمیر گڑھ
اودھم پور	اودھم پور، کشتواڑ، باڈر
ریاسی	ریاسی، رام پور
میرپور	میرپور، بھمبر، کوٹلی
	لداخ، کرگل، اسکردو
	گلگت، استوار، بونجی

Marfat.com

ریاست جموں و کشمیر

ڈویژن	ضلع	تحصیلیں
پونچھ	پونچھ	پونچھ، حویلی، مینڈر، سدھنوتی (پلندری) باغ
کشمیر	مظفر آباد	مظفر آباد، اوڑی، کرناہ
	بارہ مولا	پرتاپ سنگھ پورہ، بارہ مولا، اترمچھی پورہ گریز، سوپور
	سری نگر	سری نگر، اننت ناگ، کولہ گام، لہ شاہی باغ ویری ناگ

صوبہ جموں کا تقریباً ضلع میرپورہ آزاد ریاست جموں و کشمیر میں شامل ہے۔ اور باقی ۴ اضلاع مقبوضہ جموں و کشمیر میں ہیں۔

رنبیر سنگھ پورہ

یہ شہر رنبیر سنگھ نے آباد کیا تھا اسے نیا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جموں سے سیالکوٹ آنے والی ریلوے لائن پر یہ ریلوے اسٹیشن تھا اب ریلوے لائن بیشتر جگہوں سے ناکارہ کر دی گئی ہے۔

اس تحصیل کا نام علاقہ میدانی ہے اور نہر رنبیر اسے سیراب کرتی ہے اس تحصیل میں عمدہ چاول اور گنا کاشت ہوتا ہے۔ زیادہ آبادی مسلمان جاٹ اور گوجروں کی ہے۔

سانبہ

سانبہ جموں سے ۴۰ کلومیٹر ہے، تحصیل کا صدر مقام ہے یہاں مسلم دستکار اعلیٰ قسم کی چھینٹیں تیار کرتے تھے۔ پرمنڈل اور اتر بہنی ہندوؤں کے دو مشہور تیرتھ ہیں اس تحصیل کی زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے۔ اس کے ایک حصہ کو نہر رنبیر سیراب کرتی ہے وہاں گندم اور چاول خوب پیدا ہوتا ہے۔ رام گڑھ کا پرانا قلعہ جو رنبیر سنگھ کی جائے پیدائش ہے اور جھیل مانسر پہاڑوں کے قدرتی حصار میں اس تحصیل میں واقع ہے۔ پرمنڈل جموں سے ۳۹ کلومیٹر اور جھیل مانسر ۴۴ کلومیٹر ہے۔

اکھنور: یہ جموں سے ۲۹ کلومیٹر ہے یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اور دریائے

چناب کے کنارے آباد ہے۔ نہر پرتاپ اس کے جنوبی حصہ کو سیراب کرتی ہے اس علاقہ میں مکئی خوب ہوتی ہے آم بھی بکثرت ہوتا ہے رنبیر نہر اکھنور کے قریب دریائے چناب سے نکالی گئی ہے۔

کٹھوعہ

یہ ضلع کا صدر مقام ہے اور جموں سے ۸۸ کلومیٹر ہے یہ دریائے راوی کے کنارے آباد ہے۔ نہر بسنت پور اس تحصیل کو سیراب کرتی ہے اس میں بانس اور آم بکثرت ہوتا ہے اس کی زیادہ آبادی غیر مسلم ہے۔

بسوہلی

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اور دریائے راوی کے کنارے آباد ہے اس تحصیل میں بانس خوب ہوتا ہے یہ کٹھوعہ سے ۷۵ کلومیٹر ہے اور پٹھانکوٹ سے ۵۳ کلومیٹر ہے۔

جسمیر گڑھ یا ہیرانگر

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے یہ جموں سے ۶۴ کلومیٹر ہے۔ یہاں ایک قلعہ ہے یہ تحصیل ڈوگرہ تہذیب کا گڑھ ہے یہ کٹھوعہ سے ۲۱ کلومیٹر ہے۔ پٹھانکوٹ سے کٹھوعہ اور ہیرانگر سے جموں تک پختہ سڑک ہے۔ دریائے راوی پر پل باندھ کر ایک کشادہ سڑک بنائی گئی ہے کیونکہ یہی واحد شاہراہ بھارت اور ریاست کو ملانے کا ذریعہ ہے۔

اودھم پور

یہ ضلع کا صدر مقام ہے اور جموں سے ۶۴ کلومیٹر ہے یہ دریائے توی کے کنارے واقع ہے۔ جموں سے سری نگر جانے والی شاہ راہ اودھم پور سے ہو کر گزرتی ہے اس تحصیل میں کوئلہ کی کان ہے۔ دیودار اور چیل کے درخت پائے جاتے ہیں اس علاقہ میں برف پوش پہاڑ ہیں زیادہ آبادی ہندو ہے۔ اودھم پور بٹوٹ سے ۵۰ کلومیٹر اور جموں سے ۱۱۲ کلومیٹر ہے

رام نگر

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اور اودھم پور سے ۴۰ کلومیٹر ہے۔ یہ بندر رال راجپوتوں

کا صدر مقام تھا۔ محلات کے کھنڈر موجود ہیں ایک قلعہ بھی ہے زیادہ آبادی ہندو ہے

رام بن

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اور دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔ یہ مسلم اکثریت کی تحصیل ہے یہاں دریائے چناب پر بہت بڑا پل بنایا گیا ہے یہاں سے ٹرک بانہال کے قصبہ سے ہوتی ہوئی پیر پنجال کی چوٹی سے گزر کر وادی کشمیر میں داخل ہوتی ہے۔

کشتواڑ

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اس میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ شہر میں پرانے مزار ہیں۔ قلعہ بھی قابل دید ہے یہ تحصیل بڑی زرخیز ہے۔ مکئی اور گیہوں کی خوب فصل ہوتی ہے۔ اخروٹ اور چنار کے درخت بکثرت ہیں۔ کشتواڑ کے چارخانی کمبل بہت مشہور ہیں۔

پاڈر

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے زیادہ آبادی بدھ ہے اور ہندو بھی آباد ہیں اس علاقہ میں نیلم کی کان ہے اور گرم پانی کا چشمہ بھی۔ یہ ہٹوٹ سے ۱۰۹ کلومیٹر، جموں سے ۲۲۹ کلومیٹر ہے۔

ڈوڈہ

پہاڑ کے دامن میں ڈوڈہ کا شہر ہے یہ ضلع کا صدر مقام ہے۔ ڈوڈہ اور رام بن کے درمیانی علاقہ میں سراجی زبان بولی جاتی ہے یہ نیا ضلع ہے اسے شاہ راہ سے رام بن سے ملایا گیا ہے۔ دریائے چناب پر ڈوڈہ پل باندھا گیا ہے یہاں سے دائیں کنارے پر تقریباً ۳ کلومیٹر پہاڑی کے اوپر ہے۔ اس علاقہ میں انار دانہ بکثرت ہوتا ہے۔ زیتون کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔ پوست کاشت ہوتا ہے اس سے افیون بنائی جاتی ہے ڈوڈہ سے ایک ٹرک کشتواڑ کو ایک رام بن کو جاتی ہے۔

Marfat.com

بھدرواہ

یہ نالہ نیرو کے کنارے واقع ہے۔ تحصیل کا صدر مقام ہے۔ پہاڑوں کے درمیان حسین وادی ہونے کی وجہ سے چھوٹا کشمیر کہلاتا ہے اس تحصیل میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کی زبان کشمیری اور بھدرواہی ہے۔ اس کی پچھلی طرف سیوج دھار ۱۲ ہزار فٹ بلند ہے اس پر باس کنڈ کی جھیل ہے۔ اس سے دریائے توی، نیرو اور اُجھ نکلتے ہیں یہ بٹوٹ سے ۸۱ کلومیٹر اور جموں سے ۲۰۱ کلومیٹر ہے۔

بٹوٹ

جموں سے ۱۲۰ کلومیٹر ہے۔ یہاں سے کُد ۲۰ کلومیٹر ہے۔ کُد جموں سری نگر روڈ پر جموں سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس جیل میں شیخ محمد عبداللہ کو نظر بند رکھا گیا۔

ریاسی

جموں سے ۷۰ کلومیٹر ہے یہ تحصیل کا صدر مقام ہے۔ نالہ انجی کے کنارے واقع ہے اور دریائے چناب یہاں سے ۴ کلومیٹر ہے۔ ایک پرانا قلعہ قابل دید ہے۔ ریاسی سے ۲۲ کلومیٹر دور کٹڑہ کا مشہور قصبہ ہے۔ یہ ویشنو دیوی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ ہر سال ہندو یاترا کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ ریاسی سے ۱۱ کلومیٹر کے فاصلہ پر قلعہ سلال ہے۔ جس کے تین طرف دریائے چناب " چکر کاٹ کر گزرتا ہے۔ ڈیرہ باوا بندہ اسی تحصیل میں لب دریائے چناب واقع ہے۔ جہاں سے سرمہ اور لوہا نکلتا ہے۔ زیتون ادرک، ہلدی، آم اور انار دانہ بکثرت ہوتا ہے۔ کٹڑہ جموں سے ۴۸ کلومیٹر اور وشنو دیوی ۶۲ کلومیٹر ہے۔

ارناس

نالہ انس اور دریائے چناب سے سنگم سے پہلے دو آبہ کے میدان میں ارناس کا قصبہ ہے۔ یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اس میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے۔

Marfat.com

گلاب گڑھ

یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اس کا علاقہ دریائے چناب کے کنارے سے نالہ بانہال کے ساتھ رام سو تک کا ہے اس علاقہ میں گھمیاں اور بنفشہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

راجوری

رام پور راجوری ضلع کا صدر مقام ہے پہلے مسلمان راجاؤں کا پایۂ تخت تھا۔ پرانے محلات کے کھنڈر، قلعہ اور بارہ دری باغ موجود ہے۔ گلاب سنگھ نے اس پر قبضہ کیا۔ نومسلمان راجے وزیر آباد (پنجاب) جاکر آباد ہو گئے۔ یہ شہر دریائے توی کے دوابہ میں آباد ہے اس تحصیل کا علاقہ بڑا زرخیز ہے۔ انار دانہ، اخروٹ، بنفشہ اور پوست بکثرت ہوتا ہے۔ اس کی سرحدیں کشمیر سے ملتی ہیں۔ آبادی مسلمان ہے۔ یہ جموں سے ۱۷۱ کلو میٹر ہے۔

پونی

پونی ریاسی سے ۲۲ کلو میٹر ہے یہ ایک مشہور قصبہ ہے اس کے درمیان سے ایک چھوٹا سا نالہ گزرتا ہے جس سے ہر گھر میں پانی پہنچتا ہے یہاں برہمن آبادی زیادہ ہے علاقہ پونی بھارکھ میں مسلمان جرال قبیلہ کے لوگ زیادہ آباد ہیں۔

نوشہرہ

تحصیل کا صدر مقام ہے پکی فوجی چھاؤنی ہے۔ ہوائی اڈہ فوجی استعمال کے لیے بنایا گیا ہے یہ شہر راجوری، ریاسی، جموں اور پونچھ میں اہم حیثیت حاصل کر گیا ہے اس لیے جدید ساز و سامان سے آراستہ سب سے اہم اور بڑی چھاؤنی ہے۔

نوشہرہ میں کانگڑی بھجوال ایک بڑی مسلمان جاگیر تھی اس تحصیل میں مسلمان زیادہ ہیں بیری پتن میں سب توپاں مل جاتی ہیں وہاں پل تعمیر کر کے جموں، نوشہرہ، راجوری اور پونچھ تک پختہ سڑک ہے۔

ذرائع آمد و رفت

تقسیم برعظیم کے وقت سیالکوٹ سے جموں تک ریل چلتی تھی اب یہ ختم ہو کر دہ

Marfat.com

گئی ہے۔ بڑی سڑکوں میں بانہال روڈ ہے یہ جموں سے اودھم پور، بٹوت، رام بن اور درہ بانہال سے گذر کر کشمیر میں داخل ہوتی ہے اور سری نگر تک پہونچتی ہے۔ سری نگر سے لداخ تک یہ سڑک پہنچتی ہے۔ درہ بانہال ۹ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ یہ سرنگ تقریباً ... ، فٹ لمبی ہے جس سے سڑک وادی کشمیر میں داخل ہوتی ہے۔

دوسری بڑی سڑک جموں سے نوشہرہ، راجوری سے پونچھ تک جاتی ہے یہ دونوں بڑی شاہراہیں جموں سے پٹھانکوٹ واحد ریاست اور بھارت کے رابطہ کا راستہ ہے۔

صوبہ جموں اور صوبہ کشمیر کو پیر پنجال دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے ان میں درّہ بانہال درہ پیر پنجال، درہ حاجی پیر دونوں صوبوں کو ملاتے ہیں۔ درہ پیر پنجال، پنجاب اور کشمیر کے درمیان اکبر کے دور سے اب تک اہم شاہ راہ ہے۔

پونچھ

پونچھ ریاست کے اندر سب سے بڑی ریاست تھی اس کے شمال مشرق میں پیر پنجال اور وادی کشمیر، جنوب میں ضلع راولپنڈی، مغرب میں ضلع مظفر آباد اور جنوب میں ضلع میرپور، شمال سے جنوب تک ۱۶۰ کلومیٹر اور مشرق سے مغرب ۶۴ کلومیٹر تھی۔ آبادی تقریباً ۴/۱ ۲ لاکھ نفوس تھی۔ جموں سے پونچھ ۲۴۶ کلومیٹر ہے۔

پونچھ دریائے پونچھ کے دائیں کنارے ایک خوبصورت شہر ہے اس میں راجہ کے محلات اور کئی کالج ہیں۔ شہر میں قدرتی چشموں سے گھر گھر پانی پہنچتا ہے۔ علاقہ میں بنفشہ، چاول، گیہوں، مکئی، اخروٹ، خوبانی اور آلو بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ تمام علاقہ کی آبادی مسلمان ہے یہاں پونچھ یونیورسٹی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ڈگری کالج ہیں اور کئی ہائی سکول ہیں۔

مہنڈر

اس کا علاقہ زرخیز ہے چاول، مکی پیدا ہوتی ہے لوگ خوشحال ہیں۔

حویلی

اس کا علاقہ زرخیز ہے لوگ خوشحال ہیں کشمیری لوگ کافی تعداد میں آباد ہیں اس

Marfat.com

علاقہ میں چاول، مکئی پیدا ہوتی ہے، سارا علاقہ پہاڑی ہے۔

وادی کشمیر

بارہ مولا

دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر خوبصورت شہر ہے یہ ضلع بارہ مولا کا صدر مقام ہے۔ یہاں سے سری نگر ۵۶ کلومیٹر ہے بارہ مولا سے سری نگر تک کشتی کے ذریعے آمدورفت ہوسکتی ہے اس ضلع میں مسلمان آبادی ہے۔

دریائے جہلم پر پل باندھ کر دونوں طرف کے بازاروں کو ملایا گیا ہے پکی سڑک سرینگر تک جاتی ہے جس کے دونوں کناروں پر سفیدہ اور چنار کے درخت ہیں۔ جگہ جگہ صاف شفاف پانی کے چشمے ہیں اور سبزہ زار پر سانپ کی طرح رینگتی ہوئی پانی کی چھوٹی نہریں سیاح کو عالم تصورات میں پہنچا دیتی ہیں۔ گلمرگ کی تفریح گاہ میں سبزہ کے تختے، پھولوں کے دستے اور پھلوں کے پیڑ اس علاقہ کو جنت ارضی بناتے ہیں۔

اس علاقہ میں پانی سطح زمین سے دو فٹ نیچے ہے ادھر قلم لگا یئے ادھر کونپلیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ چنار، اخروٹ، بادام، سیب، ناشپاتی، آڑو، خوبانی اور آلو بخارہ کے درخت ملتے ہیں، چاول خوب کاشت ہوتا ہے اور یہاں کے لوگوں کی عام خوراک چاول ہے، یہاں لڑکوں اور لڑکیوں کا ڈگری کالج ہے۔

سوپور

سوپور کا بارونق قصبہ دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے بارہ مولا سے آگے ایک دائیں ہاتھ پختہ سڑک اس تک جاتی ہے۔ یہ تحصیل کا صدر مقام ہے اس کے قریب ہی وادی کشمیر کی سب سے بڑی ۲۰ کلومیٹر لمبی جھیل ولر ہے۔ دریائے جہلم اس جھیل سے ہو کر گزرتا ہے اس جھیل میں کشتیاں عام چلتی ہیں۔ سیاح اس جھیل کو دیکھنے دور دور سے آتے ہیں اس لیے سوپور کے رونق اور چہل پہل میں اضافہ ہوگیا ہے۔ عالی شان ہوٹل ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ڈگری کالج ہیں یہاں کا چارخانہ پٹو بہت مشہور ہے۔

Marfat.com

کپوڑہ

وادی لولاب کا مشہور شہر ہے یہ سوپور سے ۳۸ کلومیٹر دور ہے - وادی لولاب کا تحصیل صدر مقام ہندواڑہ سوپور سے ۲۲ کلومیٹر ہے اس وادی کے مرغ زریں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے مشہور ہیں یہاں لڑکوں کے لیئے ڈگری کالج اور لڑکیوں کے انٹر کالج ہیں -

بڈگام

ضلع کا صدر مقام ہے یہ بڑا بارونق قصبہ ہے۔ یہ سرینگر سے ۱۶ کلومیٹر ہے اس کا علاقہ پیرپنجال پر ختم ہوتا ہے۔ بڈگام اور سری نگر کے درمیان ہوائی اڈہ تعمیر کیا گیا ہے دہلی سے سری نگر تک ہوائی سروس ہوتی ہے -

چرار شریف

یہاں شیخ نورالدین ولی کا مزار ہے- ہوائی اڈہ کی تعمیر کی وجہ سے پختہ سڑک بن گئی ہے- اس قصبہ کی کانگڑیاں اور بچوں کے کھلونے بہت مشہور ہیں یہ قصبہ سری نگر سے ۳۰ کلومیٹر ہے -

سری نگر

کشمیر یونیورسٹی سرینگر اس شہر میں ہے -موسم گرما کا صدر مقام ہے -موسم گرما کا اسمبلی اجلاس بھی اسی شہر میں ہوتا ہے مقبوضہ کشمیر میں گورنر حکومت ہند کا نامزد بھارتی ہوتا ہے اسمبلی کی ایک سو نشستیں ہیں جن کا ایک چوتھائی آزاد کشمیر کے باشندوں کے لیے خالی رکھی جاتی ہیں - باقی تین چوتھائی نام نہاد الیکشن سے پُر کی جاتی ہیں- اسمبلی کے ارکان وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرتے ہیں۔

پانپور

جموں روڈ پر مشہور قصبہ ہے یہ سرینگر سے ۱۲ کلومیٹر ہے تحصیل کا صدر مقام ہے -

اسلام آباد

ضلع کا صدر مقام ہے اس کا پرانا نام اننت ناگ ہے شاہ جہاں کے زمانے میں

Marfat.com

اسے اسلام آباد کا نام دیا گیا۔ یہ سری نگر سے ۵۴ کلومیٹر ہے۔

ویری ناگ

دریائے جہلم کا منبع ہے اور پیر پنجال میں واقع ہے اس پہاڑ کے دامن میں قصبہ ویری ناگ ہے۔

پہلگام

ایک نالہ کے کنارے خوبصورت قصبہ ہے دیودار کے درخت قطار باندھے کھلے دکھائی دیتے ہیں خوبصورت جگہ ہے۔ موسم گرما میں سیاح بکثرت سیر و تفریح کے لیے آتے ہیں۔ پہلگام سری نگر سے ۹۶ کلومیٹر ہے۔

شوپیاں

سری نگر سے ۵۰ کلومیٹر دور شوپیاں کا مشہور قصبہ ہے یہاں کی مسجد قابل دید ہے اس جگہ سے سیب عمدہ قسم کے ہوتے ہیں یہ تحصیل کا صدر مقام ہے۔

باندی پور

سری نگر، گلگت روڈ پر باندی پور مشہور قصبہ ہے۔ اور تحصیل کا صدر مقام ہے۔

لیہ

لداخ مقبوضہ کشمیر میں ۲۔ اضلاع ہیں۔ لیہ اور کرگل۔ لیہ ضلع کا صدر مقام ہے اس میں پینگ اور بازگو مشہور قصبات ہیں۔ ہمیس کا غار جو بدھ کا مشہور تیرتھ ہے اسی ضلع میں ہے۔ اس ضلع کی آبادی بدھ ہے۔

کرگل

ضلع کا صدر مقام ہے۔ دریائے سورو کے کنارے آباد ہے ایک قلعہ بھی شہر میں ہے یہاں آبادی عموماً مسلمانوں کی ہے۔

دراس

دریائے دراس کے کنارے خوبصورت قصبہ ہے اس میں بلتی اور دادر قبیلوں کے لوگ آباد ہیں۔ شہر میں ایک قلعہ ہے۔

Marfat.com

مقبوضہ
جموں وکشمیر

پانسکم

ایک خوبصورت قصبہ ہے، شہر میں قلعہ قابل دید ہے۔

شرگول

مشہور قصبہ ہے۔ کرگل سے ۴۲ کلو میٹر دور ہے جہاں بدھ مت کے کئی مندر موجود ہیں۔ یہ مندروں کا شہر کہلاتا ہے۔

حکومت مقبوضہ کشمیر

شیخ محمد عبداللہ

۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شیخ محمد ابراہیم خاں کے ہاں صورہ میں پیدا ہوئے۔ صدرہ سری نگر سے ۱۲ کلو میٹر ہے ابتدائی تعلیم سری نگر میں حاصل کی اور ۱۹۳۰ء میں علی گڑھ سے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان پاس کر کے سری نگر میں سائنس ٹیچر تعینات ہوئے۔

آپ دراز قد اور تنومند آدمی تھے۔ جسم اور علم نے آپ کو قد آور شخصیت بنا دیا تھا دلیری، راست بازی اور چستی نے آپ کو ستم رسیدہ کشمیریوں کا ہر دل عزیز لیڈر بنا دیا تھا۔ آپ کا دل فرقہ درانہ جذبات سے قطعی پاک تھا ان کی تمام تر توجہ وادی کشمیر پر تھی۔ آپ کشمیر دوست تھے اور آپ کے دل میں اپنے ہم وطنوں کے لیے نرم گوشہ تھا۔

۱۹۰۸ء میں جموں کے چند نوجوانوں نے ینگ مینز ایسوسی ایشن کی تنظیم کی۔ اس تنظیم نے اصلاحی کام شروع کئے۔ اردو کی ترویج اور ترقی کے لئے اردو بولو۔ اردو لکھو اور اردو پڑھو کی مہم چلائی۔ ایک دارالمطالعہ قائم کیا، جہاں اخبارات اور اچھی کتابیں جمع کیں۔ یہ تنظیم ۱۹۱۲ء میں معطل ہو گئی۔ بعد میں چند نوجوانوں نے دوبارہ اس تنظیم کو بحال کیا ان میں چودھری غلام عباس، اے۔ آر ساغر۔ سردار گوہر الرحمٰن اور ملک مقبول احمد کے نام بڑے اہم ہیں۔

تحریک آزادی کشمیر کا آغاز ۱۹۳۱ء میں ہوا۔ جموں میں ایک ہندو انسپکٹر کھیم چند نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔ ۳۰ جون ۱۹۳۱ء کو احتجاج کے بعد جموں میں سری نگر کے

Marfat.com

جامع مسجد میں ایک زبردست احتجاجی جلسہ ہوا جس میں جوشیلی سیاسی تقریریں کی گئیں۔ ان دنوں برعظیم کے اخبارات نے ڈوگرہ مظالم کے متعلق لکھنا شروع کیا۔ لاہور "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیٹی کے بانیوں میں علامہ سر محمد اقبال، مرزا بشیر الدین محمود احمد، سر ذوالفقار علی، خان بہادر شیخ رحیم بخش، مولانا حسرت موہانی اور خواجہ حسن نظامی کے نام بڑے اہم ہیں۔ اس کمیٹی نے "یوم کشمیر" منایا۔ اور مغربی ملکوں میں کشمیریوں کی آواز پہنچائی۔ مہاراجہ نے کشمیری عوام کو اپنی شکایات پیش کرنے کی دعوت دی۔

جولائی ۱۹۳۱ء میں خانقاہ معلیٰ میں جلسہ ہوا تاکہ مطالبات پیش کرنے کے لیے نمائندگان کا انتخاب ہو۔ چنانچہ وفد میں میر واعظ محمد یوسف، میر واعظ ہمدانی، شیخ محمد عبداللہ، سعد الدین شال، سید حسین شاہ جلالی، خواجہ غلام احمد عشائی، مستری یعقوب علی، چوہدری غلام عباس، سردار گوہر الرحمٰن اور شیخ عبدالحمید ارکان منتخب ہوئے۔ اس موقعہ پر عبدالقدیر نے بڑی جذباتی تقریر کی۔ اسے گرفتار کرکے جیل بھیج دیا گیا۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء مقدمہ کی پیشی کی تاریخ تھی۔ عدالت میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ انہوں نے" اسلام زندہ باد" "عبدالقدیر زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ڈوگرہ حکومت نے گولی چلا دی۔ اور تیئس ۲۳ مسلمان شہید ہو گئے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۳۱ء کو مہاراجہ نے ایک کمشن مقرر کیا تاکہ عوامی مطالبات کا جائزہ لے۔ کمشن کا صدر ایک انگریز گلانسی تھا۔ اس کمشن نے مسلمانوں کے مطالبات کو جائز قرار دیا اور متعدد سفارشات کیں۔

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں مسلمانان ریاست نے" مسلم کانفرنس" کی بنیاد رکھی اس کے صدر شیخ محمد عبداللہ اور جنرل سیکرٹری چوہدری غلام عباس بنے۔

۱۹۳۹ء میں شیخ محمد عبداللہ نے نیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد لاہور منظور ہوئی۔ برعظیم میں ہر جگہ مسلمانوں کا یہ نعرہ بن گیا:

"بن کے رہے گا پاکستان" ۔ "لے کے رہیں گے پاکستان"

Marfat.com

یہ آواز ریاست کے مسلمانوں کی بھی دل کی دھڑکن بن گیا۔ ۱۹۴۱ء میں چوہدری غلام عباس نے دوبارہ مسلم کانفرنس کو منظم کیا۔ ۱۹۴۶ء میں شیخ محمد عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک چلائی۔ ان کو گرفتار کر کے ۳ سال قید اور ۱۵۰۰ روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

جون ۱۹۴۷ میں برطانوی ہند کو ماؤنٹ بیٹن پلان کے مطابق دو مملکتوں میں تقسیم کرنے کا اعلان ہوا۔ ریاست میں ۸۰ فیصد مسلم آبادی ہونے کی وجہ سے الحاق پاکستان ناگزیر تھا۔ اس وقت مسلم کانفرنس کے قائد چوہدری غلام عباس نیشنل کانفرنس کے لیڈر شیخ محمد عبداللہ قید میں تھے۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس نے الحاق پاکستان کا پُر زور مطالبہ کیا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان پر ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں "یوم پاکستان" منایا گیا۔

۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو شیخ محمد عبداللہ غیر مشروط رہا کر دیئے گئے۔ مجاہدین نے ریاست کا کچھ حصہ آزاد کرا کے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد حکومت قائم کر لی۔ ۲ نومبر ۱۹۴۷ کو نیشنل کانفرنس نے شیخ محمد عبداللہ کی سربراہی میں مقبوضہ کشمیر میں حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔

یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو ہندوستان نے اقوام متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ پیش کیا۔ اپریل ۱۹۴۸ کو بھارت نے کشمیر پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین کشمیر نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اقوام متحدہ کے کشمیر کمشن کی وساطت سے یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو عارضی صلح ہو گئی اور رائے شماری کے ذریعہ فیصلہ ہونا قرار پایا۔ مارچ ۱۹۴۹ کو کشمیر کمشن نے دونوں ملکوں (پاک، بھارت) کو اپنی فوجیں ہٹانے کو کہا۔ مارچ ۱۹۵۰ء میں حفاظتی کونسل کے نمائندہ سر اوون ڈکسن نے کشمیر سے فوجیں نکالنے کی تجویز پیش کی۔ جسے دونوں ملکوں نے ناقابل قبول کہہ کر رد کر دیا مارچ ۱۹۵۱ء کو ڈاکٹر فرانک گراہم کو اقوام متحدہ کا نمائندہ بنا کر بھیجا گیا۔ ستمبر ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر گراہم نے اپنی ناکامی کی رپورٹ پیش کی اور بھارت کی ہٹ دھرمی سے مسئلہ کشمیر معرض التوا میں پڑتا چلا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں جنیوا مذاکرات ہوئے لیکن رائے شماری میں فوجوں کے تناسب پر اختلاف ہو گیا اور فروری ۱۹۵۳ء میں گفت و شنید بند ہو گئی۔

Marfat.com

جون ۱۹۵۳ء میں مسٹر محمد علی اور پنڈت جواہر لال نہرو وزرائے اعظم پاکستان اور بھارت نے لندن میں تمام جھگڑے گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جولائی ۱۹۵۳ء میں کراچی میں ملاقات ہوئی اور یہ طے پایا کہ تصفیہ رائے شماری کے ذریعے ہو اور رائے شماری کا ناظم اپریل ۱۹۵۴ء تک مقرر کر دیا جائے۔

اس دوران ہندوستان کو احساس ہوا کہ مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ کشمیر کے ہندوستان کے الحاق کے حامی نہیں ہیں۔ انہیں اس جرم میں ۸ اگست ۱۹۵۳ء کو گرفتار کر لیا۔ "جب میں پاکستان کی نکتہ چینی کرتا ہوں تو ہندوستان والے "شیر" کا خطاب دیتے ہیں لیکن جب میں ہندوؤں کی فرقہ پرست کارروائیوں کا گلہ کرتا ہوں تو مجھے پاکستانی یا کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ۱۹۵۳ء کے الیکشن میں نیشنل کانفرنس نے ۱۰۰ فیصد نشستیں حاصل کی تھیں۔

شیخ محمد عبداللہ کو قید کر کے ان کی جگہ بخشی غلام محمد کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں بخشی صاحب کی کابینہ بن گئی۔ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری سے ریاست کا نظم ونسق ہنگاموں کی نذر ہو کر رہ گیا۔ ان پر قابو پانا بخشی کی بساط سے باہر ہو گیا۔ حالات پر قابو پانے کے لئے بھارت نے بخشی کو پولیس اور فوج کا سہارا دیا۔ ۱۹۵۴ء کو کشمیر کی اسمبلی نے حکومت بھارت کو خوش کرنے کے لیے ریاست کے قطعی الحاق کا مسئلہ طے کرانے کا فیصلہ کیا۔ جس دن اسمبلی کا اجلاس ہونا تھا۔ اسمبلی توڑ دو، یہ نام نہاد اسمبلی کشمیریوں کا نمائندہ نہیں ہے۔ نہرو نے کشمیر کی مجلس قانون ساز کے فیصلے کو غیر قانونی قرار دیا اور کہا کہ اس سے کشمیر کے بارے میں بین الاقوامی تنازعہ حل نہیں ہو گا۔ شیخ محمد عبداللہ نے جی ایم صادق کو خط لکھا:

"آپ نے ان حالات میں اسمبلی کا اجلاس طلب کیا ہے تاکہ بخشی غلام محمد کی قیادت میں قائم کی ہوئی نئی حکومت کے لئے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا جا سکے۔ حالانکہ اگست ۱۹۵۳ء کے خونی ڈرامے کا ہیرو بخشی ہی تھا۔ اور آپ ان کے سب سے بڑے شریک کار تھے۔

۵ اگست ۱۹۵۵ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے اسمبلی کشمیر کے فیصلہ کی تائید کر دی اور ساتھ ہی مقبوضہ کشمیر کی سرحدوں کو اور مضبوط کر دیا۔ ۲۹ مارچ ۱۹۵۶ء کو پنڈت

Marfat.com

نہرو نے لوک سبھا میں اعلان کر دیا کہ کشمیر آئینی طور پر ہندوستان کے ساتھ الحاق کر چکا ہے اس لیے کشمیر میں رائے شماری کی باتیں فضول ہیں۔

۱۰ را کتوبر ۱۹۵۶ء کو مقبوضہ کشمیر کا آئین اسمبلی پیش کیا گیا۔ اس قانون میں یہ دفعہ بھی رکھی گئی کہ یہ قانون اس کشمیر کا ہے جس پر مہاراجہ کا قبضہ تھا اس کی سو نشستوں میں سے ایک چوتھائی نشستیں خالی رکھ لی گئیں۔ کشمیری عوام کی مخالفت کے باوجود آئین پاس کر دیا گیا۔

"جنوری ۱۹۵۷ء میں ریاست جموں وکشمیر کا آئین مکمل کر لیا گیا اور آئین ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ شیخ صاحب قومی تحریک کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ شامل رکھنے کے خواہش مند تھے۔ داستانِ حیات سید میر قاسم" لیکن وہ کشمیریوں کے دلوں کی دھڑکن تھے اس لیے انہیں کمزور حکمران کی ضرورت تھی جو بخشی غلام محمد کی شخصیت ہی ہو سکتی تھی۔ ۱۹۵۶ء میں شیخ صاحب نے خواجہ صادق کو خط لکھا:

"۹ راگست ۱۹۵۳ء کو مجھے اقتدار سے محروم کرنا جمہوریت کا پہلا قتل تھا۔ جس کے نتیجہ میں مجھے وزیر اعظم کے عہدہ سے غیر قانونی طریقہ پر اقتدار سے ہٹا کر گرفتار کیا گیا۔"

۱۹۵۷ء میں مقبوضہ کشمیر میں عام انتخابات ہوئے۔ محاذ رائے شماری نے حصہ نہیں لیا۔ ان "انتخابات کو کسی حد تک آزادانہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔" بخشی پھر مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم بن گئے۔ اب بخشی ایک مضبوط آدمی بنتا جا رہا تھا۔

"اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں کہ جب بھی یہاں کشمیر میں کسی رہنما کی پوزیشن ذرا مضبوط ہونے لگی اور اسے عوام میں کچھ مقبولیت حاصل ہوئی تو آج تک مرکز کی یہ روایت رہی کہ اس کے مد مقابل کسی دوسرے شخص کو تیار رکھا جائے ——— اسے باور کرایا جائے کہ تم تو ہمارے رحم و کرم پہ ہو" صہ ۲۹۹ داستان حیات میر قاسم

جنوری ۱۹۵۸ء کو شیخ محمد عبداللہ رہا کر دیئے گئے ان کا بے پناہ استقبال ہوا۔
نہرو مولانا آزاد کے ذریعہ بخشی اور محمد عبداللہ میں صلح کرانا چاہتے تھے اور بخشی کو ہٹا کر شیخ محمد عبداللہ کو وزیر اعلیٰ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ر کو مولانا کی وفات سے ایسا نہ ہو سکا۔ بخشی نے حضرت بل میں اپنے حامیوں کے ذریعہ معراج النبیؐ کی تقریب میں زبردست فساد کرایا اور ۳۰ر اپریل ۱۹۵۸ء کو شیخ صاحب کو گرفتار کر کے کٹھ جیل میں نظر بند کر دیا اور کشمیر سازش کیس کا رسوائے زمانہ مقدمہ تیار کیا گیا اس پر ریاست گیر ہنگامے ہوئے۔ ۲۰۰ کشمیری شہید ہوئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔

گرفتاری کے بعد چوہدری غلام عباس نے مقبوضہ کشمیر میں اپنے ہم وطنوں کی آزادی کے لیے جون ۱۹۵۸ء میں اپنی تاریخی تحریک "تحریک آزادی کشمیر" شروع کی۔

۱۹۶۱ء میں مقبوضہ کشمیر میں نام نہاد الیکشن ہونا تھا۔ بخشی غلام محمد نے دھاندلیوں کا پروگرام طے کر لیا۔ خواجہ محمد صادق اور بخشی میں اختلافات عروج پر پہنچ گئے۔ خواجہ محمد صادق نیشنل کانفرنس سے الگ ہو کر ڈیموکریٹک نیشنل کانفرنس بنالی۔ فروری ۱۹۶۲ء میں انتخابات ہوئے، محاذ رائے شماری نے حصہ نہیں لیا۔ نیشنل کانفرنس نے نمایاں کامیابی حاصل کرلی اور بخشی کابینہ بن گئی۔ ۱۹۶۳ء میں وزیر اعظم بخشی غلام محمد نے کشمیر کو بھارت کے نزدیک لانے کے لیے صدرِ ریاست کا نام بدل کر گورنر اور وزیر اعظم کا وزیر اعلیٰ رکھا۔

نہرو شیخ محمد عبداللہ کو اقتدار میں لانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بخشی غلام محمد کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ۱۹۶۳ میں کامراج پلان تیار کیا۔ بخشی نے نہرو کو خوش کرنے کے لیے کامراج پلان کے تحت استعفےٰ دے دیا۔ لیکن جب دہلی سے سرینگر پہنچا، تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اس نے خواجہ محمد صادق کا توڑ خواجہ شمس الدین کو اسمبلی سے وزیر اعظم بنوا دیا۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۶۳ کو خواجہ شمس الدین نئے وزیر اعلیٰ بنے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو موئے مبارک کی چوری کا واقع پیش آیا۔ ملک گیر ہنگامے ہوئے یہ کوشش حضرت بل کی مرکزیت کو ختم کرنے کے لیے کی گئی تھی۔ لیکن جب جموں سے سرینگر تک مسلمان موئے مبارک کی بازیابی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو بھارت حکومت

Marfat.com

نے مداخلت کی اور ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ء کو موئے شریف کی بازیابی ہوئی۔ لیکن شمس الدین حالات کو قابو کرنے میں ناکام ہو گئے۔

۲۸ فروری ۱۹۶۴ء کو خواجہ صادق وزیر اعلیٰ بنے اور ۸ اپریل ۱۹۶۴ء کو شیخ محمد عبداللہ رہا کئے گئے۔ آپ نے رہا ہو کر اپنا موقف دہرایا۔ کشمیری اس وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک کشمیریوں کو حق خود ارادی نہیں مل جاتا۔

۲۹ اپریل ۱۹۶۴ء نہرو، شیخ محمد عبداللہ کی دہلی میں ملاقات ہوئی۔ نہرو نے شیخ عبداللہ کو کہا کہ اگر پاکستان اپنی فوجیں کشمیر سے نکالنے پر رضامند ہو جائے تو بھارت بھی مقبوضہ کشمیر خالی کر دے گا۔ شیخ محمد عبداللہ اپنے ساتھیوں مرزا افضل بیگ، مولانا مسعودی اور بیگم عبداللہ کے ہمراہ ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء کو راولپنڈی پہنچے۔ آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا۔ راولپنڈی سے مظفر آباد پہنچے تو ۲۷ مئی ۱۹۶۴ء کو خبر آئی کہ نہرو چل بسا ہے۔ ۲۸ مئی ۱۹۶۴ء کو شیخ محمد عبداللہ اپنا دورہ نامکمل چھوڑ کر دہلی پہنچے۔ نہرو کی جگہ لال بہادر شاستری وزیر اعظم بنا۔

مارچ ۱۹۶۵ء کو شیخ محمد عبداللہ حج کے لیے گئے۔ انہوں نے مغربی ممالک کا دورہ بھی کیا اور کہا کہ عوام کی رائے کے مطابق آزادانہ طور پر کسی ایک ملک سے الحاق کے سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

ہندوستان کے صدر نے کشمیر میں گورنر کے ذریعے اپنا راج قائم کر لیا ہے۔ سری نگر کی اسمبلی پر ریاست کے جھنڈے کی جگہ ترنگا لہرا دیا گیا ہے نیشنل کانفرنس کو انڈین نیشنل کانگرس میں ضم کر کے وزیر اعظم اور صدر کے عہدوں کو غیر قانونی طور پر ختم کر دیا گیا اور یہ سب مقبوضہ کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ شیخ محمد عبداللہ کی تقریروں سے خائف ہو کر بھارتی حکومت نے ویزا کی منسوخ کرنے کی دھمکی دی۔ شیخ صاحب کو مجبوراً واپس لوٹنا پڑا۔ ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو پالم ہوائی اڈہ پر شیخ صاحب کو گرفتار کر لیا۔ اور سری نگر میں مارشل لاء لگا دیا۔

اگست ۱۹۶۵ء کو کشمیریوں نے انقلابی کونسل قائم کر کے "صدائے کشمیر" ریڈیو کے

Marfat.com

کے ذریعے اپیل کی کہ وہ کشمیریوں کی جنگ حریت میں مدد دیں کشمیریوں نے گوریلا جنگ کے ذریعے بھارت سے مقبوضہ کشمیر خالی کرانیکی کارروائی شروع کر دی ۔ بھارت نے جب مقبوضہ کشمیر میں اپنے پاؤں اکھڑتے دیکھے تو اس نے ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو پاکستان پر حملہ کر دیا اس سترہ روزہ جنگ میں پاکستان نے اپنی طاقت کا لوہا منوایا سلامتی کونسل کی مداخلت سے ۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ کو جنگ بند ہو گئی ۔

روسی وزیر اعظم کوسیجن نے صدر محمد ایوب خاں اور بھارتی وزیر اعظم لال بہادر شاستری کو روس بلایا اور ۱۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو اعلان تاشقند کے ذریعے فوجیں ۲ اگست ۱۹۶۵ء کی پوزیشن میں واپس چلی گئیں ۔ کشمیر کا مسئلہ فیصلہ طلب رہا ۔

اعلان تاشقند کے متعلق عوامی ردِ عمل بہت شدید تھا ۔ لوگ اس اعلان کے خلاف تھے اور اسے جیتی ہوئی بازی ہارنے کے مترادف قرار دیا گیا ۔ وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے اس اقدام پر نکتہ چینی کی جس کی پاداش میں انہیں وزارت سے سبکدوش کر دیا گیا مسٹر بھٹو نے کابینہ سے نکل کر زبردست تحریک چلائی ۔

۱۹۶۶ء میں مسز اندرا گاندھی بھارت کی وزیر اعظم بنی ۔ اکتوبر ۱۹۶۸ء میں شیخ محمد عبداللہ نے سری نگر میں آل پارٹیز پیپلز کنونشن بلایا تاکہ مسئلہ کشمیر کا کوئی دیرپا حل تلاش کیا جائے ۔ اندرا گاندھی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کا انتقام لینے کے لیے مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا ۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش کا نعرہ دیا اور اس کے لئے ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگ شروع کر دی ۔

۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارت نے مغربی پاکستان پر حملہ کر دیا ۔ اب پاکستان کے دونوں محاذوں پر جنگ شروع ہو گئی ۔ ۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھارت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا ۔ ۱۷ دسمبر کو بھارتی ریڈیو سے اعلان ہوا کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہیں ۔

۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء کو خواجہ صادق کا انتقال ہوا ۔ اور ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء کو سید میر قاسم وزیر اعلیٰ بن گیا ۔ ۱۹۷۲ء میں مقبوضہ کشمیر میں اسمبلی انتخابات ہوئے اور ۲۴ فروری ۱۹۷۵ء تک میر قاسم وزیر اعلیٰ رہا ۔ ۶ فروری ۱۹۷۵ء کو شیخ صاحب اور اندرا گاندھی کے درمیان

Marfat.com

مفاہمت ہوگئی ۔ ۲۲ر فروری ۱۹۷۵ء کو سید میر قاسم نے استعفیٰ دے دیا اور ۲۵ فروری ۱۹۷۵ء کو شیخ محمد عبداللہ وزیر اعلیٰ بن گئے ۔ شیخ صاحب ریاست کو ۱۹۵۳ء کے تحت لانا چاہتے تھے لیکن اندرا گاندھی نے اسے اسی پر راضی کر لیا ۔ جب وہ ۱۹۵۳ء میں گئے تھے ۔ تو وزیر اعظم تھے اور اب ۱۹۷۵ء میں آئے تو وزیر اعلیٰ بن گئے " یہاں کسی سیاسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے ۔ صرف اقتصادی آزادی اور خوشحالی کے لئے ہمیں متحد ہونے کی ضرورت ہے "۔ صہ ۳۸۷

۲۷ر مارچ ۱۹۷۷ء میں ریاست جموں وکشمیر کے گورنر ایل ۔ کے جہانے ریاستی اسمبلی کو توڑ کر گورنر راج لاگو کرنے کا اعلان کیا ۔ دہلی میں اندرا گاندھی کی جگہ اب مرار جی ڈیسائی وزیر اعظم تھا ۔ اس نے ریاست میں ۱۹۷۷ء میں منصفانہ الیکشن کرائے اور شیخ محمد عبداللہ اکثریت سے الیکشن جیت کر وزیر اعلیٰ بنے ۔ ۱۹۸۲ء کے وسط میں بیماری کی وجہ سے فاروق عبداللہ کو آگے لائے ۔ ۸ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو آپ کا انتقال ہوا اور جھیل ڈل کے کنارے آپ کو دفن کیا گیا ۔

شیخ صاحب ۱۶ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن نظر بند رہے ۔ ۹ر اگست ۱۹۵۳ء تا ۸ فروری ۱۹۵۸ء، ۲۹ر اپریل ۱۹۵۸ تا ۸ر اپریل ۱۹۶۴ اور ۸ جنوری ۱۹۶۵ء تا ۲ر جنوری ۱۹۶۸ء
۸ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو شیخ محمد عبداللہ کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ فاروق عبداللہ وزیر اعلیٰ بنا
۲ر جولائی ۱۹۸۴ء کو فاروق وزارت کا تختہ الٹ دیا گیا اور شیخ محمد عبداللہ کے داماد غلام محمد شاہ کو وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا ۔ مارچ ۱۹۸۶ء میں صدر راج نافذ کر کے جی ایم شاہ کی حکومت ختم کر دی گئی ہے ۔

شاہراہیں

۱ ۔ جموں سرینگر روڈ یہ شاہراہ جموں سے سری نگر تک پختہ ہے ۔ پٹھانکوٹ (بھارت) سے سانبہ ، جموں ، اکھنور ، نوشہرہ ، راجوری پونچھ ، اوڑی ، بارہ مولا اور سری نگر پہنچتی ہے ۔

۲۔ سری نگر لیہ روڈ یہ شاہراہ سری نگر سے گنگن پور سونہ مرگ، دراس، کرگل سے لیہ پہنچتی ہے۔

۳۔ جموّں لیہ روڈ یہ شاہراہ جموّں سے اودھم پور، بٹوٹ، رام بن، درہ بانہال، پہلگام، دراس، کرگل سے لیہ پہنچتی ہے۔

۴۔ مغلیہ شاہراہ بھمبر سے نوشہرہ، چنگس، راجوری، تھنہ، پیرمرگ، شوپیاں سے سری نگر جاتی تھی۔ اب بھمبر آزاد کشمیر اور باقی شاہراہ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔

۵۔ جہلم ویلی روڈ ایبٹ آباد سے مظفر آباد یا راولپنڈی سے براستہ کوہالہ مظفرآباد سے یہ سڑک چکوٹھی، اوڑی، بارہ مولا سے سرینگر جاتی تھی۔ اب چکوٹھی تک کا علاقہ آزاد کشمیر اور اوڑی تا سرینگر مقبوضہ کشمیر میں ہے۔

Marfat.com

باب ۴

قبل مسیح عہد

دنیا میں قدیم ترین خطوں میں سرسبز و شاداب خطہ کشمیر کا ہے۔ اس میں انسانی تہذیب دم توڑتی رہی اور اس کے کھنڈر سے نئی تہذیب ابھرتی رہی۔ کھنڈروں کا دفینہ یہ سرزمین اس لئے محفوظ نہ رکھ سکی۔ کیونکہ اگر سبز شاخ توڑ کر زمین میں دبا دی جائے تو وہ چند روز میں پودا بن کر لہرانے لگے گا۔ یوں سربفلک چوٹیوں پر بلند و بالا درخت، وادیوں میں زنگا رنگ، پھلدار پودے نئہ زمین تک غور و فکر کی مہلت ہی نہیں دیتے۔ انسان ان نظاروں میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنی ذات کو بھی بھول جاتا ہے۔

یہ خیال عام ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لنکا میں اتارے گئے۔ انہیں خانہ کعبہ کے لئے جو جگہ بتائی گئی تھی اس کی تلاش میں ان کا گذر کشمیر میں ہوا۔ اس خطہ کی زرخیزی دیکھ کر آپؑ نے جنت الفردوس سے لائے ہوئے بیجوں کو اس خطہ میں بکھیر دیا۔ اس وقت سے یہ خطہ دنیا کی جنت نظیر بن گیا ہے

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

کشمیر کے شمال میں کوہ ہمالہ کا سلسلہ ہے اس لئے اس کے روابط قدیم سے برعظیم کے اس حصہ سے رہے ہیں، جہاں آج پاکستان کی سرزمین ہے۔ اس طرح کشمیریوں کا بھی وہی مذہب رہا ہے جو اس علاقہ کے باسیوں کا مذہب تھا۔ اس خطہ کی خوبصورتی اور پاکیزگی ان لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی رہی جو گیان دھیان، غور و فکر اور تپسیا میں غرق رہ کر جنت ارضی میں خالق حقیقی سے لو لگانا چاہتے تھے ان لوگوں نے کشمیر میں آشرم، پاٹھ شالے اور

Marfat.com

عبادت گاہیں قائم ہیں یہ خطہ ہندومت اور سنسکرت کا مرکز بن گیا۔

ہندومت میں برہمن نے ذات پات کی تقسیم پیدا کر کے ہندو معاشرہ عدم مساوات کا شکار کر دیا۔ ۵۶۷ ق م میں کشتری شہزادہ شاکیہ منی گوتم بدھ نے ہندومت کی انسانیت سوز عدم مساوات کے خلاف آواز اٹھائی۔ گوتم بدھ کی تعلیم برہمن اور ہندومت کے خلاف ایک احتجاجی تحریک تھی۔ بدھ مت میں ذات پات کی تمیز کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ دیوی دیوتاؤں کی پوجا اور فضول رسومات کو ترک کر کے نیک زندگی بسر کرنے اور دوسروں پر مہربانی کرنے پر خصوصی زور دیا۔

کیونکہ یہ کشتری شہزادہ کا مذہب تھا اس لیے ہندوستان کے اکثر راجاؤں نے اسے قبول کر لیا۔ مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں بدھ مت کے پرچارک کشمیر پہنچے۔ راجہ کنشک کے عہد میں کشمیر میں شاردا یونیورسٹی قائم ہوئی۔ اس یونیورسٹی میں چین، جاپان، تبت، برما، لنکا، تھائی لینڈ، ویت نام کے طلبہ اس یونیورسٹی میں پہنچے اور بدھ مت کی تعلیم کے ساتھ کشمیر کی خوبصورتی کی شہرت بھی ان طلبہ کے ذریعے دور دراز ملکوں میں پہنچی۔

۳۲۶ ق م میں یونانی سکندر اعظم نے برعظیم پر چڑھائی کی اس وقت پورا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ سکندر اعظم باجوڑ سے گزر کر ٹیکسلا پہنچا۔ ان دنوں ٹیکسلا پر راجہ امبھی حکومت کرتا تھا۔ ٹیکسلا کی وسعت درہ خیبر سے کشمیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ راجہ امبھی نے اطاعت قبول کر لی اور سکندر اعظم کو راجہ پورس پر حملہ کی دعوت دی اور پھر پوری مدد کی۔

راجہ پورس کی حکومت جہلم سے بیاس تک تھی اس کا پایۂ تخت کری کے میدان میں جہلم شہر تھا جنگ میں سکندر اعظم کو فتح ہوئی اور راجہ پورس گرفتار ہو کر سکندر کے سامنے آیا تو سکندر اعظم نے پوچھا "آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"۔

راجہ پورس نے جواب دیا "جیسا بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں"۔

سکندر اعظم اس گفت گو سے بڑا متاثر ہوا اور اس نے پورس کی حکومت واپس لوٹا دی۔

Marfat.com

سکندر اعظم کی واپسی کے بعد مگدھ کے ایک نوجوان شہزادہ چندر گپت موریہ نے اپنے وزیر چانکیہ کی مدد سے پنجاب پر قبضہ کر کے شمالی ہند پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ چندر گپت موریہ برصغیر کا پہلا شہنشاہ تھا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا بندوسار تھا۔ موریہ خاندان کو عروج بندوسار کے عظیم بیٹے اشوک کے عہد میں حاصل ہوا۔ اشوک بڑا جنگ جو تھا اس نے اپنے ننانوے بھائیوں کا خاتمہ کر کے تخت حاصل کیا اور جنگ کالنگا ۲۶۱ ق م میں ایک لاکھ آدمی کا قتل عام کیا۔

کالنگا کا میدان دریائے مہاندی اور دریائے گوداوری کے درمیان ہے اس جنگ کے بعد ملک میں قحط اور وبا پھیل گئی۔ ان واقعات نے اشوک کے دل کو پسیج دیا۔ اس نے آئندہ جنگ سے توبہ کر لی اور بدھ مذہب اختیار کر لیا جو صلح و آشتی اور مساوات کا مذہب تھا۔

اشوک کی سلطنت کوہ ہمالیہ سے کوہ ہندوکش تک، مشرق میں خلیج بنگال اور جنوب میں دکن کے تھوڑے سے علاقے کے علاوہ باقی تمام دکن شامل تھا۔ اس نے رعایا کی اخلاقی حالت کی بہتری کے لیے ملک کے طول و عرض میں بھکشو روانہ کیے۔ پاٹلی پتر میں بدھ عالموں کی تیسری مجلس منعقد کی۔ رفاہ عام کے کاموں میں بھی اشوک نے بہت دلچسپی لی۔ اس کے عہد میں رعایا خوشحال ہو گئی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے لگی۔

موریہ خاندان کے زوال کے بعد سنگا خاندان، کنو خاندان اور اندھرا خاندان نے وسطی اور جنوبی ہند میں یکے بعد دیگرے حکومت قائم کی اور شمالی علاقوں میں اور موجودہ پاکستان پر انڈوگریک (ہند یونانی، وہ قبائل جو سیلوکس اور ہند کے روابط سے ہند یونانی کہلائے) نے ۲۰۰ سال تک حکومت کی۔ ان لوگوں کی ثقافت کی جھلکیاں گندھارا آرٹ میں دیکھ جا سکتی ہیں۔

وسط ایشیا کا ایک خونخوار قبیلہ یوچی کی ایک شاخ کشن برعظیم میں پیش قدمی کرنے میں کامیاب ہو گیا اس خاندان کا تیسرا بادشاہ کنشک ۱۲۰ء سے ۱۶۲ء تک بہت نامور گزرا ہے اس کا دارالحکومت پرش پور (پشاور) تھا اس نے بدھ مت اختیار کر کے ٹیکسلا

Marfat.com

اور شاردہ یونیورسٹی قائم کی۔ اس نے ۴۰ برس حکومت کی۔

کنشک نے وادی کشمیر میں بدھ علما کی ایک مجلس منعقد کرائی۔ یہ چوتھی مجلس کہلاتی ہے۔ اس مجلس کی تحریک پر کنشک نے شاردہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی اور ایک شہر بھی بسایا یہ علم دوست اور علم پرور حکمران تھا۔ اس کے زمانے میں کشمیر میں مختلف علوم و فنون کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

کشن خاندان کے زوال کے بعد برعظیم میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ تقریباً ایک صدی یہی کیفیت رہی۔ آخر ۳۲۰ء میں مگدھ کے ایک راجہ چندر گپت نے گپت خاندان کی حکومت کی بنا ڈالی۔ اس زمانہ میں برعظیم نے سیاسی، تجارتی، فنی اور علمی لحاظ سے قابل رشک ترقی کی۔ اس خاندان کا مذہب ہندو مت تھا۔ اس عہد کو ہندو تاریخ کا سنہری زمانہ کہا جاتا ہے اس خاندان کے سمندر گپت ۳۳۰ء سے ۳۷۵ء اور چندر گپت ۳۷۵ء تا ۴۱۳ء بہت مشہور بادشاہ گزرے ہیں۔

سمندر گپت نے برعظیم کو ایک سلطنت کے ماتحت کر دیا۔ اسے انگریز مورخ "انڈین نپولین" کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا چندر گپت "بکرماجیت" (سورج کی طاقت والا) کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ اسے اس خاندان کا عظیم ترین بادشاہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا دور علم و فن، ہندو مذہب کے احیا، تجارتی سرگرمیوں اور ہندی تہذیب کے لئے بڑا ممتاز ہے اس کے عہد میں چینی سیاح فاہیان ۴۰۵ء تا ۴۱۱ء چھ سال ہندوستان میں رہا۔ اس نے ٹیکسلا اور شاردا کا بھی سفر کیا۔ اس کے سفر کا مقصد بدھ مت کے متبرک مقامات کی زیارت اور بدھ کی مذہبی کتب کا حصول تھا اس کا سفرنامہ اس دور کا ایک معتبر تاریخی ماخذ ہے۔ فاہیان کے مطابق بکرماجیت ہندو دھرم کا پیرو ہے لیکن بدھ اور جین بھکشوؤں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ٹیکسلا اور شاردا یونیورسٹیاں مالی بحران کا شکار ہو کر اپنی آب و تاب کھو چکی ہیں۔ طلبا اور اساتذہ کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے انہیں اب بدھ مت کی عظمت رفتہ کی یادگار ہی کہا جا سکتا ہے۔

گپت خاندان کے دورِ زوال میں منگولیا کے وحشی سفید ہن برعظیم پر حملہ آور ہوئے

Marfat.com

اور تورمان نے مہاراجہ ادھیراج کا لقب اختیار کر کے جموں کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ ۵۰۲ء میں تورمان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہر گل تخت پر بیٹھا اس نے اپنا پایۂ تخت ساکلا (سیالکوٹ) منتقل کیا۔ یہ بڑا ظالم حکمران تھا۔ رعایا نے اس کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر علم بغاوت بلند کر دیا۔ مالوہ اور مگدھ کے راجاؤں نے مل کر ۵۲۸ء میں اسے ملتان کے نزدیک شکست دی اور مہر گل کو کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ اس نے کشمیر میں اپنی حکومت قائم کر لی اور ۵۴۰ء میں یہی مرا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی کشمیر سے ہن قوم کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہن قوم ہندو مذہب قبول کر کے ہندوستان میں ہی بس گئے۔

گپت خاندان کے خاتمہ پر برعظیم پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا ایک صدی تک یہی کیفیت رہی۔ ساتویں صدی کے شروع میں تھانیسر کے راجہ ہرش وردھن نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کر کے مرکزی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ہرش کے درباری شاعر بان بھٹ نے ہرش چرتر پرش کی سوانح عمری لکھی اور مشہور چینی سیاح ہیون سانگ بھی برعظیم آیا۔

ہرش وردھن ۶۰۶ء میں شمالی ہندوستان کا حکمران بنا۔ اس نے بنگال، پنجاب، سندھ راجپوتانہ اور کشمیر کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس نے تھانیسر کی بجائے قنوج کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ اس نے ۶۴۷ء تک حکومت کی۔

ہرش شروع میں ہندو مت کا پیرو تھا لیکن بعد میں بدھ مت اختیار کر لیا تھا ہرش خود عالم تھا اور بلا تفریق مذہب علما کا قدردان تھا اس نے سنسکرت زبان میں ۳ ڈرامے اور ایک گرائمر لکھی، اس نے ملک میں بہت سی یونیورسٹیاں قائم کیں ٹیکسلا اور شاردا یونیورسٹی کو ایک بار پھر علوم و فنون کا مرکز بنا دیا۔

ہرش کے عہد حکومت میں ہیون سانگ ۶۳۰ء سے ۶۴۴ء تک ۱۵ برس بدھ کے مقدس مقامات کی زیارت اور بدھ مت کی کتابوں کی تلاش میں برعظیم کی خاک چھانتا پھرا۔ اس نے ٹیکسلا اور شاردا کے کتب خانوں کا مطالعہ کیا۔ ہرش کے دور کی تعلیمی ترقی کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ نالندہ یونیورسٹی میں ۱۰ ہزار طلبا اور ۱۵سو

Marfat.com

پروفیسر تھے جن کا تمام خرچ حکومت برداشت کرتی تھی ذریعہ تعلیم سنسکرت تھا برعظیم کے علاوہ چین، ترکستان، افغانستان اور ایران کے طلبا بھی یہاں تعلیم پاتے تھے۔

برعظیم میں ہرش وردھن کی حکومت تھی یہی وہ دور تھا جب عرب میں حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی بعثت ہوئی۔ آپؐ نے ۶۱۱ء میں آخری نبیؐ ہونے کا اعلان فرمایا۔ اور دنیا بھر کی انسانیت کے لیے آفاقی تعلیم اور دین اسلام پیش کیا۔

ہرش کے بعد برعظیم میں غیر مسلم شہنشاہیت دوبارہ قائم نہ ہوسکی۔ راجپوتوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر شمالی ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔ راجپوت قدیم آریہ قبائل اور غیر ملکی حملہ آوروں کی اولاد تھے۔ راجپوتوں نے جابجا چھوٹی بڑی خودمختار ریاستیں قائم کرلیں۔ تاریخ میں یہ ۵½ سو سالہ دور راجپوتوں کا زمانہ کہلاتا ہے۔

راجپوتوں کے باہمی نفاق اور حسد نے اتحاد و یک جہتی کو ناممکن بنا دیا۔ راجپوت ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہتی تھیں اگرچہ ان کا دور ۶۵۰ سے ۱۲۰۰ء تک پھیلا ہوا ہے لیکن اس عہد میں راجپوت مرکزی حکومت قائم نہ کرسکے۔

بارہویں صدی میں کشمیر میں راجہ جے سنگھ کی حکومت تھی۔ اس کے عہد میں پنڈت کلہن نے کشمیر کی مشہور تاریخ راج ترنگنی لکھی۔ بارہویں صدی کے آخر میں راجپوتوں کو زوال آگیا اور برعظیم میں مسلم اقتدار کا پرچم لہرانے لگا۔

Marfat.com

باب ۵

مسلمانوں کی آمد

راجہ سہائے، سیستان، برہمن آباد اور ملتان کا حکمران تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو راجہ چچ اس کے وزیر نے راجہ کی بیوہ رانی سبھ دیوی سے شادی کر لی اور سلطنت کو کشمیر تک وسعت دی۔ یہ کشمیر کی خوب صورتی سے بڑا متاثر ہوا۔ اس نے کشمیر میں چنار صنوبر اور دیودار کے درخت لگائے۔

راجہ چچ ایک برہمن تھا۔ یہ ہندو مت کا پیرو تھا جبکہ سندھ کے جاٹ اور لوہانہ بدھ مت سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے انہیں اپنے مذہب سے برگشتہ کرنے کے لیے انہیں ذلیل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان کے لیے ریشمی لباس ممنوع قرار دیا، شناخت کے لیے ننگے سر، ننگے پاؤں اور ساتھ کتا رکھنے کی تاکید تھی۔

راجہ چچ نے ۶۵۰ تا ۶۹۰ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی چندر تخت نشین ہوا۔ راجہ چندر ۶۹۰ تا ۶۹۷ء سات سال حکمران رہا اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ داہر تخت پر بیٹھا۔ اسی راجہ کے عہد میں ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم برعظیم پر حملہ آور ہوا۔ راجہ داہر نے سگی بہن سے شادی کر کے سورج دیوتا ملتان کی ناراضی مول لی تھی۔ سندھ کی بدھ مت رعایا تو ناراض تھی ہی، ہندو مت کے پیرو بھی اسے لا مذہب خیال کرنے لگے۔ محمد بن قاسم ۷۱۱ء میں دیبل پہنچا اور ۷۱۲ء میں دیبل فتح کر لیا۔ یہاں سے محمد بن قاسم نیرون، سہوان کو فتح کرتا ہوا راوڑ پہنچا اور راجہ داہر کو شکست فاش دی۔ راجہ میدان جنگ میں کام آیا۔

راجہ کے وزیر سیاکر نے گرفتار شدہ عورتوں اور بچوں کو محمد بن قاسم کی خدمت

Marfat.com

میں پیش کیا اور خود مسلمان ہوگیا۔ ان عورتوں اور بچوں کی گرفتاری ہی جنگ کا اصل سبب تھی۔ مسلمانوں کو ان کی بازیابی پر بے حد خوشی ہوئی۔

۷۱۳ء میں راجہ داہر کے بیٹے جے سنگھ اور محمد بن قاسم کا مقابلہ برہمن آباد میں ہوا۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا محاصرہ کر لیا۔ ۶ ماہ تک محاصرہ قائم رہا۔ آخر شہر کے لوگوں نے تنگ آ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور جے سنگھ بھاگ گیا۔

اروڑ موجودہ روہڑی کے قریب راجہ داہر کے دوسرے بیٹے گوپی سے واسطہ پڑا۔ اہل شہر نے محمد بن قاسم سے امان کی درخواست کی۔ محمد بن قاسم نے امان دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

ملتان کا شہر ان دنوں وادی سندھ کا جنگی مرکز تھا۔ سندھ کے شکست خوردہ سردار اس جگہ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ملتان کا حاکم کورسنگھ تھا۔ محمد بن قاسم نے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اس شہر میں سورج دیوتا کا راج تھا۔ سورج دیوتا کا مجسمہ چینی سیاح ہیون سانگ کے بیان کے مطابق سونا کا تھا اور مندر کا فرش چاندی کا تھا۔ شہر کو ایک نہر پینے کا پانی پہنچاتی تھی۔ محمد بن قاسم نے نہر کا پانی بند کر دیا۔ اہل شہر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے محمد بن قاسم کو اس مندر سے ۲۳۰ من خالص سونا اور ۱۳ ہزار من چاندی ملی۔

محمد بن قاسم کی مہم ملتان تک پہنچ کر رک گئی کیونکہ چچ کی حکومت کشمیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے مسلمان تاجر کشمیر تک سفر کرتے رہے ان کی وجہ سے اہل کشمیر دین اسلام سے آگاہ ہو چکے تھے یوں تو اسلام کا چرچا آپ صلعم کی بعثت سے ہی ہونے لگا تھا۔ آپؐ نے جن بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھے تھے ان میں کشمیر کا راجہ بھی شامل تھا۔

سندھ، دمشق مرکز خلافت سے دوری کی وجہ سے باغیانہ روش اور باطل نظریات کی آماجگاہ بنتا چلا گیا۔ قرامطہ نے زور پکڑا۔ محمود غزنوی کی آمد کے وقت سندھ میں برہمن آباد اور ملتان دو خود مختار ریاستیں تھیں جن کا قرمطی حکمران تھے۔ قرامطی اسماعیلی فرقے کی ایک شاخ ہے۔ یہ لوگ قیامت کے منکر اور آواگون یعنی تناسخ

Marfat.com

کے قائل تھے۔ محمود غزنوی کے زمانہ میں ابوالفتح داؤد ملتان کا حکمران تھا اس نے منصورہ کی اراہئیں مسلم ریاست کا خاتمہ کرکے سُنی مسلمانوں پر جور وظلم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۰۰۵ء میں محمود نے ملتان پر چڑھائی کی۔ ابوالفتح کو شکست ہوئی۔ اس نے خراج ادا کرنے اور اپنے عقائد سے روگردانی کا وعدہ کرکے حکومت واپس حاصل کر لی۔ لیکن یہ اپنے وعدہ پر قائم نہ رہ سکا۔ ۱۰۱۰ء میں انند پال کے لڑکے ترلوچن کے ساتھ ساز باز شروع کر دی۔ محمود غزنوی برق رفتاری سے نندنہ پہنچا۔ ترلوچن امداد لینے کے لیے کشمیر چلا گیا۔ محمود نے اس کے بیٹے بھیم پال کو شکست دی اور ابوالفتح داؤد کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

" وادی کے چاروں طرف پہاڑوں کی اونچی اونچی قدرتی فصیل نے کشمیر کو ایک محفوظ جائے پناہ بنا رکھا ہے اس لیے بار بار کے بیرونی حملوں سے تنگ آکر حملہ آور یہاں اقامت گزین ہو جاتے ہیں۔ محمود غزنوی نے جب پنجاب فتح کیا تو بہت سے لوگ بھاگ کر کشمیر میں منتقل ہو گئے۔" کتاب الہند" البیرونی صد ۲۷۴

کشمیر کا راجہ سنگرام ترلوچن پال اور بھیم پال کی مدد کرتا رہتا تھا۔ نندنہ کی فتح کے وقت ترلوچن پال کشمیر پہنچ کر امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اس کا خیال تھا کہ محمود غزنوی سے پنجاب کی حکومت دوبارہ حاصل کی جائے۔ جب محمود غزنوی کو اس کے علم ہوا تو اس نے سنگرام راجہ کشمیر پر ۱۰۱۵ء میں حملہ کر دیا۔ محمود نے کشمیر میں داخل ہو کر لوہر کوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا لیکن ابھی قلعہ سر نہیں ہوا تھا کہ برف باری کا موسم شروع ہو گیا۔ محمود کو قلعہ فتح کیے بغیر واپس لوٹنا پڑا۔ ۱۰۲۱ء میں دوسری بار محمود نے کشمیر پر حملہ کیا اس بار بھی شدید برف باری نے محمود کا رستہ روک لیا اور محمود کو کشمیر کی تسخیر کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔

قدیم زمانے سے ہی کشمیر کے تعلقات چین اور وسط ایشیا سے قائم ہو گئے تھے۔ کیونکہ کشمیر میں بدھ مت کی یونیورسٹی قائم تھی۔ اور کشمیر بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ تھا اس لیے چین اور وسط ایشیا کے بدھ کشمیر کو مقدس سرزمین خیال کرتے تھے اور دُور

Marfat.com

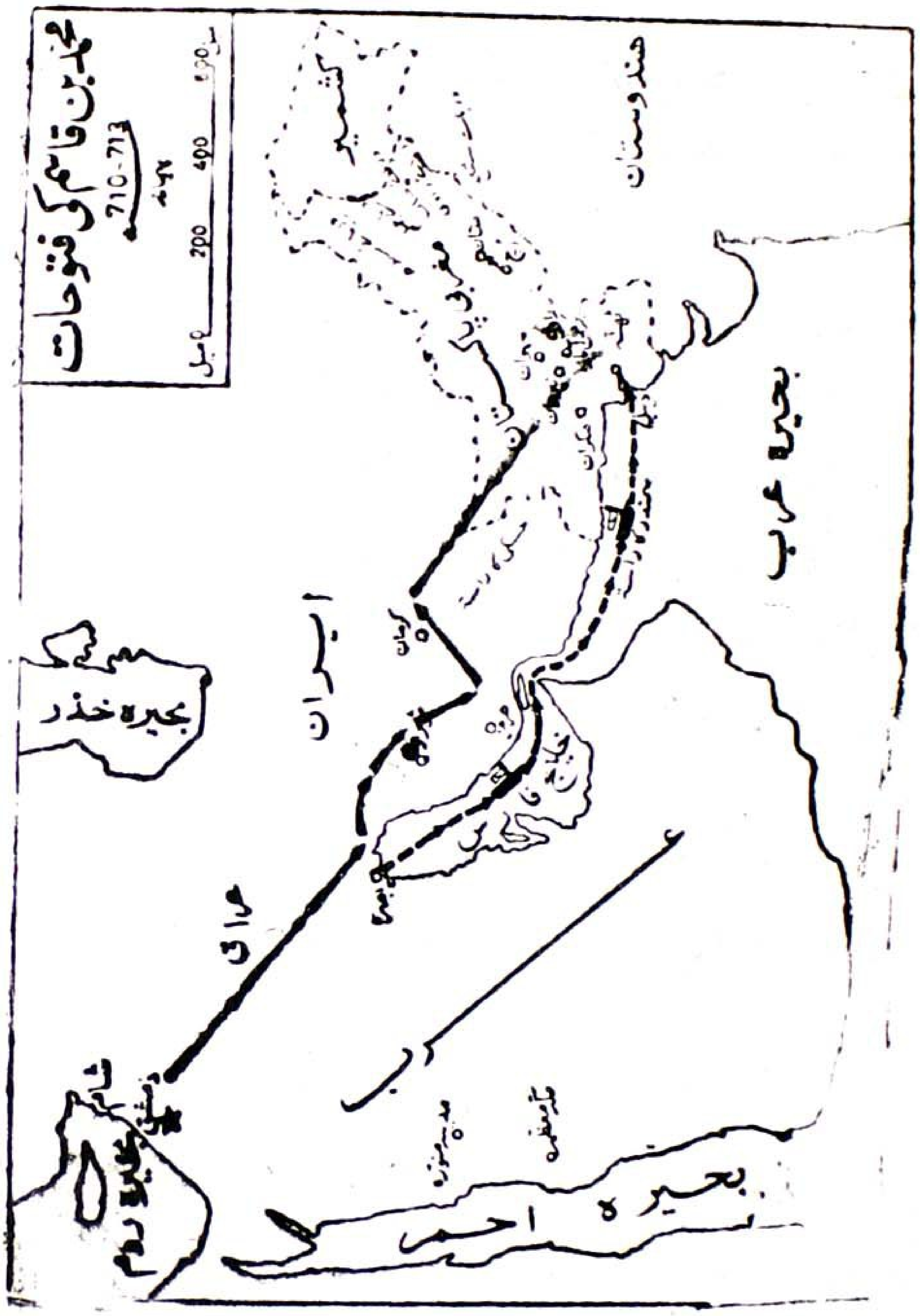

محمد بن قاسم کی فتوحات
710-713
بحیرہ خذر
ایران
عراق
بحیرۂ عرب
بحیرہ احمر
ہندوستان
عرب

Marfat.com

دراز سے بدھ مت کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کشمیر کا رخ کرتے تھے اکثر یہیں کے ہو کے رہتے تھے اور کشمیر کو اپنا وطن بنا لیتے تھے۔

کشمیر محمود غزنوی کے عہد میں بھی علم کا گہوارہ تھا۔ البیرونی کشمیر کے بارے میں رقم طراز ہیں :

"کشمیر ہندوؤں کے علوم و فنون کی بہت بڑی درس گاہ ہے۔ علم سنسکرت کے شائق دور و نزدیک سے یہاں آتے ہیں اور اس کی وادیوں کی دلفریبی دیکھ کر ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو رہتے ہیں۔" کتاب الہند صہ ۱۶۹

محمود غزنوی نے برعظیم پر سترہ حملے کئے اور ہر بار کامیابی حاصل کی۔ محمود کا آخری حملہ ۱۰۲۵ء میں سومنات کا ہے۔ سومنات کا مندر گجرات کا ٹھیاواڑ میں تھا۔ محمود نے قسم کھائی تھی کہ ہر سال برعظیم پر حملہ کر کے اس سرزمین سے مندروں کا وقار خاک میں ملائے گا۔ ادھر ہندوؤں کا خیال تھا کہ سومنات کا دیوتا ان علاقوں سے جو محمود کی تاخت و تاراج کا نشانہ بنے ہیں ناراض تھے۔ ہندوؤں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد روحیں اس مندر میں آ کر جمع ہوتی ہیں اس لیے وہ اپنی قیمتی چیزیں مرنے سے پہلے اس مندر کی نذر کرتے تھے۔ اس مندر میں شوجی کی پوجا ہوتی تھی۔ مندر کی گھنٹیاں ۲۰۰ من سونے کی تھیں۔ ۵۰۰ دیوداسیاں شولنگ کے سامنے رقص کرتی تھیں۔ مندر کی دیواروں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ۱۰ ہزار گاؤں اس مندر کے لئے وقف تھے ایک ہزار برہمن پوجا پاٹ اور دوسرے کاموں پر مامور تھے۔

محمود کے ساتھ ۳۰ ہزار کا لشکر تھا جبکہ مندر کے اندر ۵۰ ہزار سپاہی موجود تھے اور ہر روز راجوں کی تازہ دم کمک پہنچ رہی تھی یہ سب سے بڑا مقابلہ تھا۔ ۱۰۲۶ء میں محمود نے بھرپور حملہ کیا اور مندر کو سر کر لیا۔ برہمنوں نے سونے کے ڈھیروں کے بدلے شو کے بت کی بخشش چاہی لیکن محمود نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "میں بت شکن ہوں، بت فروش نہیں"۔ شو کا بت مقناطیسی کشش سے بظاہر کسی سہارے کے کھڑا تھا جو عام آدمی کے لئے باعث حیرت تھا۔

Marfat.com

باب ۶

ریاست میں اسلام

چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کشمیر میں راجہ سہدیو کی حکومت تھی۔ یہ وہ دور تھا جب برعظیم میں علاؤالدین خلجی کی حکومت تھی۔ سہدیو ایک اچھا منتظم تھا لیکن میدان جنگ میں سینہ سپر ہو کر تاتاریوں کی یلغار کو روکنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ تاتاریوں کی یلغار کا سنتے ہی راجہ سہدیو اور اس کا وزیر رام چند بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے اور عوام کو بے یار و مددگار چھوڑ گئے۔

تاتاری یورش سے لداخ کا رینچن شاہ بھاگ کر کشمیر میں پناہ گزین ہوا۔ جب وہ سری نگر پہنچا تو تخت کو خالی پایا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا۔ عوام سہدیو کی اس حرکت پر پہلے ہی خفا تھے اس لیے انہوں نے رینچن شاہ کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد تاتاری لوٹ مار کے بعد واپس چلے گئے۔ یہ خبر سن کر راجہ سہدیو واپس لوٹا۔ مگر یہاں کے شب و روز بدل چکے تھے۔ راجہ کو واپس جنگلوں میں ہی پناہ لینا پڑی۔

رینچن شاہ بدھ مت کا پیرو تھا لیکن مذہب کے بارے میں وہ بہت پریشان رہتا تھا۔ اسی عہد میں سوات کا ایک نو مسلم شاہ میر کشمیر آیا اور جلد ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے راجہ کا منظورِ نظر بن گیا۔ راجہ اس کی بڑی قدر و منزلت کرتا اور ہر کام میں اس سے مشورہ کرنے لگا۔ راجہ نے اسے اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا۔ شام کے کھانے میں شاہ میر بھی موجود ہوتا۔

ایک دن راجہ نے اپنے مذہب کے بارے میں پریشانی کا اظہار کیا۔ شاہ میر سمجھ

Marfat.com

گیا کہ راجہ اپنے مذہب سے مطمئن نہیں ہے۔ شاہ میر اس وقت تو چپ رہا لیکن موقعہ کی تلاش میں رہا کہ راجہ کے سامنے دین اسلام کو احسن طریق سے پیش کیا جائے۔

راجہ کا محل دریائے جہلم کے کنارے تھا۔ ایک دن راجہ نے دیکھا کہ ایک آدمی دریا کے کنارے انوکھے انداز سے عبادت کر رہا ہے۔ یہ طریقہ راجہ کے لیے نیا تھا۔ راجہ نے اسے دربار میں طلب کیا اور پوچھا تم کون ہو؟ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ آپ نے اپنا نام شرف الدین عبدالرحمٰن بتایا اور دین اسلام پر سیر حاصل تقریر کی۔

سیّد عبدالرحمٰن جسے کشمیری عقیدت اور پیار سے بلبل شاہ کہتے ہیں آپ بڑے خوش الحان تھے قرآن مجید کو جب اپنی مخصوص ترنگ سے پڑھتے تو کلام مجید کی تاثیر اور بلبل شاہ کے سوز سے پرندوں کے غول اپنی پرواز بھول کر ساقط ہو جاتے۔ آپ کی باتوں میں مٹھاس اور تاثیر تھی جس نے آپ کی باتیں سنیں وہ آپ کا ہی ہوگیا۔

آپؒ ترکستان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور کچھ عرصہ شاہ نعمت ولی کی صحبت میں رہے۔ شاہ نعمت ولی نے محسوس کیا کہ کشمیر میں بدھ مت دم توڑ رہا ہے۔ اگر خدا کا کوئی صالح مرد وہاں نہ پہنچا تو کوئی دوسرا مذہب اس کی جگہ لے لے گا۔ آپ نے سید عبدالرحمٰن کو کشمیر جانے کا حکم دیا۔ آپ اپنے دوست ملّا احمد کے ہمراہ کشمیر پہنچے۔ اس وقت کشمیر میں راجہ رینچن کی حکومت تھی۔ ملّا احمد اپنے زمانہ کے معروف عالم تھے۔ آپ دو کتابوں فتاویٰ شہابی اور شہاب ثاقب کے مصنف تھے۔

سری نگر میں دریائے جہلم کے دائیں کنارے آپ نے اپنا تکیہ رکھا۔ اس محلہ کا نام بلبل لنگر ہے وہاں بلبل شاہ مسجد ہے یہی وہ جگہ ہے یہاں رینچن نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کا نام صدرالدین رکھا گیا۔ یہ کشمیر کا پہلا مسلمان حکمران ہے۔ بلبل شاہ نے ۱۳۲۷ء میں انتقال فرمایا۔

جب صدرالدین کا انتقال ہوا تو بدھ مت کے پیرو سہدیو کو اپنا راجہ بنانا چاہتے تھے اور مسلمان صدرالدین کے بیٹے حیدر کو تخت نشین کرنے کے حق میں تھے۔ سہدیو نے بڑھ کر کشمیر کی گدی پر قبضہ کر لیا۔ شاہ میر نے حیدر کے نام پر تخت و تاج حاصل کرنے

Marfat.com

کی کوشش کی۔ سہدیو اور شاہ میر کی فوجوں میں زبردست معرکہ ہوا اور میدان شاہ میر کے ہاتھ رہا۔ حیدر ابھی کمسن تھا اس لئے چند سالوں کے بعد شاہ میر نے تخت و تاج کو سنبھال لیا۔

شاہ میر نے نظام سلطنت درست کیا۔ امن و امان بحال ہونے سے عوام کی زندگی امن وسکون سے بسر ہونے لگی۔ ۱۳۴۶ء میں شاہ میری خاندان کی بنیاد پڑی اور تقریباً ۲۰۰ سال تک یہ خاندان کشمیر کا حکمران رہا۔

اس خاندان کا ایک نامور بادشاہ سلطان شہاب الدین ۱۳۵۹ تا ۱۳۷۸ئ ہے اس نے تبت فتح کر کے اسے کشمیر کی حدود میں شامل کیا۔ اس کی حکومت موجودہ جموں و کشمیر کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ یہ خود عالم تھا اور علماء کا قدردان تھا اس نے برعظیم سے علمائ کو کشمیر بلایا اور انہیں کشمیر میں آباد ہونے کے لئے جاگیریں دیں۔ یہ ہر مذہب کے علمائ و فضلاء کا قدردان تھا۔ ہر مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ بڑی رواداری سے پیش آتا تھا اس نے کشمیر میں لباس، تعمیرات اور معاشرے میں بڑی تبدیلیاں کیں۔

سلطان رعایا کا بڑا خیال رکھتا تھا اس نے رعایا کی بھلائی کے لئے فلاحی ادارے قائم کئے لیکن ۱۳۷۵ء میں کشمیر میں سیلاب کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ رعایا فاقوں مرنے لگی سلطان نے باہر سے غلہ منگوایا لیکن ذرائع آمدورفت مسدود ہونے کی وجہ سے غلہ بروقت نہیں پہنچ پاتا تھا۔ اس لیے نصف آبادی لقمۂ اجل بن گئی۔ سلطان رعایا کے مصائب و آلام کی تاب نہ لا کر غم سے نڈھال ہو گیا اور ۱۳۷۸ء میں اسی غم حرز جاں بنا کر خالق حقیقی سے جا ملا۔

سلطان صلح کُل کا مسلک رکھتا تھا اس لئے اس نے کسی مذہب کی عبادت گاہوں سے تعرض نہیں کیا لیکن ۱۳۹۴ - ۱۴۱۶ء میں سکندر شاہ بُت شکن نے کشمیر سے مندروں سے بتوں کو نکال باہر کیا۔ البتہ مندروں کو عبادت گاہ کے طور باقی رکھا اس دور میں سید علی ہمدانی رح اپنے ۷۰۰ مریدوں کے ساتھ کشمیر میں وارد ہوئے۔ یہ لوگ صنعت و حرفت اور طب و حکمت میں دسترس رکھتے تھے۔ جو لوگ کشمیر سے ان کے مرید بنتے تھے۔ ان کو

Marfat.com

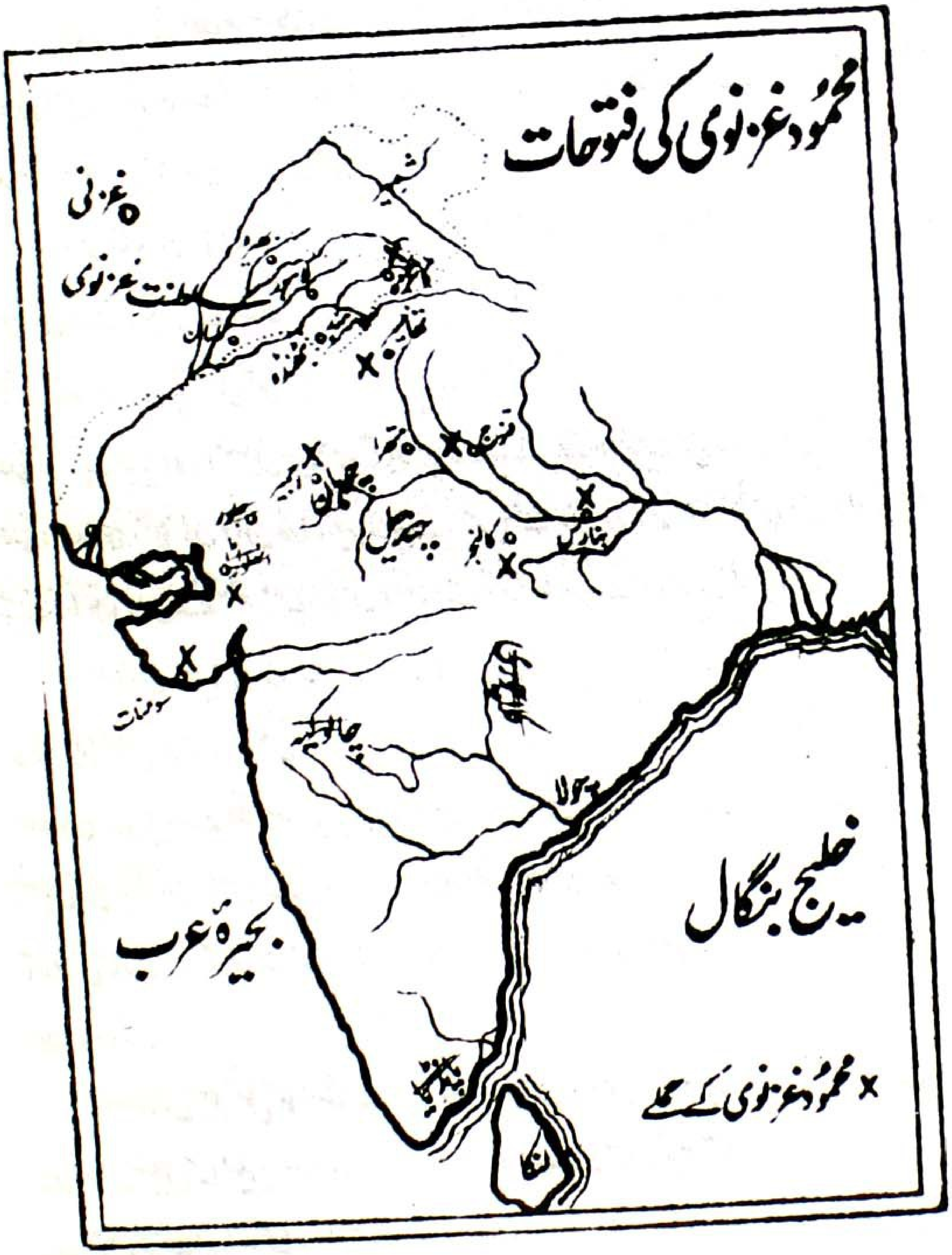
محمود غزنوی کی فتوحات
غزنی
سومنات
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال
لنکا
× محمود غزنوی کے حملے

Marfat.com

قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعت و حرفت سے بھی بہرہ ور کرتے تھے۔

سید علی ہمدانی کی تبلیغ سے سکندر شاہ کا وزیر سیہ بٹ بھی مسلمان ہوگیا اور اس نے ملک سیف الدین کے نام سے شہرت پائی۔ آپ کی تبلیغ سے کشمیر کی زیادہ آبادی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی اور انھوں نے اپنے مندروں کو مسجدوں میں تبدیل کر لیا۔ سری نگر میں جس جگہ آپؒ بیٹھ کر لوگوں کو توحید کا درس دیا کرتے تھے وہ آج بھی خانقاہ معلیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

سکندر نے کچھ مذہبی اصلاحات کیں جو کچھ لوگوں کو پسند نہ آئیں وہ بدھ مت پر قائم رہ کر کشمیر چھوڑ کر چلے گئے۔ سکندر نے معاشرے میں کچھ تبدیلیاں کیں اور تعمیرات کو بھی نیا رنگ دیا۔

کشمیر کا سب سے بڑا سلطان تاریخ میں زین العابدین بڈشاہ ۱۴۲۰ تا ۱۴۷۰ء مشہور ہے یہ سکندر کا بیٹا تھا اس نے ۵۰ برس حکومت کی۔ اس نے ان کشمیریوں کو واپس وطن لایا جو سکندر کے ڈر سے ملک چھوڑ گئے تھے اس کے عہد میں کشمیر نے ہر میدان میں ترقی کی۔ اس نے سری نگر میں آرمی سکول قائم کیا جس میں حرب کی تربیت دی جاتی تھی۔ فن حرب و ضرب پر کتابیں لکھی گئیں۔ سلطان خود بھی ان حربی ورزشوں میں شریک ہوتا تھا۔

بڈشاہ کے عہد میں علوم و فنون نے بے حد ترقی کی۔ جا بجا مدارس کھولے گئے۔ تصنیف و تالیف اکیڈمی قائم کی گئی۔ اس جملہ اخراجات شاہی خزانہ سے ادا ہوتے تھے سنسکرت اور عربی کی کتب کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ ہر فن پر کتابیں لکھی گئیں۔ پنڈت کلہن کی راج ترنگی کا ملا احمد بڈشاہی نے فارسی میں ترجمہ کیا اور وقائع کشمیر لکھی جس میں راج ترنگی کے واقعات سے بڈشاہی دور تک سلسلہ وقت قائم کر دیا۔

اس نے فارسی کو قومی زبان بنانے کے لیے پنڈتوں کو ترغیب دی اور دوسری ملکوں سے فارسی علماء منگوا کر فارسی ادب کو فروغ دیا۔ بڈشاہ کے دور نے ایک بار پھر کشمیر علم کا گہوارہ بن گیا اور دور و نزدیک سے لوگ کشمیر آنے لگے۔ قاضی ابراہیم بخاری

Marfat.com

بڈشاہ کے زمانہ میں کشمیر وارد ہوئے آپ نے کشمیر پر تاریخ لکھی ۔

بڈشاہ نے صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کی ۔ بہت سے صنعت کار ایران سے منگوا کر پٹو اور شال کی صنعت کو فروغ دیا ۔ یہ زمانہ ہر اعتبار سے ترقی کا دور تھا ۔

بڈشاہ کے زمانہ میں للہ عارفہ کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوئی ۔ باغ کشمیر کی یہ عندلیب اس طرح زمزمہ سرا ہوئی کہ ہر گل نے اسے اپنا دیوانہ خیال کیا چاہے وہ لل ایشوری تھی یا للہ عارفہ ، ایک ذات کی پجارن ، اس نے اپنے ترانوں کو اپنی مسحور کن آواز سے باغ و بن کے ہر غنچہ و سرو تک پہنچایا " میں نے دل کا میل جلایا ۔ للہ نام پایا ۔۔ دل اس کی چوکھٹ پہ رکھا اور اسی ایک کی ہو کر رہ گئی ۔"

کشمیر کی سلطنت ترقی کے زینۂ عروج پہ پہنچ چکی تھی اس مقام پر اگر سلطنت کو جانشین اچھے ملتے چلے جائیں تو حکومت کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جاتی ہیں جتنا عرصہ سلطنت نکتہ عروج پہ قرار پاتی ہے اسی قدر زوال کی منزل اس سے دور ہٹتی چلی جاتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے ۔ عروج کے بعد عام جانشین حکومت کو سہارا نہیں دے سکتا اور سلطنت بڑی تیزی سے زوال پذیر ہو جاتی ہے ۔

شاہ میری خاندان کشمیر میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ان کے دور میں جدید کشمیر تخلیق ہوا اور کشمیر برعظیم میں ہر اعتبار سے ترقی یافتہ خطہ خیال کیا جانے لگا ۔ کشمیر بڈشاہ کے زمانہ میں عروج کی منزل کو چھو رہا تھا ۔ لیکن جانشین اس پائے کے اس ریاست کو میسر نہ آئے اور سلطنت زوال پذیر ہوتی چلی گئی ۔ شہزادے امرا کے ہاتھوں کھلونا بنکر رہ گئے ۔ امرا بادشاہ گر بن گئے ۔ جس کو چاہتے تخت پر بٹھاتے اور جسے چاہتے بوریا نشین کر دیتے ۔ محمد شاہ اور نازک شاہ جیسے بادشاہ برائے نام ہو کر رہ گئے ۔ محمد شاہ پانچ مرتبہ تخت پر بیٹھا اور اتارا گیا ۔

نازک شاہ کے عہد میں مرزا حیدر کشمیر وارد ہوا ۔ یہ بابر کا خالہ زاد بھائی تھا اس کی ماں نگار خانم منگولیا کے خانِ اعظم یونس خاں کی بیٹی تھی ۔ نازک خاں نے ۱۵۴۱ تا ۱۵۵۱ء تک میرزا حیدر کے سہارے حکومت کی ۔ ۱۵۵۱ء میں مرزا حیدر ایک بغاوت فرو کرتا ہوا

Marfat.com

مارا گیا۔ اور اسی سال اسماعیل شاہ نے اسے تخت سے الگ کر دیا۔

حیدر مرزا نے درختوں کو پیوند لگانا، پھولوں کی نسل کشی کرنا، شال پر نقش و نگار کرنا اور خوش نویسی کو عام کیا۔ یہ بابر کی طرح نہ صرف صاحب سیف تھا بلکہ صاحب قلم بھی تھا اس نے تاریخ رشیدی لکھی جو فن تاریخ میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔

درباری امرا میں چک خاندان سب سے زیادہ با اثر تھا۔ اسماعیل بن ابراہیم نے ۱۵۱۵ء میں تخت پر قبضہ کر لیا اس خاندان نے ۲۵ برس تک کشمیر پر حکومت کی یہ دور انتشار کا دور تھا۔ ملک میں افراتفری تھی۔ جسے ہر کشمیری محسوس کر رہا تھا۔ چک خاندان کا مذہب شیعہ تھا ان میں مذہبی رواداری نام کو نہ تھی۔ جن حالات میں شاہ میری خاندان رو بہ زوال ہوا۔ ایسے ہی حالات سے بنگال میں سراج الدولہ اور میر جعفر، میسور میں سلطان ٹیپو اور میر صادق دوچار ہو چکے تھے۔

اسماعیل شاہ نے ۳ برس حکومت کی۔ اس کے بعد حبیب شاہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ ابھی اس نے صرف ۱۱ ماہ ۱۹ دن حکومت کی تھی کہ ۱۵۵۴ء میں غازی چک نے اپنے بھانجے حبیب شاہ کا تاج اتار کر اسے قید زنداں میں ڈال دیا۔ اس نے ۱۵۵۴ء سے ۱۵۶۳ء تک حکومت کی۔

لوگ اس کے مذہبی تعصب سے بیزار ہو چکے تھے۔ شیخ یعقوب صرفی جو قادر الکلام شاعر اور با عمل صوفی تھے جن کے علمی کمالات کا علامہ ابوالفضل بھی معترف تھا۔ "صرفی جملہ اصناف سخن پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے"۔ آئینہ کشمیر صد ۳۳۱
جلال الدین اکبر کے دربار میں پہنچے اور کشمیر کی حالت زار کا موثر نقشہ کھینچا اور کشمیریوں کی داستان درد سن کر اکبر بہت متاثر ہوا۔ اس نے اسی وقت راجہ مان سنگھ کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجی جو ناکام رہی۔

غازی شاہ چک کے بعد اس کا بھائی حسین شاہ ۱۵۶۳ تا ۱۵۷۰ء تک حکمران بنا۔ (حسین شاہ اپنے بھائی کی ضد تھا۔ اس نے علوم و فنون کی سرپرستی کی، اور تعلیم کی اشاعت میں بڑی فیاضی سے حصہ لیا۔ تاریخ فرشتہ میں اس کی علم دوستی اور علما

Marfat.com

فضلاء کی قدر دانی پر فرشتہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ۱۵۷۰ تا ۱۵۷۹ء تک سلطان علی شاہ چک کشمیر کا بادشاہ رہا۔

ایک دن شہزادہ یوسف شاہ پدم پور جو سری نگر سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے زون (ماہتاب) کو ایک کھیت میں عالم محویت میں نغمہ سرا دیکھا۔ اس نے محسوس کیا کہ چاند زمین پر اتر آیا ہے۔ اس دوشیزہ نے بچپن میں قرآن مجید، گلستان، بوستان وغیرہ پڑھیں اور ایک شاعرہ بن کر جوان ہوئی۔ اس کی شادی گاؤں کے ایک ان پڑھ لڑکے سے ہوئی جو شاعری سے نابلد اور حسن کی داد دینے سے عاری تھا۔ حسن اور شاعری دونوں تعریف و توصیف سے کھِلتے ہیں۔ زون عموماً اداس رہتی اور مغموم دل سے اشعار موتی بن کر بکھرتے چلے جاتے۔

جب زون کی یوسف شاہ سے آنکھیں چار ہوئیں تو زون کے چہرے پر حیا کی سرخی نے حسنؔ کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ یوسف فریفتہ ہو چکا تھا اور اس سادگی پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ اتنے میں اس کے ساتھی بھی پہنچ گئے انہوں نے اس حسین دوشیزہ کے خاوند سے اسے ہتھیا لیا۔ اس وقت یوسف ابھی ۲۸ برس کا ولی عہد تھا۔

یوسف شاہ نے اس کا نام "حبّہ خاتون" رکھا اور سری نگر میں یوسف باغ لگوا کر اس میں عالی شان محل تعمیر کرایا۔ اب دن رات راگ و رنگ اور نغمہ و سُرود کی محفلیں جمنے لگیں۔ یوسف خود بھی شاعر تھا۔ اور ایک حسین شاعرہ کی رفاقت نے اس کو اور بھی جلا دی۔ ان دونوں کی راگنیوں نے کشمیر میں شعر و شاعری کا جذبہ پیدا کر دیا۔

۱۵۷۹ء میں جب سلطان علی شاہ چک، شہزادہ یوسف کے والد کا انتقال ہوا تو یوسف شاہ سلطان بنا۔ اب حبّہ خاتون ملکہ کشمیر بن گئی۔ یوسف شاہ شاعر طبیعت آدمی تھا وہ راگ رنگ میں اتنا مست ہوا کہ حکومت کے سارے بکھیڑے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ حبّہ خاتون نے بادشاہ کو کئی دفعہ اس کے فرائض سے آگاہ کیا لیکن اس

Marfat.com

پر کوئی اثر نہ ہوا۔

سید مبارک شاہ وزیر نے یوسف شاہ سے تخت لے لیا اور اسے روپوش ہونے پر مجبور کر دیا۔ سلطان کی عدم موجودگی میں لوہر شاہ جو یوسف شاہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ یوسف شاہ مایوس ہو کر اکبر کے دربار میں پہنچا۔ اکبر نے راجہ مان سنگھ اور مرزا یوسف کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ لوہر شاہ بھاگ گیا اور ۱۵۸۱ء میں یوسف شاہ دوبارہ کشمیر پر قابض ہو گیا۔

۱۵۸۶ء اکبر کو خبر ملی کہ یوسف شاہ مرکز سے اپنا تعلق توڑ چکا ہے اس نے سلطان کو کشمیر سے گرفتار کر کے لاہور میں نظر بند کر دیا اور حبہ خاتون نے فقیر بن کر دریائے جہلم کے کنارے ایک کٹیا بنالی اور چھوٹی سی مسجد تعمیر کر کے باقی عمر حسین یادوں کی نظر کر دی:

" یوسف شاہ چک' وہ نہ صرف ملکہ حبہ کا عاشق ہی تھا بلکہ موسیقی، رقص، خوشنویسی، شاعری لغت اور دوسرے علوم و فنون میں کافی دلچسپی اور دسترس رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کشمیر کے خاص تمدن کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔" (شیرازہ صد ۲۴)

درحقیقت کشمیر کا تمدن بودھ مذہب، ہندو دھرم اور اسلام کی روایتوں کے اختلاط سے وجود میں آیا ہے۔ کشمیریوں نے اپنے اپنے وقت پر جہاں ان تینوں مذاہب کو خوشی سے گلے لگایا وہاں ان کے فروغ اور ترقی میں بھی اپنا بھرپور حصہ ادا کیا۔ ریشیات صد ۲۲۲

کشمیر میں اسلام کی تبلیغ کا کام جن باہر سے آئے ہوئے صوفیا نے انجام دیا۔ ان میں سید شرف الدین بلال شاہؒ (بلبل شاہ) میر سید علی ہمدانیؒ، میر محمد ہمدانیؒ، میر شمس الدین عراقیؒ نہایت اہم مقام رکھتے ہیں ان کے علاوہ کشمیر کی جس بزرگ ہستی نے لوگوں کو اپنی زبان اور اپنے محاورے میں اس نئے دین کو سمجھایا اور سکھایا وہ شیخ نورالدین نورانی تھے ان کے بعد شیخ حمزہ مخدومؒ نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

Marfat.com

باب

عہدِ مُغلیہ

جلال الدین اکبر کی شاہی فوج نے ۱۵۸۶ء میں یوسف شاہ حاکم کشمیر کو شکست دے کر کشمیر کو سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا۔ مغلوں نے تقریباً ۱۶۶ برس کشمیر پر حکومت کی۔ مغلوں کے عہد میں کشمیر کو ایک صوبہ کی حیثیت حاصل تھی اور دہلی دربار سے ایک صوبیدار کشمیر کا حکمران ہوتا تھا۔

اکبر کا سب سے پہلا صوبیدار میر محمد قاسم میر بحر تھا۔ اس نے کشمیر کی فوجوں کو شکست دے کر مغلیہ اقتدار کشمیر میں قائم کیا۔ اس سے پہلے مغلوں کی خاصی تعداد کشمیر میں آباد ہو چکی تھی۔ نازک شاہ ۱۵۴۱ تا ۱۵۵۱ء کے عہد میں کشمیر کے سیاہ وسپید کا مالک مرزا حیدر تھا۔

یوسف چک شکست کھا کر لاہور میں نظر بند ہو گیا لیکن اس کا بیٹا یعقوب چک کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ یعقوب چک کی والدہ کشتواڑ کی تھی۔ راجہ بہادر سنگھ والئی کشتواڑ کو خطرہ محسوس ہوا کہ مغل یعقوب چک کے تعاقب میں کشتواڑ کا رخ کریں گے اور کشتواڑ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ کشتواڑ میں یعقوب کی رشتہ داری تھی اس لئے اسے بے نیل مرام واپس بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ راجہ نے یعقوب چک کو غیرت دلائی اور کچھ مدد دے کر لڑنے کے لئے ابھارا۔ اس نے اِدھر اُدھر سے فوج جمع کر کے کشمیر پر ہلہ بول دیا۔ مغلوں کی فوج کو شکست ہوئی۔ یعقوب نے شاہی محلات پر قبضہ کر لیا۔

یعقوب چک نے ان لوگوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ جنھوں نے مغلوں کا ساتھ دیا تھا۔ لوگ بھاگ کر میر قاسم کی پناہ میں آنے لگے۔ میر قاسم نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور یعقوب چک پر بھرپور حملہ کر دیا۔ یعقوب شکست کھا کر بھاگ گیا اور کشمیر پر مغلوں کا قبضہ قائم رہا۔

Marfat.com

۲ سال کے عرصہ میں میر قاسم نے کشمیر میں مغل اقتدار کی بنیادیں گہری کر دیں ۔ اکبر کی فیاضی سے ایک بار پھر بڈشاہی دور کی یاد تازہ ہوگئی ۔ ۱۵۸۷ء میں میر قاسم کو واپس بلا لیا گیا ۔ اور اس کی جگہ یوسف خاں مشہدی کو ناظم مقرر کیا اس نے باغیوں کو شکست دے کر کشمیر میں امن و امان قائم کیا ۔

اکبر تین مرتبہ کشمیر آیا ۔ پہلی بار مشہدی کے دور میں اکبر نے کشمیر کا دورہ کیا ۔ سری نگر میں اکبر کے لیے جو نئی اور دلچسپ چیز تھی :

وہ کشتیاں شکارے

وہ جھیل کے نظارے

وہ کہسار پیارے پیارے

سری نگر میں ۳۰ ہزار کشتیاں تھیں جو دریائے جہلم میں تیرتی تھیں اور لوگ انہیں گھروں کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ اکبر نے ایک ہزار ہاؤس بوٹ بنوائے اور ان کے صحن میں زنگا رنگ کے پھول لگائے اس طرح دریائے جہلم کے کنارے ایک اور شہر لالہ زار آباد ہو گیا ۔ اکبر نے پرانی کشتیوں کی آرائش و زیبائش کے لیے رقم تقسیم کی ۔ لوگوں نے کشتیوں کے آنگن میں گل و لالہ و نسرین کھلائے کہ ہر گھر گلستان بن گیا ۔ اکبر واپسی پر صوبیدار کو ساتھ لے گیا اور صوبیدار نے میرزا یادگار کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ۔

یعقوب چک قسمت آزمانے کے بعد اب ہمت ہار چکا تھا اس نے اکبر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ۔ بادشاہ نے اسے اپنے مصاحب میں شامل کر لیا ۔ میرزا یادگار نے دیکھا کہ اکبر کشمیر سے جا چکا ہے اور چک خاندان کی شورش بھی ختم ہو چکی ہے تو اس کے ذہن میں خود مختاری کا بھوت سما گیا ۔ اس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ اکبر جب لاہور پہنچا تو اسے میرزا یادگار کی بغاوت کی خبر ملی ۔ اکبر نے لاہور سے دوبارہ کشمیر کا رخ کیا جب مرزا یادگار کی فوج کو اکبر کی واپسی کی اطلاع ملی تو اس نے میرزا یادگار کا سر کاٹ کر اکبر حضور پیش کر دیا ۔ اکبر یوسف خاں کو کشمیر چھوڑ کر واپس چلا گیا ۔

اکبر تیسری بار محمد قلی خاں کے عہد میں کشمیر آیا ۔ ۱۶۰۰ء میں محمد قلی خاں کشمیر کا

Marfat.com

صوبیدار بنا۔ اس بار اکبر اپنی تمام رانیوں اور شہزادہ سلیم کو بھی ہمراہ لایا۔ اکبر نے بلتستان سے تعلقات استوار کرنے کے لیے شہزادہ سلیم کی شادی بلتستان کے شاہی خاندان میں کی اس شادی کے موقع پر مسلمانوں نے گھی کے چراغ جلائے اور ہندوؤں نے ۱۳ بھادوں کا دن منایا۔ یہ دن کشمیری ہندو پنڈتوں کے ہاں بڑا متبرک ہے اس دن دریائے بھت (جہلم) اکاش سے اتر کر کشمیر میں داخل ہوا تھا۔ ہندو دریائے جہلم اور سری نگر کے ہر چشمہ پر چراغاں کرتے ہیں اس تقریب میں اکبر اور ہندو رانیوں نے شرکت کی۔

اکبر کی وفات ۱۶۰۵ء میں ہوئی اور نورالدین جہانگیر ۱۶۰۵ تا ۱۶۲۷ء تخت پر جلوہ افروز ہوا۔ سلیم اپنی شہزادگی کے زمانہ میں ۳ بار اکبر کے ہمراہ کشمیر آ چکا تھا اب یہ دیس اس کا سسرال دیس بن چکا تھا۔ سلیم کو قدرتی مناظر سے گہرا شغف تھا۔ قدرتی مناظر کو شعر و ادب میں محفوظ کرنے اور مصوری میں ان کو سمونے کا بڑا دلدادہ تھا۔

جہانگیر کئی مرتبہ کشمیر آیا۔ ہر بار مصور اس کے ہمراہ ہوتے تھے جو منظر اسے پسند آتا اسے تزک جہانگیری میں قلم بند کرتا اور مصوروں کو اس کی جزئیات تک محفوظ کرنے کا حکم دیتا جہانگیر کو جو منظر پسند آتا اس کی دل کشی سے جی بھر کر لطف اندوز ہوتا اور وہاں قدرتی حسن میں نکھار اور پائیداری پیدا کرنے کے لیے عمارت، باغ یا چشمہ محفوظ کر کے اپنے لطیف جذبات کی تسکین کرتا۔

جہانگیر تقریباً ہر سال کشمیر کی سیر کو آتا۔ اس کی وفات بھی کشمیر میں ہوئی۔ جہانگیر بڑا عادل تھا، امیر و غریب، اپنا پرایا اسے انصاف سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے زمانہ میں کشمیر عدل و انصاف کی وجہ سے امن و امان کا گہوارہ تھا اس کے دور حکومت میں آٹھ صوبیدار کشمیر وارد ہوئے۔

جہانگیر کے دور میں پہلا صوبیدار قلیچ خاں تھا۔ اکبر کے تخت پر سلیم خاں بیٹھا، چکوں کا خیال تھا کہ سلیم کشمیر پر دھیان نہیں دے سکے گا۔ انہوں نے قلیچ خاں کے خلاف شورش برپا کر دی لیکن اس نے ہر میدان میں ان کو شکست دے کر امن بحال کر دیا۔

قلیچ خاں کے بعد سعادت خاں صوبیدار بن کر کشمیر آیا اس کے عہد میں بھی

Marfat.com

چک خاندان نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن انہیں میدان میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے چک خاندان کو زمینیں دے کر زمینداری اور مویشی پالنے کے کام میں لگا دیا۔ اس طرح چک مصروف زندگی بسر کرنے لگے اور امن پسند ہو گئے۔

احمد بیگ خاں کشمیر کا صوبیدار تھا اس کے عہد میں سری نگر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ سری نگر میں محلے کے محلے لقمہ اجل بن گئے۔ دن میں سینکڑوں جنازے اٹھتے تھے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔

احمد بیگ کے بعد دلاور خاں کشمیر کا صوبیدار بنا اس کے عہد میں کشمیریوں کو قحط نے آلیا۔ دلاور خاں بڑا دلاور نکلا۔ پنجاب سے غلّہ منگوا کر اس نے قحط پر قابو پالیا۔ اس کے بعد ارادت خاں کشمیر کا ناظم مقرر ہوا اس نے کشتواڑ پر حملہ کر کے اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ راجوری میں ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر مسلمان عورتوں کو زبردستی اپنے گھروں میں ڈال لیتے تھے۔ اور ہندو مرد کے مرنے پر انہیں ستی کے لئے مجبور کیا جاتا تھا بعض لوگ لڑکیوں کو زندہ در گور کرتے تھے۔ ارادت خاں نے ان تمام مسلمان عورتوں کو آزاد کرایا جو ہندوؤں کے چنگل میں تھیں اور آئندہ کے لیے اس رسم کو ختم کیا۔

جہانگیر نے کشمیر کے بارے میں توزک میں بار بار ذکر کیا ہے "کشمیر میں پھولوں کی اتنی کثرت ہے کہ کوئی کہاں تک نام گنوائے۔ اب پیوند سازی کی وجہ سے پھولوں کی کئی نئی قسمیں معرض وجود میں آگئی ہیں۔ یہ دنیا کے کسی اور خطہ میں شاید ملتی ہوں۔ کشمیر میں جگہ جگہ شفاف پانی کے چشمے ہیں۔ پانی کی روانی دلوں میں کیف و سرود پیدا کرتی ہے۔ گرتی ہوئی آبشاریں کیف و مستی کی کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ کشمیر میں ہر سُو مرغزار ہیں۔ دلفریب جھیلیں ہیں جن میں کشتیاں اور شکارے چلتے ہیں۔ جھیلوں کے کنارے پھولوں سے لدے ہوتے ہیں۔ پھولوں کی اس قدر بہتات ہے کہ گھروں کے آنگن پھولوں کی سیج ہیں۔ مکانوں کی دیواریں اور چھتیں پھولوں سے لدی ہیں۔ کشمیر پھلوں کا گھر ہے اس کے پھل کشمیر اور ایران کے حسنِ ذوق کا حسین امتزاج ہیں"۔

جہانگیر نے چشمہ ویری ناگ پر ایک ہشت پہلو عمارت بنوائی۔ اسی کے عہد میں

Marfat.com

باغ فرح بخش یا شالامار باغ تیار ہوا۔ ڈل سے ایک نہر۔ ۳۰ فٹ چوڑی باغ کے درمیان سے گزرتی تھی۔ چنار اور سپیدا کے درخت دس دس گز کے فاصلہ پر لگوائے گئے تھے۔ باغ کے وسط میں ۶۰ × ۶۰ گز کا حوض تھا اس میں ۱۴۴ فوارے لگے ہوئے تھے۔ باغ کے ایک جانب شاہی محلات بنے ہوئے تھے۔ آصف خاں نے نشاط باغ ڈل کے جنوب میں تعمیر کرایا یہ اپنی خوبصورتی میں لاثانی ہے۔

جہانگیر کو فطری حسن سے عشق تھا۔ جہانگیر چمپاکلی، نیلوفر اور کنول کے پھولوں کو بہت پسند کرتا تھا۔ درختوں میں اسے چنار، سرو، صنوبر اور صندل سے لگاؤ تھا اس نے اپنے باغات میں ان درختوں کو لگایا۔

۱۶۲۷ء میں جہانگیر کشمیر سے بھمبر کے رستہ واپس جا رہا تھا کہ رستہ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے ہمراہ نورجہاں اور اس کا بھائی آصف خاں اور شہریار جہانگیر کے بیٹے تھے۔ شہریار سے نورجہاں کی بیٹی لاڈلی بیگم جو شیر افگن سے تھی، بیاہی ہوئی تھی۔ نورجہاں اسے تاج و تخت دلوانا چاہتی تھی وہ جہانگیر کی وفات کو صیغہ راز میں رکھ کر فوری لاہور پہنچنا چاہتی تھی۔

آصف خاں کی لڑکی ارجمند بانو بیگم، یعنی ممتاز محل کا بیاہ خرم سے ہوا۔ اس طرح آصف خاں اپنے داماد خرم کو سریر آرائے سلطنت دیکھنا چاہتا تھا اس نے بنارسی کو انگوٹھی دے کر دکن روانہ کیا۔ خرم انگوٹھی دیکھ کر حالات کو بھانپ گیا اور آگرہ کا رخ کیا۔ خرم اکبر آباد (آگرہ) میں تخت نشین ہوا اور لاہور میں آصف خاں نے حملہ کر کے شہریار کو شکست دی۔ خرم شہاب الدین شاہ جہاں کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس کا عہد حکومت ۱۶۲۸ تا ۱۶۵۸ء ہے۔ شاہ جہاں چار مرتبہ کشمیر آیا اور اس کے عہد میں ۸ گورنر کشمیر پر صوبیدار بن کر آئے شاہ جہاں پہلی بار ۱۶۳۶ء میں کشمیر وارد ہوا۔ اس نے بھمبر کا رستہ اختیار کیا۔ بھمبر سے کشمیر ۲۴ پڑاؤ ہے۔ ہر پڑاؤ پر سرائیں اور دولت خانہ کی تعمیر کا حکم دیا اور جہانگیری عمارتوں کو درست کرایا۔

Marfat.com

واپسی پر جب شاہ جہاں بھمبر پہنچا تو اس کی ینتالیسویں سالگرہ منائی گئی۔ بھمبر کے قیام میں اسے معلوم ہوا کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے سے رشتے ناطے کرتے ہیں ۔ اگر مسلمان کی بیوی ہندو ہو اور وہ مرجائے تو وہ جلاتے ہیں اور اسی طرح اگر ہندو کی مسلمان بیوی ہو اور وہ مرجائے تو وہ جلاتا ہے۔

اکبر نے سالگرہ کے جشن میں چند دن قیام کیا اور بھمبر کا راجہ مسلمان ہو گیا اور یہ رسم وہاں سے ختم ہو گئی۔ بادشاہ نے راجہ کو راجائے دولت مندی کا خطاب دیا۔ بھمبر کا راجہ سلطان راجائے دولت مندی کی اولاد سے تھے۔

کشمیر میں ظفر خاں احسن صوبیدار تھا۔ ظفر خاں شاہ جہاں کا ہم زلف تھا اس کی بیوی ممتاز محل کی بڑی بہن ملکہ بانو کی بہن تھی۔ شاہ جہاں نے ۳ ماہ تک کشمیر میں قیام کیا۔ اور یہاں کی تمام اہم مقامات کی سیر کی۔ شاہ جہاں نے ہری پربت کے دامن میں شاہی محلات بنوائے اور نور افزا باغ بنوایا۔ نور افشاں کا باغ دریائے جہلم کے کنارے نور جہاں نے بنوایا تھا اس باغ میں چنار کے بڑے بڑے درخت تھے۔ شاہ جہاں نے اس میں چناروں کا اضافہ کیا اور وہ اپنی بیٹی جہاں آرا کو دے دیا۔

جہاں آرا بیگم سب بہن بھائیوں میں بڑی تھی۔ یہ پہلے سفر میں شاہ جہاں کے ہم رکاب تھی۔

شاہ جہاں دوسری مرتبہ ۱۶۳۸ء میں کشمیر آیا۔ اس وقت اس کا چہیتا بیٹا دارا ہمراہ تھا۔ شاہ جہاں نے دریائے لار اور دریائے جہلم کے سنگھم پر شاہی عمارات بنوائیں، اور دریا کے کنارے کنارے سو چناروں کی قطار لگوائی۔ جب چوتھی بار ۱۶۵۱ء میں شاہ جہاں کشمیر آیا تو سو چنار کی قطار عجب سماں پیش کر رہے تھے۔ کشمیر میں جگہ جگہ چنار اپنی بہار دکھاتے ہیں اس لئے اگر کشمیر کو چناروں کی سرزمین کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا۔

شادباد کا باغ شاہ جہاں نے دارا شکوہ کو دے دیا۔ دارا نے بیج بہارہ کے مقام پر ایک خوب صورت محل اور باغ بنوایا اور جب شاہ جہاں چشمہ ویری ناگ کی سیر کو گیا تو دارا نے بادشاہ کی ضیافت کی اور رات کو جشن چراغاں کیا۔

Marfat.com

شاہ جہان نے تیسری بار ۱۶۴۵ء میں کشمیر کا دورہ کیا۔ علی مردان خاں اور لشکر خاں اس کے صوبیداروں میں اہم مقام رکھتے ہیں اس بار کشمیر قحط اور وبا کی زد میں تھا۔ بادشاہ واپس لاہور پہنچا اور علامی سعد اللہ خاں کو قحط سالی کے بندوبست کے لئے روانہ کیا۔

ستمبر ۱۶۵۷ء میں شاہ جہان علیل ہوا اور اس کے جانبر ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ اس وقت دارا شکوہ ۴۲ سال، شاہ شجاع ۴۱ سال، اورنگ زیب ۳۹ سال اور مراد ۳۳ سال کا تھا ان میں تخت نشینی کے لئے جنگ ہوئی۔ اورنگ زیب نے اپنی جنگی قابلیت کی بنا پر باری باری اپنے بھائیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور ۱۶۵۸ء میں تخت نشین اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء تک حکومت کی۔

شاہ جہاں کی حالت آہستہ آہستہ سنبھلتی چلی گئی لیکن تخت نشینی کے لیے خانہ جنگی نے اس سے ۳ بیٹے چھین لیے کیونکہ شاہ جہاں کا جھکاؤ دارا شکوہ کی طرف تھا اور معرکہ ۔۔ گڑھ میں دارا شکوہ کی حمایت بھی کی تھی اس لیے اورنگ زیب عالمگیر نے شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ ۱۶۶۶ء میں اس قلعہ میں اللہ کو پیارا ہوا۔

عالمگیر کی حکومت نصف صدی تک رہی اور اس دوران ۱۴ گورنر کشمیر پہنچے بعض صوبیداروں کو دو دو، تین تین بار کشمیر بھیجا گیا۔ عالمگیر نے لشکر خاں کی جگہ اعتماد خاں کو صوبیدار بنا کر بھیجا یہ خود عالم تھا اور اہل علم کی قدر کرتا تھا اس میں اورنگ زیب جیسی بہت سی خوبیاں موجود تھیں۔ عدل و انصاف سے اس نے کشمیر کو امن و امان کا گہوارہ بنا دیا۔

اس کے بعد ابراہیم خاں کو اس عہدہ پر فائز کیا گیا۔ یہ اپنے والد علی مردان خاں کے ساتھ کشمیر آ چکا تھا اس کے عہد میں کشمیر میں شیعہ سنی جھگڑے ہوتے۔ بادشاہ نے ابراہیم کو معزول کر کے اس کی جگہ ضیا الدین اسلام کو کشمیر بھیجا اس نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ اسلام خاں علما کا بڑا قدردان تھا اسے زہد و تقویٰ کی وجہ اسلام خاں کہا جاتا تھا یہ شاعر بھی تھا اور ایک اچھا منتظم بھی۔

Marfat.com

مغل سلطنت

Marfat.com

اورنگزیب عالمگیر نے ۱۶۶۵ء میں کشمیر کا دورہ کیا۔ اس وقت اسلام خاں کشمیر کا صوبیدار تھا۔ اورنگ زیب ۱۶۶۴ء میں سخت بیمار رہا اور آرام اور سیاحت کی خاطر کشمیر آیا لیکن یہاں بھی اس کے وہی شب و روز رہے اس نے اپنے روزانہ کے معمولات کو ترک نہ کیا۔ واپسی پر اورنگ زیب اسلام خاں کو بھی ہمراہ لے گیا اور اس کی جگہ سیف خاں کو صوبیدار بنا کر بھیجا اسلام خاں تھوڑا عرصہ بعد فوت ہوا۔

اس دور کے نامی شاعر محمد طاہر غنیؔ تھے انہوں نے اسلام خاں کی تاریخ وفات کہی ہے

جست ایں مصرع از زبانِ غنی

مرد اسلام خاں والا جاہ

۱۰۷۴ھ

غنی کشمیر الاصل تھے لیکن فارسی شاعری میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ان کے دیوان پر صاحبِ زباں ہونے کا گمان گذرتا ہے آپ کے کلام میں زبان کی خوبی، بندش کی چستی محاورات کا برمحل استعمال اور بے ساختہ پن آپ کو اہل زبان میں بھی ایک منفرد مقام بخشتا ہے۔

سیف خاں ایک اچھا منتظم تھا اس کے عہد میں زراعت کو بڑا فروغ حاصل ہوا اس نے سری نگر کی زمین کی پیمائش کرا کے مالیہ کا تعین کیا۔ اس کے زمانہ میں مرزبان تبت کلاں نے سرکشی کی اس نے ایک وفد مرزبان تبت کے پاس بھیجا اسے تبت میں مسجد بنانے، عالمگیر کا خطبہ اور سکہ جاری کرنے پر رضامند کر لیا۔

سیف خاں کے بعد مبارز خاں کشمیر کا صوبیدار بنا یہ بڑا صالح مرد تھا خود سرینگر کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا۔ ڈیڑھ سال کے بعد دوبارہ سیف خاں کشمیر آیا۔ اور مبارز خاں کو واپس بلا لیا گیا۔ اب ۳ سال تک سیف خاں کشمیر کا صوبیدار رہا اس کے بعد افتخار خاں کشمیر کا صوبیدار بنا۔ اس کے عہد میں کاڈڈارہ میں آگ لگی اور ۱۲ ہزار گھر جل کر راکھ ہو گئے۔

اس کے بعد قوام الدین صوبیدار مقرر ہوا۔ یہ تباہ شدہ علاقے کو آباد کرنا چاہتا تھا لیکن اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ عالمگیر نے ابراہیم خاں کو صوبیدار بنا کر کشمیر

Marfat.com

بھی اس نے ہنگامی بنیادوں پر ۱۲ ہزار گھر دوبارہ تعمیر کر کے نقصان کی تلافی کی۔ ابراہیم کے بعد دو ناظم اور مقرر ہوئے۔ فاضل خان صوبیدار کے عہد میں رسول اکرم صلعم کے گیسو کا موئے مبارک کشمیر پہنچا۔ ڈل کے مغربی کنارے صادق خاں کے باغ میں ایک عمارت" زیارت حضرت بل" بنائی گئی۔

دکنی ریاستیں مرہٹوں کی پشت پناہی اور ایران سے سازباز کی وجہ سے مغل سلطنت کے لیے خطرے کا باعث تھیں۔ ۱۶۸۲ء میں عالمگیر خود دکن کی مہم کے لیئے دہلی سے روانہ ہوا۔ ۱۶۸۶ء میں بیجاپور اور ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ کی ریاست کو فتح کر کے مغلیہ سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد مرہٹوں کے خلاف جہاد شروع کیا اور ۲۲ سال تک مصروف جہاد رہ کر مرہٹوں کے تمام قلعے فتح کر لیئے۔

اورنگ زیب عالمگیر جنگ تخت نشینی کو روکنے کے لیے ایک وصیت نامہ تحریر کیا۔ جس میں محمد معظم کو شمالی ہند اور شمال مشرقی صوبوں کا بادشاہ مقرر کیا۔ دہلی اس کا دارالسلطنت تھا۔ اعظم کو آگرہ اور جنوب مغربی صوبہ، دکن تک کا حاکم بنایا۔ آگرہ اس کا دارالحکومت تھا۔ گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستیں کام بخش کو دیں۔ دوسرے وصیت نامہ میں آٹھ سو ساڑھے نو روپیہ کی رقم ٹوپیوں اور قرآن مجید لکھنے کی اجرت سے جمع ہیں ان سے تجہیز و تکفین کی جائے۔ اور باقی رقم مسکینوں میں بانٹ دی جائے۔ ۹۱ سال کی عمر میں ۱۷۰۷ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ٥

عالمگیر کے جانشینوں نے وصیت کو نظر انداز کر کے جنگ تخت نشینی میں کود پڑے۔ آخر شہزادہ معظم کو کامیابی ہوئی اور وہ بہادر شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر ۶۷ برس تھی۔ اس نے ملک میں امن و امان قائم کیا۔ فروری ۱۷۱۲ء میں کشمیر کی سیاحت کے ارادے سے لاہور آیا اور ۴ سال حکومت کرنے کے بعد ۷۱ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

بہادر شاہ کے عہد میں ابراہیم خاں چوتھی بار صوبیدار بن کر کشمیر آیا۔ لیکن اب کی بار ۳ مہینے کے بعد اس دارفانی سے کوچ کر گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد نوازش خاں صوبیدار بن کر کشمیر آیا۔ لیکن یہ حالات پر قابو نہ پا سکا اس کی جگہ حافظ مریم جو عالمگیر کی بیٹی زیب النساء کی اتالیق تھی، کے بیٹے عنایت اللہ خاں کشمیری کو صوبیدار بنا کر بھیجا۔

۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ کے بڑے بیٹے جہاندار شاہ نے اپنے ۳ بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تخت حاصل کیا۔ ۱۷۱۳ء میں اس کے بھتیجے فرخ سیر نے دو سید بھائیوں کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ فرخ سیر نے عنایت اللہ کشمیری کو حج کے لیے بھیج دیا اور اس کی جگہ نواب سادات خاں کو کشمیر کا صوبیدار بنایا۔ اب صوبیدار مرکز میں بیٹھ کر اپنے نائب کشمیر میں بھیجنے لگے۔ یکے بعد دیگرے ۳ نائب کشمیر میں آئے۔ علی محمد خاں اور امیر احمد خاں نائب صوبیدار کو الگ کر کے ۱۷۱۶ء میں جب عنایت اللہ خاں کشمیری حج سے واپس آیا تو اسے کشمیر کا صوبیدار بنایا۔

فرخ سیر (۱۷۱۳ تا ۱۷۱۹ء) سید بھائیوں کے اختیارات سے تنگ آ گیا تھا اس نے ان کے اختیارات کم کرنے کی کوشش کی۔ جس پر انہوں نے اسے قتل کروا دیا۔ اس کے بعد رفیع الدرجات ۱۷۱۹ء اور رفیع الدولہ ۱۷۱۹ء یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ لیکن سادات بارہہ کی سازش سے قتل ہوئے۔ سادات کی نظر انتخاب روشن اختر پر پڑی یہ اس وقت قید خانے میں تھا جب سادات بادشاہ بنانے کے لیے قلعہ سلیم گڑھ کے بیوہ خانہ میں پہنچے تو اس کی والدہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ "مجھ بیوہ پر رحم کرو اور میرے یتیم بچے کو بادشاہ نہ بناؤ"۔ روشن اختر محمد شاہ کے لقب سے ۱۷۱۹ء میں تخت نشین ہوا اور ۱۷۴۸ء تک حکومت کی۔ سادات بارہہ کی ریشہ دوانیوں سے ہر کوئی تنگ تھا۔ آخر ۱۷۲۲ء میں محمد شاہ انہیں ٹھکانے لگانے میں کامیاب ہو گیا اور یہ بادشاہ گر

KING MAKERS

اپنے انجام کو پہنچے۔ محمد شاہ نے عنایت اللہ خاں کشمیری کو کشمیر کی صوبیداری پر قائم رکھا۔

محمد شاہ بڑا عیش پرست تھا اس لیے اسے محمد شاہ رنگیلا بھی کہتے ہیں اس کے عہد میں مغلوں کی سلطنت بہت کمزور ہو گئی تھی اکثر صوبیدار خود مختار ہو گئے۔ محمد شاہ نے سیف الدولہ نواب عبدالصمد خاں کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا۔ ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے

Marfat.com

دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس حملے سے سلطنت مغلیہ بالکل کمزور ہو گئی اور ملک میں چاروں طرف بدنظمی پھیل گئی۔ کشمیر میں ابوالمنصور صفدر جنگ کو صوبیدار بنایا گیا اس نے اپنا نائب نثار خاں شیر جنگ کو اپنا نائب بنا کر کشمیر بھیجا۔ بعد میں اس کی جگہ افراسیاب نائب بنا۔ اس کے عہد میں کشمیریوں نے احمد شاہ درانی افغانستان کو کشمیر پر حملہ کی دعوت دی۔ افراسیاب نے کشمیریوں کو سمجھایا اسے کسی رشتہ دار نے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اس کی موت سے کشمیر میں ابتری پھیل گئی۔

نواب اللہ قلی خاں کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا گیا۔ اس نے میر مقیم کنٹھ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اسی کے عہد میں احمد شاہ ابدالی کے سپہ سالار عبداللہ نے کشمیر پر حملہ کیا اور ۱۷۵۳ء میں کشمیر افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔

محمد شاہ رنگیلا اپریل ۱۷۴۸ء میں فوت ہوا اس کی جگہ احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت ۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء تک رہی۔ اسی کے عہد میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کیا اور پنجاب اور کشمیر کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔

۱۷۵۴ء میں احمد شاہ معزول ہوا اور اس کی جگہ عزیز الدین عالمگیر دوم تخت پر بیٹھا۔ اس نے ۱۷۵۴ سے ۱۷۵۹ء تک حکومت کی۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۶ء میں پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی پر قبضہ کر لیا۔ عالمگیر دوم اور اس کے وزیر عماد الملک کے تعلقات کشیدہ تھے۔ ۱۷۵۹ء میں عماد الملک نے اسے قتل کر دیا۔

عالی گوہر شاہ عالم دوم ۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶ء کا دور ہے ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی قوت کا خاتمہ کیا اور شاہ عالم دوم کو بطور شہنشاہ اور نجیب الدولہ کو وزیر نامزد کر کے واپس کابل چلا گیا۔

شاہ عالم دوم کے بعد اس کا بیٹا اکبر ثانی کے لقب سے تخت نشین ہوا یہ انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا اور دہلی کے لال قلعہ میں شاہی خاندان کا سردار تھا اسنے ۱۸۳۷ء میں وفات پائی اس کی جگہ بہادر شاہ ثانی سراج الدین بہادر شاہ ظفر باپ کا جانشین ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا انگریزوں نے اسے سزا کے طور رنگون جلاوطن کر دیا جہاں اس نے ۱۸۶۲ میں وفات پائی ؛

Marfat.com

باب ۸

افغانوں کا عہد

۱۷۵۳ء میں کشمیر افغانوں کے قبضہ میں آگیا۔ افغانوں نے ۶۷ برس تک کشمیر پر حکومت کی۔ نادر شاہ کے حملہ نے مغلوں کی مرکزی حکومت کی بنیادیں ہلا دی۔ اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے مغلوں کو زوال سے دوچار کر دیا۔

نادر شاہ نے اٹک کے پار کا علاقہ اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ ابدالی نے ۱۷۵۲ء میں پنجاب کو اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا اور اس کے بعد کشمیر آسانی سے فتح ہو گیا۔ کشمیر کے روابط ابتدا سے مغربی پنجاب سے رہے ہیں۔ ہر آڑے وقت میں پنجاب سے ہی امداد پہنچتی رہی ہے۔

احمد شاہ ابدالی بہترین جرنیل تھا اس کے حملوں نے مغلوں کی حکومت بے جان کر دی۔ پانی پت کی تیسری لڑائی سے مرہٹوں کی حکومت کا منصوبہ بھی خاک میں مل گیا اگر مرہٹوں کی حکومت قائم ہو جاتی تو وہ مسلمانوں کو یقیناً برعظیم سے نکال باہر کرتے۔ تاریخ سکھوں کے عہد میں ایسے واقعات محفوظ کر چکی ہے۔

افغانوں کا عہد حکومت کشمیر میں ۶۷ سال ہے اس عرصہ میں ۲۸ صوبیدار کشمیر پہنچے۔ ان میں اکثر آفت کا پر کالا تھے۔ یہ لوگ کشمیر کے لوگوں کے لئے سخت آفتیں لائے یہ صوبیدار خود بھی عذاب الٰہی تھے اور جب حکمران رعایا سے بے خبر ہوں تو آسمانی آفتیں بھی ناطقہ بند کر دیتی ہیں۔ ہندو چونکہ ہندو تھے اس لیے ان کی دولت تو بنیئے کی کمائی تھی مسلمان کیونکہ حکمران کے ہم مذہب تھے اس لیے حکومت میں ہاتھ بٹانا ان کا فرض تھا یوں اس بہانے سے مسلمانوں سے بیگار لی جاتی تھی اگر ایک دو نیک دل صوبیدار کشمیر وارد نہ

Marfat.com

ہوتے تو اس پورے دور کو سیاہ دور کہا جاتا۔ انہوں نے رعیت کی دل جوئی اور آرام کا خیال رکھا اور کشمیری نئے صوبیدار کے پہنچنے تک ستستا لیتے۔ ان کے پورے عہد حکومت کو ایک کشمیری شاعر کے شعر میں دیکھئے ؎

پرسیدم از خرابی گلشن ز باغباں

افغان کشید و گفت کہ افغان خراب کرد

احمد شاہ ابدالی کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ درانی تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں آزاد خاں کشمیر کا صوبیدار مقرر ہوا۔ یہ بڑا ظالم حکمران تھا اسے ناحق خون بہانے میں لطف آتا تھا۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر مظفر آباد کے بمبہ مسلمانوں نے تلوار سنبھالی لیکن آزاد خاں کا پلہ بھاری رہا۔ اس نے ہزاروں بمبہ مسلمانوں کو گرفتار کرکے دریائے جہلم کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

ایک بار پونچھ کے لوگوں نے اس کے خلاف تیمور شاہ درانی کو عرضداشت روانہ کی ابھی کابل سے کوئی جواب نہ آیا تھا کہ آزاد خاں پونچھ پر چڑھ دوڑا۔ سات روز تک پونچھ شہر اور اس کے گردونواح میں قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ ۳ ہزار نعشیں ایک دن دریائے پونچھ کے سپرد کیں۔

کچھ عرصہ بعد اس کے دماغ میں خود مختاری کا بھوت سوار ہوا۔ اس نے شاہ کابل کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ کابل سے مدد خاں کو سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ اس نے کشمیر پہنچ کر آزاد خاں کو شکست دی اور اس کا سر کاٹ کر کابل بھیج دیا۔

اب مدد خان کشمیر کا صوبیدار تھا اس کے جور و ستم آزاد خاں سے کم نہ تھے۔ صرف حکمران بدلا تھا کشمیر کی زبوں حالی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ عوام متواتر ظلم و ستم کی چکی میں پستے رہے۔ کسی نے آزاد خاں اور مدد خاں کا یوں مقابلہ کیا ہے ع

"ظلم آزاد را رسید مدد"

تیمور شاہ درانی کے بعد اس کا بیٹا شاہ زماں کابل کے تخت پر بیٹھا اس کے عہد میں کشمیر کے صوبہ دار بادشاہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ دربار کابل بھی سازشوں کے

Marfat.com

آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس لئے مرکز کو صوبیداروں کی گوشمالی کرنے کی ہمت نہ تھی۔

کشمیر کے صوبیدار حصول اقتدار کے لیے برسرپیکار رہتے۔ ہر صوبیدار کشمیریوں کے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے کی کوشش میں تھا۔ شاہ زماں کے صوبیدار عبداللہ خاں نے ایک سال کشمیر سے ایک کروڑ روپیہ جمع کیا جو کابل بھیجا گیا جو غیر سرکاری اہلکاروں نے رقم ہضم کی وہ اس کے علاوہ تھی۔

شاہ زماں نے پنجاب پر ۲ حملے کئے اور دوسرے حملہ میں اس نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ دہلی کی مغلیہ سلطنت کا چراغ سحری بھی گل کر دیا جائے۔

ابھی لاہور سے ایک پڑاؤ ہی گیا ہوگا کہ اطلاع ملی کہ اس کے برادر عزیز محمود نے کابل میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے۔ شاہ زماں واپس لوٹا۔ محمود خاں سے مقابلہ ہوا محمود خاں نے شکست دے کر شاہ زماں کی آنکھیں نکال دیں تاکہ نہ سلطنت کو دیکھے اور نہ حرص و ہوا اسے حصول سلطنت کے لئے ابھارے۔

۳ سال کے بعد اس کے چھوٹے بھائی شاہ شجاع نے محمود خاں کو معزول کر کے کابل کے تخت پر بیٹھا۔ محمود خاں نے بارک زئی سرداروں کی مدد سے شاہ شجاع پر حملہ کیا اور دوبارہ تخت حاصل کر لیا۔

شاہ شجاع پنجاب چلا آیا اس کی خواہش تھی کہ سکھوں اور انگریزوں سے مدد لے کر کابل کی سلطنت حاصل کرے۔ شاہ زماں نے رنجیت سنگھ کو لاہور کی حکومت بخشی تھی اب وہ پنجاب کا حکمران تھا۔ اس کی عنایت کشمیر کے صوبیداروں پر حد درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ مگر اب وہ اندھا تھا کسی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ماضی کے احسانات یاد دلانے سے قاصر تھا۔ اس آڑے وقت میں کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ مجبوراً اسے وسط ایشیا کا راستہ لینا پڑا۔

شاہ شجاع نے پشاور پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس نے دوسری بار پھر حملہ کیا۔ اٹک کے صوبیدار نے اسے گرفتار کر کے کشمیر بھیج دیا۔ ان دنوں کشمیر کا صوبیدار عطا محمد خاں تھا وہ افغان بادشاہوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

Marfat.com

محمود شاہ نے بارک زئی قبیلے کی مدد سے شاہ شجاع کو شکست دی تھی۔ اس کا وزیر فتح خاں اسی قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے کشمیر کے صوبیدار عطا محمد خان کو سزا دینے کے لئے اپنے بھائی عظیم خاں کو فوج دے کر کشمیر پر حملہ کے لیے بھیجا۔ اس نے عطا محمد کو شکست دے کر کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنے بھائی عبدالجبار خاں کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا اور خود کابل واپس ہوا۔

فتح خاں نے کشمیر پر چڑھائی کی تو اس نے رنجیت سنگھ سے مدد چاہی اور اسے مال غنیمت سے حصہ دینے کا وعدہ کیا۔ رنجیت سنگھ کی فوج اس وقت کشمیر پہنچی جب عظیم خاں، عطا محمد خاں کو شکست دے کر کشمیر پر قبضہ کر چکا تھا۔ رنجیت سنگھ نے حصہ مانگا مگر اس نے انکار کر دیا۔

ان دنوں پنڈت بیربر رنجیت سنگھ کی خدمت میں پیش ہوا اور کشمیر پر حملہ کی دعوت دی اس نے اس مہم پر اٹھنے والا خرچ برداشت کرنے کا وعدہ کیا۔

رنجیت سنگھ نے حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے دیوان چند ظفر جنگ کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کو نائب بنایا۔ اس کی فوج ۳۰ ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ فوج کو ۲ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ دیوان چند ظفر جنگ کی ماتحتی میں بہرام گلہ کے رستہ کشمیر پر حملہ آور ہوا اور دوسرا حصہ رنجیت سنگھ کی ماتحتی میں پونچھ کے رستہ کشمیر پر حملہ کر رہا تھا۔

پونچھ کے حاکم روح اللہ خاں نے رنجیت سنگھ کا مقابلہ کیا۔ مگر اسے شکست ہوئی اس کے بعد سکھوں کی دونوں فوجیں مل کر آگے بڑھتیں۔ فوج کا ہراول دستہ شوپیاں تک جا پہنچا۔

عبدالجبار خاں بھی غافل نہ تھا اس نے اپنی ۱۲ ہزار فوج کو پیر پنچال کے دروں میں ادھر ادھر چھپا دیا۔ جونہی خالصہ فوج ان کی سیدھ میں آئی افغان فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ سکھ اچانک حملہ کی تاب نہ لا کر میدان سے بھاگ نکلے۔ دوسرے دن بھی میدان افغانوں کے ہاتھ رہا۔ تیسرے دن عبدالجبار خاں زخمی ہوا اور چپ چاپ بارہ مولا کے

Marfat.com

دستہ بھاگ گیا۔ اس کی اس حرکت سے افغانوں نے ہمت ہار دی۔ سکھوں نے ان کا تعاقب کیا اور چن چن کر قتل کر دیا۔ جس گاؤں میں ان کی موجودگی کا شک ہوا اسے آگ دکھا دی۔ وادی میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگیا۔ سکھوں نے افغان حکومت کے خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح افغان حکومت جو ۱۷۵۳ء میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۸۱۹ء میں ختم ہوگئی اور کشمیر جنت نظیر سکھوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

Marfat.com

باب ۹

سکھوں کا عہد

رنجیت سنگھ گوجرانوالہ کے سردار مہان سنگھ کا بیٹا تھا۔ ۱۲ سال کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ تھوڑے عرصہ میں وہ نہایت طاقتور سکھ سردار بن گیا۔ شاہ زمان جب پنجاب کی تسخیر کے بعد کابل جا رہا تھا تو اُس کی چند توپیں دریائے جہلم میں گر گئیں۔ رنجیت سنگھ نے نکلوا کر کابل بھیج دیں۔ شاہ زمان نے خوش ہو کر اسے لاہور کا حاکم مقرر کر دیا۔

افغان خانہ جنگی کا شکار ہو گئے اور رنجیت سنگھ نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اب اس کی سلطنت کی وسعت خیبر سے ستلج اور کشمیر سے ملتان تک وسیع ہو گئی یوں تو سکھا شاہی، سکھوں کی پوری سلطنت میں جبر و تشدد کی منہ بولتی تصویر تھی لیکن کشمیر میں ان کا ظلم و جور انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ان کا عہد ایک کشمیری شاعر نے یوں محسوس کیا ہے ؎

لرزہ بر جانِ مرد و زن افتاد
خلق را شور محشر آید یاد

اگر کسی سکھ کے پاس سولہ روپے ہوتے تو وہ کشمیری کو قتل کر سکتا تھا اگر مقتول ہندو ہوتا تو اس رقم سے ۴ روپے ورثا کو اور اگر مسلمان مقتول ہوتا تو ۲ روپے ورثا کو ملتے اور باقی تمام رقم سرکاری خزانہ میں جمع ہوتی۔ فصل کی کٹائی کے وقت سکھ سردار آدھمکتے اور ۱۰ میں سے ۹ حصے لے کر نو دو گیارہ ہو جاتے۔

صنعت پر بھی ۲۶ فیصد محصول تھا یوں کشمیری صنعت بھی دم توڑ گئی۔ مسلمانوں کی مسجدوں پر تالے پڑ گئے اور خانقاہوں کی اراضی خالصہ سرکار ہو گئی۔

Marfat.com

کشمیر کی صوبہ داری کے ٹھیکے ہونے لگے۔ صوبہ دار کو ایک خاص رقم شاہی خزانہ میں جمع کرانا ہوتی تھی اور وہ من چاہی رقم رعایا سے وصول کر سکتا تھا۔

کشمیر پر حملہ کے وقت دیوان چند فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار تھا۔ اسے کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا گیا۔ اس کے عہد میں کشمیر میں ایک طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ گل و گلزار، باغ و راغ تک خستہ حالی کا نشکار تھے۔ مہاراجہ نے مالی انتظام کے لیے دیوان دیوی داس کو کشمیر روانہ کیا۔ اس نے کشمیر کی حالت زار کی رپورٹ مہاراجہ کو بھیجی۔ مہاراجہ نے دیوان چند کو واپس بلالیا اور اس کی جگہ دیوان موتی رام کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا اور پنڈت بیربر اس کا پیشکار تھا اس کے زمانہ میں گاؤکشی کو قانوناً جرم قرار دیا۔

دیوان موتی رام کے بعد ہری سنگھ نلوہ کشمیر میں صوبیدار بن کر آیا۔ یہ بڑا اکھڑ اور بدمزاج تھا اس کے عہد میں سکھوں نے مسلمانوں پر دل کھول کر ظلم وستم کیئے اس پر بارہ مولا کے زمیندار اور راجگان بمبہ و کھکھہ نلوہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن انھیں کامیابی نہ ہو سکی۔

ہری سنگھ بلوہ کی بدمزاجی کی وجہ سے اہل کشمیر اس سے خوش نہیں تھے اس لیے رنجیت سنگھ نے دوبارہ موتی رام کو صوبیدار بنا کر کشمیر بھیجا۔ موتی رام نے آتے ہی پنڈت بیربر پر ہاتھ صاف کیئے اس کی جاگیر ضبط کر کے اسے قید خانہ بھیج دیا۔ جہاں سے اس کی ارتھی اٹھی۔ موتی رام کے بعد ۲ سال تک دیوان موتی لعل کشمیر کا صوبیدار رہا۔ اس نے بھی ظلم وستم کی انتہا کر دی۔

۱۸۲۷ء میں دیوان کرپا رام کشمیر کا صوبہ دار بنا۔ اس کا زیادہ وقت ناچنی عورتوں کی صحبت میں گزرتا تھا جب وہ جھیل ڈل کی سیر کو نکلتا تو ناچنیں سرخ لباس پہن کر، ہاتھوں میں گھونگھرو باندھے کشتی چلاتیں اور یہ زندگی کے مزے لوٹتا۔ کشمیری اسے کرپا شراؤں کہتے ہیں اس رنگین مزاجی سے تنگ آکر ہزاروں کشمیری پنجاب میں جا کر آباد ہو گئے۔

Marfat.com

رنجیت سنگھ کشمیر پر ہونے والے ظلم وستم سے بے خبر نہ تھا لیکن جب کبھی وہ صوبیداروں سے باز پرس کا ارادہ کرتے تو صوبیدار کشمیر کی لوٹ مار سے کچھ اسے بھی نذر کر دیتے اور اپنا قصور معاف کرا لیتے۔ رنجیت سنگھ نے کنور شیر سنگھ کو کشمیر کا صوبیدار بنا کر بھیجا۔ جب وہ بارہ مولا پہنچا تو دریائے جہلم کا پانی سردی کے باعث منجمد تھا اس نے سن رکھا تھا کہ بارہ مولا سے سری نگر تک کا کشتی کا سفر بڑا لطف اندوز ہوتا ہے اس نے حکم دیا کہ وہ دریا کے راستے سری نگر جائے گا۔ سکھ فوج نے ہزاروں کسان اور ملاح بیگار میں پکڑ کر دریا میں برف کاٹ کر راستہ بنایا اور کنور شیر سنگھ کشتی میں بیٹھ کر سری نگر پہنچا۔

اس نے بساکھ سنگھ کو اپنا نائب بنایا جس نے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ رنجیت سنگھ کو خبر ہوئی اس نے بساکھ سنگھ کی جگہ شیخ غلام محی الدین کو نائب بنا کر بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد کنور شیر سنگھ کو واپس بلا لیا گیا اور مہاں سنگھ کو صوبیدار بنایا گیا۔ یہ بڑا نڈر اور دلیر کرنیل تھا۔ اس نے کشمیر میں عدل و انصاف سے حکومت کی اور سکھوں کی لوٹ کھسوٹ کو بند کر دیا۔ اس نے ساہوکاروں اور زمینداروں سے اناج خرید کر ملک سے قحط کو دور کیا لیکن اس کی امن پسندی سکھ فوج کو پسند نہ تھی انہوں نے اسے رنجیت سنگھ کے جانشین شیر سنگھ کے عہد میں قتل کر دیا۔

شیر سنگھ نے شیخ غلام محی الدین کو کشمیر کا صوبیدار مقرر کیا۔ اس نے کشمیر کا مناسب انتظام کیا اور مہاراجہ کی اجازت سے جامع مسجد سری نگر کو عبادت کے لیے کھول دیا اس کے عہد میں لداخ پر حملہ ہوا۔ ۴ ہزار کشمیری بیگار میں پکڑ کر لداخ بھیجے گئے وہاں بلا کی سردی سے وہ ہلاک ہو گئے۔ شیخ غلام محی الدین نے کشمیر میں انتقال کیا۔ اس کی جگہ ۱۸۴۵ء میں اس کے بیٹے امام الدین کو کشمیر کا صوبیدار بنایا گیا۔

رنجیت سنگھ کے بعد اس کا بیٹا کھڑک سنگھ تخت نشین ہوا مگر اسے تخت سے اتار دیا گیا اور اس کی جگہ اس کے پوتے کنور نہال کو تخت پر بٹھایا۔ چند دن کے بعد کھڑک سنگھ مر گیا۔ اس کی لاش کو جلا کر واپس پہنچے تو ڈیوڑھی کا شہتیر گرنے سے کنور نہال سنگھ بھی مر گیا۔

Marfat.com

رنجیت سنگھ کا دوسرا بیٹا شیر سنگھ جموں کے ڈوگرہ راجہ دھیان سنگھ کی مدد سے تخت نشین ہوا۔ اس نے ۲½ برس حکومت کی اور قتل کر دیا گیا۔ ۱۸۴۳ء میں رنجیت سنگھ کے نابالغ لڑکے دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھایا گیا۔ مہارانی جنداں نے بیٹے کی سرپرستی قبول کر لی اور لال سنگھ کو وزیر بنا دیا۔

مہارانی جنداں بڑی ہوشیار عورت تھی اس نے دیکھا کہ سکھ فوج بے لگام ہوتی جا رہی ہے اس نے اس کی طاقت کو توڑنے کے لیے انگریزوں سے ٹکر لے لی۔ سکھ فوج نے ۱۸۴۵ء کو ستلج پار اتر کر انگریزوں پر حملہ کر دیا اور منہ کی کھائی۔ انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے عہد نامہ لاہور ۱۸۴۶ء پر مجبور کر دیا اس عہد نامہ کی رُو سے سکھ سلطنت کو انگریزوں کی ماتحت سکھ ریاست قرار دیا اور دوآبہ بست جالندھر انگریزی علاقہ میں شامل کر لیا۔ سکھوں نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ تاوان جنگ وصول کیا۔

لاہور کے خزانہ میں رقم نہ تھی اس لیے اس رقم کو پورا کرنے کے لیے اور کشمیریوں کو سزا دینے کے لیے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض راجہ دھیان سنگھ کے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو کشمیر کا علاقہ دے دیا۔ جب گلاب سنگھ کے کارندے سری نگر پہنچے اور امام الدین سے کشمیر کی حکومت طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔ مگر آخر کار اسے حکومت ڈوگروں کے حوالے کرنا پڑی ۔

Marfat.com

باب ۱۰

ڈوگرہ عہد

عہدنامہ امرت سر ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو سر ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے مابین طے پایا اور ۷۵ لاکھ میں کشمیر کا علاقہ گلاب سنگھ کو مل گیا۔ گلاب سنگھ ڈوگرہ نسل کے لحاظ سے راجپوت اور اس کا اصل وطن جموں تھا۔ رنجیت سنگھ کے عہد میں ہزاروں ڈوگرے اس کی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ان سپاہیوں میں گلاب سنگھ بھی تھا جو ۳ روپے ماہوار پر بھرتی ہوا۔ گلاب سنگھ بڑا خوب صورت نوجوان تھا اس لیے یہ مہاراجہ کی سواری کے آگے آگے چلتا تھا اس کے دو چھوٹے بھائی دھیان سنگھ اور سوچیت سنگھ بھی مہاراجہ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اتنی ترقی کی کہ مہاراجہ نے گلاب سنگھ کو جموں کا راجہ مقرر کیا اور اس کے چھوٹے بھائی دھیان سنگھ کو وزیر اعلیٰ بنایا۔

جب رنجیت سنگھ مرا تو اس کے بیٹے شیر سنگھ اور رانی چند رکور میں اقتدار کی جنگ چھڑ گئی۔ دھیان سنگھ نے شیر سنگھ کا ساتھ دیا اور اس کے بیٹے ہیرا سنگھ اور گلاب سنگھ نے رانی چند رکور کا ساتھ دیا۔ میدان شیر سنگھ کے ہاتھ رہا۔ دھیان سنگھ نے اپنے بھائی اور بیٹے کا قصور راجہ سے معاف کروالیا۔ کچھ عرصہ بعد سکھ فوج نے دھیان سنگھ اور ہیرا سنگھ کو قتل کر دیا۔ گلاب سنگھ اقتدار کی جنگ سے الگ تھلگ جموں میں بیٹھا، ہوا کا رخ دیکھتا رہا۔

رانی چنداں نے گلاب سنگھ کو لاہور بلایا وہ اب بھی گلاب سنگھ کو لاہور دربار کا راجہ خیال کرتی تھی حالانکہ وہ جموں کا خود مختار راجہ بنا بیٹھا تھا وہ جان بوجھ کر لیت و

Marfat.com

تعل کرتا رہا اور اس وقت لاہور پہنچا جب سکھ شکست سے دوچار ہونے کو تھے، رانی جنداں نے گلاب سنگھ کو گفت وشنید کے لیے لاہور انگریزوں کے پاس بھیجا۔ اس نے انگریزوں کو اپنے اعتماد میں لے کر عہدنامہ امرتسر میں سکھ حکومت کو زوال پذیر کر کے ۷۵ لاکھ روپے میں کشمیر کا علاقہ ہتھیا لیا۔

ع
قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو عہدنامہ امرتسر ہوا۔ اس میں ایک فریق انگریز اور دوسرا گلاب سنگھ تھا، عہدنامہ پر لارڈ سرہنری ہارڈنگ گورنر جنرل اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے دستخط تھے۔

دھیان سنگھ کی جاگیر میں پونچھ اور چھبال کے علاقے تھے اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے جواہر سنگھ کو چھبال کے دوسرے بیٹے موتی سنگھ کو پونچھ کے علاقے ملے۔ جواہر سنگھ سے گلاب کی ان بن ہوگئی۔ اس نے چھبال پر چڑھائی کر دی۔ جواہر سنگھ چپکے سے کھسک گیا اور گلاب سنگھ نے چھبال کا علاقہ اپنی ریاست میں شامل کر لیا۔ گلاب سنگھ نے لداخ اور سکردو پر قبضہ کر لیا۔ گلاب سنگھ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۷ء تک کشمیر کا حکمران رہا۔

۱۸۵۷ء میں گلاب سنگھ کا انتقال ہوا۔ یہ جنگ آزادی کا زمانہ تھا۔ اس کا بیٹا رنبیر سنگھ تخت نشین ہوا۔ یہ نرم مزاج اور علم دوست آدمی تھا اس کے عہد میں مسلمانوں پر پابندیاں کچھ کم ہوئیں۔ برطانوی قوانین کے نمونہ پر مجموعہ قوانین مرتب ہوا۔ اس کے عہد میں گلگت پر حملہ ہوا۔ گلگت کا راجہ یاسین خاں تھا اس نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور گلگت پر ڈوگروں کا قبضہ ہو گیا۔ ہنزہ اور نگر کے حکمرانوں نے بھی رنبیر سنگھ کو اپنا مہاراجہ تسلیم کر لیا۔

رنبیر سنگھ کے عہد میں کشمیر میں سخت قحط پڑا اور بہت سے لوگ کشمیر چھوڑ کر پنجاب چلے گئے۔ ۱۸۸۵ء میں رنبیر سنگھ کی موت ہوئی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا پرتاپ سنگھ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی باپ کی طرح نرم مزاج تھا۔ اس کا زیادہ وقت پوجا پاٹ میں گزرتا تھا اس کے عہد میں انگریزوں کو خیال آیا کہ کشمیر کا علاقہ بیچ کر انہوں نے غلطی کی

Marfat.com

ہے۔ کشمیر کی سرحدیں روس اور افغانستان سے ملتی ہیں۔ کشمیر کا راجہ ان سے مل کر کوئی طوفان کھڑا نہ کر دے۔ ۱۸۸۹ء میں انگریزوں نے اسے تخت سے الگ کر دیا۔ لیکن ہندوستان ڈوگرہ راج کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ حکومت نے جب دیکھا کہ باسی کڑاہی میں ابال آرہا ہے تو پرتاپ سنگھ کو دوبارہ تخت نشین کر دیا۔

پرتاپ سنگھ نے تعلیم کے لیے مدرسے کھولے، ہسپتال قائم کئے۔ جموں اور سرینگر میں ایک ایک کالج قائم کیا۔ راولپنڈی سے سری نگر تک پکی سڑک بنوائی۔ اب گرمیوں میں لاتعداد سیاح وادی کشمیر پہنچنے لگے اس سے وادی میں خوشحالی کی لہر دوڑ گئی۔ کشمیر کی مصنوعات کی مانگ بڑھ گئی۔ کشمیر کے پھل دور دراز تک پہنچنے لگے۔

۴۰ برس کی حکومت کے بعد ۱۹۲۵ء میں پرتاب سنگھ کا انتقال ہوا۔ یہ لاولد مرا تھا اس لیے ہری سنگھ کو ولی عہد مقرر کیا گیا۔ ہری سنگھ پرتاب سنگھ کا بھتیجا تھا اس کی تخت نشینی کے چند سال بعد کشمیر میں دوبار سخت سیلاب آیا جس سے ملک کو بہت نقصان پہنچا اس کے علاوہ سری نگر میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے شہر کا کافی حصہ جل کر راکھ ہو گیا۔ ۱۹۳۵ء میں مہاراجہ نے راجہ پونچھ کو اقتدار سے محروم کر کے اس علاقہ کو اپنی جاگیر بنا لیا۔

گلانسی کمیشن کی سفارشات پر کشمیریوں کو چند حقوق ملے، اذان کی رکاوٹ ختم ہوئی مساجد واگزار کی گئیں۔ مجلس قانون ساز کا قیام عمل میں آیا۔ پریس آزاد ہوا اور بیگار قانوناً بند کی گئی۔ ہری سنگھ کی حکومت ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۷ء تک رہی۔ ۱۹۴۷ء میں برعظیم بھارت و پاکستان کے نام سے تقسیم ہوا۔ اس کا اثر ریاست جموں و کشمیر پر بھی پڑا۔ ریاست جموں وکشمیر متنازعہ حیثیت اختیار کر گئی۔ اس کا زیادہ علاقہ بھارت کے تصرف میں چلا گیا۔ مہاراجہ اور اس کا بیٹا یوراج کرن سنگھ بھارت میں کشمیر سے جلاوطنی اختیار کرنا پڑی۔

Marfat.com

باب ۱۱

تحریک کا پسِ منظر

ڈوگرہ عہد حکومت میں" جموں" موسم سرما اور" سری نگر" موسم گرما کا دارالحکومت تھا۔ جموں ۳ ہزار قبل مسیح کے قریب راجہ جامبو لوچن نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر ایک پہاڑی پر آباد ہے اس کے دامن میں دریائے توی، شمال مشرق کی سمت بہتا ہے۔ دریائے توی ، دریائے چناب کا معاون دریا ہے۔

جموں میں ڈوگرہ مہاراجہ کے عالی شان محلات ہیں اور دفاتر کی خوبصورت عمارات بھی ہیں کیونکہ اس شہر کی ہندو آبادی زیادہ ہے۔ اس لیے یہ مندروں کا شہر ہے۔ بڑے بڑے وسیع اور بلند مندر موجود ہیں۔ رگ ناتھ مندر سب سے بڑا اور مشہور ہے۔ محل رام نگر، عجائب گھر، بجلی گھر، قلعہ باہو، پرنس آف ویلز کالج کی عمارتیں قابل دید ہیں اس شہر میں ۲ ڈگری کالج اور ایک درجن ہائی سکول ہیں۔

جموں کے ۳ میل دور ایک فوجی جموں چھاؤنی ہے اس میں فوجی بارکیں بڑے سلیقے سے بنائی گئی ہیں۔ اس کے اندر ہوائی جہاز کا اڈہ ہے۔ پختہ سڑک رنبیر پورہ کے رستہ سیالکوٹ جاتی ہے۔ سیالکوٹ یہاں سے ۴۰ کلومیٹر ہے ریل سیالکوٹ سے چھاؤنی تک آتی ہے۔

اکھنور سے نہر رنبیر نکالی گئی ہے یہ جموں شہر کے ایک طرف بہتی ہوئی تحصیل رنبیر سنگھ پورہ میں داخل ہوتی ہے اس سے بجلی پیدا کی گئی ہے جس سے کارخانہ ابریشم اور واٹر سپلائی کے انجن اور شہر کے قمقمے روشن ہوتے ہیں۔

اس شہر میں صوفیائے کرام کے مزارات بھی ہیں جن میں درگاہ حضرت پیر مٹھا، درگاہ

Marfat.com

باباجیون شاہ اور پیر روشن ولی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مغلوں کے عہد کی جامع مسجد مست گڑھ سب سے پرانی ہے۔ موتیا اور گلاب کے پھولوں سے پورا شہر لالہ زار نظر آتا ہے۔

جموں میں جموں، کٹھوعہ، اودھم پور، ریاسی اور میرپور کے علاقے شامل ہیں مانسر سرامئیں سر، سروین سر، باغ سر اور کنڈ کیلاس کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت جھیلیں واقع ہیں۔ تتہ پانی کا چشمہ بھی جموں میں ہے۔ دریائے چناب جسے سندر و چندر بھاگا بھی کہتے ہیں۔ دریائے توی اور مناور ندی اس کے معاون ہیں۔

وادی کشمیر کا سری نگر سب سے بڑا شہر ہے یہ ریاسی حکومت کا گرمائی دارالخلافہ تھا۔ شاہ جہاں نے اس کا نام اسلام آباد رکھا یہ دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر آباد ہے دونوں حصوں کو ملانے کے لئے دریا پر ۷ پل باندھے گئے ہیں دونوں طرف آنے جانے کے لیے دریا میں کشتیاں بھی ہر وقت چلتی رہتی ہیں۔

مغلوں کے عہد کی بہت سی عمارتیں ہیں۔ شیر گڑھی کے نام سے لب دریا محلّات شاہی نہایت عالی شان اور قابل دید ہیں۔ پرتاب ٹیکنیکل کالج، مندر شنکر اچارج، مندر رگھنا تھ جی خانقاہ معلّی، پتھر مسجد اور جامع مسجد دریا کے کنارے پہ نہایت دلکش عمارات ہیں۔ شہر کے اندر وسیع میدان موجود ہیں۔ جن میں عید گاہ، حضوری باغ کی پریڈ اور پولو گراؤنڈ وغیرہ اہم ہیں۔ چھوٹے چھوٹے باغ شہر کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔

دریا جہلم میں ہاؤس بوٹ بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں یہ سجے سجائے، فرنیچر سے آراستہ مکان ہوتے ہیں جو دریا میں تیرتے ہیں ان کے صحن میں پھولوں سے لدے ہوئے تختے ہوتے ہیں۔ قدرتی پھولوں میں درو دیوار میں ڈوبے ہوئے خوشبو میں بسے ہوئے ہاؤس بوٹ میں سوار یہ کہہ اٹھتا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است وہمیں است وہمیں است

ہاؤس بوٹ کو ایک کنارے سے دوسرے پر لے جایا جا سکتا ہے یوں سمجھئے مکان

پانی میں تیرتا ہوا آپ کو لوریاں دے رہا ہے ضروریات زندگی اور کشمیر کی مصنوعات کی تیرتی ہوئی دکانیں بھی موجود ہوتی ہیں۔

مضافات میں زیارت حضرت بل، شالامار باغ، نسیم باغ، جھیل ڈل، اور خوشحال سر کے نظارے دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ شہر میں قالین بافی، پیپر ماشی، کاغذسازی، کشتی سازی، کانگڑی سازی اور نقاشی کا عمدہ کام ہوتا ہے۔ ٹوکریاں بھی عمدہ بنتی ہیں۔ سونے چاندی کا عمدہ سامان اور زیورات وغیرہ کی دکانیں کثرت سے موجود ہیں۔

اس علاقہ میں بید، سفیدہ، سرو اور چنار کی کثرت ہے۔ چنار کے درخت کے پتے ہاتھ کے پنجہ کی شکل کے ہوتے ہیں۔ گرم شعاعیں سرد ہو کر زمین پر پہنچتی ہیں خزاں میں چنار کے پتے سرخ انگاروں کی طرح دہکتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہ گوارا نہیں کہ کشمیر خزاں رسیدہ ہو۔ خزاں میں وادی کا سبز پیرہن اترتے ہی چنار مارے غیرت کے انگاروں کی طرح لال سرخ ہو جاتا ہے۔ خدایا، کشمیر تو سدا سبز و شاداب رکھ۔ جھیل ڈل سری نگر کے ساتھ واقع ہے۔ یہ جھیل ۶ کلومیٹر لمبی اور ۴ کلومیٹر چوڑی اور ۸ فٹ گہری ہے جھیل کے اندر بے شمار چشمے پھوٹتے ہیں جھیل کی پچھلی طرف خوب صورت کہسار ہیں۔ جھیل کا پانی ڈل دروازہ سے نکل کر دریائے جہلم میں شامل ہوتا ہے۔

ڈل کے کنارے نشاط باغ ہے۔ ۱۲ قطعے خوبصورت انداز میں بلند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی سیر بڑی نشاط انگیز ہے۔ پھولوں کے تختے، سبزہ کا مخملی فرش، گرتی ہوئی آبشاریں اور چلتے ہوئے فوارے انسان کو پرستان میں لے جاتے ہیں۔

کشمیر میں سری نگر، بارہ مولا اور مظفر آباد کے علاقے شامل ہیں کشمیر کشب ایک رشی گزرا ہے اس کے "مر" مقام کرنے سے "کشب مر" ہوتے ہوئے کشمیر بن گیا۔ سری نگر سے راولپنڈی ۳۱۲ کلومیٹر ہے۔

آزاد جموں و کشمیر میں جموں اور سری نگر دو اہم شہر تھے جنھیں گرمائی اور سرمائی دارالحکومت کا شرف حاصل تھا۔ تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان دو شہروں میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ جموں میں

ہندو آبادی کی کثرت تھی۔ اس لیے اس شہر کی ثقافت ہندو ثقافت کے قریب تھی۔ سرینگر کی مسلم آبادی کثرت میں تھی اس لیے اس میں مسلم ثقافت غالب تھی ان دو شہروں سے ڈوگرہ استبداد کے خلاف آواز اٹھی۔ ان دو شہروں کا تعارف پیش کر دیا گیا۔

جموں پنجاب کے قریب ہونے کی وجہ سے اس میں پنجاب کی سیاسی ہواؤں کا گزر اکثر ہوتا تھا۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں امرتسر کے جلیانوالہ باغ رولٹ ایکٹ کے خلاف جلسہ ہوا جنرل ڈائر نے اس جلسہ میں گولی چلا دی۔ پنجاب میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں کشمیریوں کو فوج میں بھرتی ہو کر برعظیم سے باہر جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے قوموں کو آزادی کے لیے سر دھڑ کی بازی لگاتے دیکھا تو ان کے خون میں بھی حرارت پیدا ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمے پر ترکی کے ساتھ جو شرائط طے ہوئیں ان سے برعظیم کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے۔ مسلمانوں نے تحریک خلافت چلائی۔ مولانا محمد علی اور شوکت علی نے اس تحریک کے روح رواں تھے۔ میر واعظ کے بھتیجے یوسف شاہ بھی تحریک خلافت میں شریک ہو گئے۔ ۱۹۳۰ء میں گاندھی نے سول نافرمانی کی تحریک چلائی سرحد میں اس تحریک کا خاصا زور تھا۔ سرحد اور پنجاب ریاست جموں و کشمیر ٹروس کے صوبے ہیں ان صوبوں کا جوش و خروش دیکھ کر کشمیری بھی ڈوگروں سے دو دو ہاتھ کرنے کو کمربستہ ہو گئے۔

پنجاب کے اخبارات نے کشمیر کی مظلومی کی داستانوں کو اپنے پرچوں میں جگہ دینے لگے۔ مولانا ظفر علی خاں نے "زمیندار" اخبار میں کشمیر کے بارے میں مضامین اور نظمیں لکھیں مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک نے "انقلاب" کے ذریعے کشمیر کی زبوں حالی کی ایسی منظر کشی کی کہ خود ڈوگرہ حکومت کو اپنی کرتوتوں پر ندامت آنے لگی۔ انقلاب کا داخلہ ریاست میں بند کر دیا گیا۔ پنجاب کی صحافت میں کشمیر ایک مستقل موضوع بن گیا اس میں مولانا محمد الدین فوق اور مولانا محمد عبداللہ قریشی نے کشمیر کے مسائل کو اپنے ذاتی مسائل پر ترجیح دی اور کشمیر کے بارے میں اتنی تحقیق سے لکھا کہ آج بھی کوئی مورخ ان سے استفادہ کئے بغیر کشمیر پر کچھ لکھنے سے عاری ہے۔

Marfat.com

۱۹۲۴ء میں لالہ ملک راج نے "رنبیر" اخبار نکالا۔ ۱۹۳۲ء میں "پاسبان" اخبار منشی معراج الدین احمد نے نکالا اور پھر ریاست کے ہر حصے سے اخبارات نکلنے شروع ہو گئے۔ پریم ناتھ بزاز نے سری نگر سے "ہمدرد" اخبار نکالا۔ جناب لے۔ آر ساغر نے "جاوید" اخبار نکالا۔ مولانا محمد سعید مسعودی نے "خدمت" اخبار نکالا۔ ریاست میں جموں اور سری نگر کئی پریس لگ گئے اور کشمیر کے بارے میں کتابیں شائع ہونے لگیں۔ یہ اخبار اور کتابیں ریاست کے پڑوس کے صوبوں میں پہنچنے لگیں۔ اس سے برعظیم کے لوگوں کو کشمیری مسلمان کی کس مپرسی کا حال معلوم ہوا۔ علامہ اقبال بھی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔

پنجاب کو کشمیر سے ابتدا سے ہی گہرا تعلق رہا ہے۔ ریاست کے اخبارات نے مسلمانوں کی زبوں حالی سے پردہ اٹھایا۔ مجلس احرار نے ریاست میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کیا اور کشمیر کے خلاف تحریک شروع کر دی۔

ہر روز ایک ہزار رضا کار ریاست کی حدود میں داخل ہونے لگے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری جموں پہنچے اور ۲۴ گھنٹے متواتر مسلمانوں کو خطاب کیا۔ برطانوی حکومت نے ہری سنگھ کی مدد کی اور احراری داخلہ خلاف قانون قرار دیا گیا۔

مہاراجہ نے سر گیلنسی کی صدارت میں ایک تحقیقاتی کمیشن کا اعلان کیا۔ برطانوی حکومت کی مدد سے امن بحال ہوا۔

۱۹۳۲ء میں گلانسی کمیشن کی سفارشات پر کشمیریوں کو چند حقوق ملے اور قانون ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا۔ ان اصلاحات کے پیچھے مسلمانوں کی قربانیوں کی ایک لمبی کہانی ہے۔ جموں و کشمیر کے مسلمانوں نے ضرورت محسوس کی کہ ایک انجمن ہو جو برعظیم کے مسلمانوں سے اسلامی رشتہ استوار کرنے میں مدد دے۔ اور یہاں کے مسلمانوں میں اسلام کی تڑپ پیدا کرے۔ اس مقصد کے لیے انجمن اسلامیہ جموں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس انجمن کے سالانہ اجتماع میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے علما کو بلا کر انجمن نے نہ صرف جذبہ اسلامی کو تقویت دی بلکہ جذبہ حریت کی بھی آبیاری کی۔

Marfat.com

انجمن اسلامیہ جموں کی طرز پر وادی کشمیر میں بھی انجمن نصرت الاسلام ، خدام الخلق اور فلاح المسلمین جیسی جماعتیں کارزار عمل میں وارد ہوئیں ان کی سرپرستی میر واعظ کر رہے تھے ان انجمنوں نے وادی کے مسلمانوں میں اسلامی جذبہ کو بیدار کیا اور حریت کی تڑپ پیدا کی ۔

۱۹۰۸ء میں جموں میں چند نوجوانوں نے ینگ مینز ایسوسی ایشن قائم کی ۔ اس ایسوسی ایشن نے ایک لائبریری بھی قائم کی تاکہ مسلم نوجوان فارغ اوقات میں اس سے استفادہ کریں ۔ بعد ازاں ۱۹۲۳ء میں اس سے مسلم ینگ مینز ایسوسی ایشن استوار ہوئی ۔ اس میں چوہدری غلام عباس ، ملک مقبول احمد ، قاضی شمس الدین ، محمد بشارت اور فیروز الدین شامل تھے ۔ ان دنوں ریاست میں پریس اور سیاسی سرگرمیوں کی آزادی نہ تھی ۔ چودھری غلام عباس کی سیاسی زندگی کا آغاز اسی ایسوسی ایشن سے ہوتا ہے " مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں لیکن حقیقتاً اس ساعت سے میری آئندہ سیاسی زندگی کا غیر ارادی طور پر آغاز ہو گیا ۔ اس کے بعد اس وادی پُر خار میں وہ رنج اٹھائے کہ الاماں "۔ (ہفت روزہ نصرت لاہور ۱۹۶۰ء)

شیخ محمد عبداللہ ۱۹۲۶ء میں علی گڑھ سے ایم ایس سی کر کے سری نگر پہنچے اور " ریڈنگ روم " کھولا ۔ شیخ محمد عبداللہ اس کے صدر اور خواجہ غلام نبی گلکار اس کے سیکرٹری بنے ۔ اس " ریڈنگ روم " نے وادی میں سیاسی شعور پیدا کیا ۔ ۳۰ جون ۱۹۳۱ء سری نگر کی جامع مسجد میں ایک احتجاجی جلسہ ہوا جس میں شیخ عبداللہ اور خواجہ غلام نبی گلکار نے تقریریں کیں جس پر شیخ عبداللہ کو سری نگر سکول سے جہاں وہ معمولی تنخواہ پر ٹیچر تھے ۔ تبدیل کر کے مظفر آباد بھیج دیا ۔ ملازمت ترک کر کے میدان سیاست میں کود پڑے ۔

۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو برعظیم کے مسلم زعما شملہ میں جمع ہوئے ان میں علامہ محمد اقبال ، مرزا البشیر الدین محمود احمد امام احمدیہ ، سر ذوالفقار علی خاں ، خان بہادر شیخ رحیم بخش ، خواجہ حسن نظامی اور مولانا حسرت موہانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ کشمیری عوام کی امداد کے لیے " آل انڈیا کشمیر کمیٹی " کا قیام عمل میں آیا ۔ ڈاکٹر اقبال کی تجویز پر مرزا

Marfat.com

بشیرالدین محمود احمد کو اس کی قیادت سپرد کی گئی۔ کمیٹی نے ہندوستان میں "یوم کشمیر" منایا۔ برطانوی حکومت نے مہاراجہ کشمیر کو ہدایات بھیج دیں۔ مہاراجہ نے کشمیری مسلمانوں کو شکایات پیش کرنے کی دعوت دی اس وقت تک گلانسی کمشن کی سفارشات بھی سامنے آچکی تھیں مہاراجہ نے کشمیریوں کو بہت سے حقوق دیئے۔

جموں جیل میں ۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء میں توہین قرآن کا واقعہ پیش آیا۔ جموں جیل میں ایک مسلمان قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا کہ جیل کے ہندو داروغہ نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات مشتعل کر دیئے۔

سری نگر میں توہین قرآن کے سلسلہ میں جلسہ ہوا مسلمانوں نے عظیم الشان جلوس نکالا اور شہر کی دیواروں پر "اسلام زندہ باد" کے نعرے لکھے۔ جلسہ سے شیخ محمد عبداللہ نے تقریر کی۔ جامع مسجد سری نگر کے جلسہ سے چوہدری غلام عباس نے بھی خطاب فرمایا۔ اور عبدالقدیر پٹھان نے بڑی جذباتی تقریر کی اور اسے گرفتار کر لیا گیا جب عبدالقدیر کا مقدمہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو پیش ہوا تو بہت سے مسلمان جیل کے سامنے پہنچ گئے۔ ڈوگرہ افسروں نے ان بے گناہوں پر گولی چلا دی۔ اس سے ۱۹ مسلمان شہید ہو گئے۔ ۱۳ جولائی کا دن آزاد جموں وکشمیر کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے یہ دن شہدائے کشمیر کی یاد میں پوری عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے یہ دن "یوم شہدائے کشمیر" کے نام سے مشہور ہے۔

۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو جموں میں ۵ مسلمان شہید کر دیئے گئے ان حالات میں مسلمانوں کو ایک سیاسی تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔

جموں میں چوہدری غلام عباس اور سری نگر سے شیخ محمد عبداللہ میدان میں اترے۔ اور جموں وکشمیر کے عوام کی قیادت سنبھال لی۔ ۱۹۳۲ء میں "آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس" مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت قائم ہوئی اس کے صدر شیخ محمد عبداللہ اور سیکرٹری جنرل چوہدری غلام عباس منتخب ہوئے۔ جماعت کے پروگرام میں ذمہ دار حکومت کا قیام، سرکاری ملازمتوں میں مسلم آبادی کے تناسب سے حصہ اور سماجی وتعلیمی میدان میں مسلمانوں کی جہالت اور پسماندگی کو دور کرنا تھا۔

Marfat.com

اس جماعت نے ابتدائی ایام سے ہی ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اور جلد ہی عوام میں مقبول عام جماعت قرار پائی۔ اس جماعت کے اتنی جلدی فعال ہونے میں چوہدری غلام عباس کی مخلصانہ قیادت اور زبردست سعی جمیلہ کا ہاتھ تھا۔ ۱۹۳۵ء میں جب چوہدری غلام عباس مسلم کانفرنس کے صدر بنے اور سری نگر کا دورہ کیا تو وادی کے مسلمانوں نے دریائی جلوس نکال کر خوشی کا اظہار کیا۔ لوگ جانتے تھے کہ چوہدری صاحب "قائد اعظم کی طرح اصولوں کی پاسداری میں بے لچک انسان ہیں۔

۱۹۳۴ء میں مجلس آئین ساز کا نام پرجا سبھا رکھا گیا اس کے کل ۷۵ ممبر مقرر کئے گئے جن میں سے ۴۲ سرکاری نامزد تھے اور ۳۳ عوام کے نمائندے تھے مسلم کانفرنس نے انتخابات میں بڑا حصہ لیا اور مسلمانوں کی ۲۱ میں سے ۱۹ نشستیں حاصل کر لیں۔ مگر پرجا سبھا کا تجربہ ناکام رہا۔ مئی ۱۹۳۶ء میں مسلم کانفرنس نے ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کیا حکومت نے اس مطالبہ کو سختی سے روکا اور چوہدری غلام عباس کو گرفتار کر لیا۔ لیکن ذمہ دار حکومت کا مطالبہ بالکل بے اثر نہیں رہا۔ بلکہ عوام کے نمائندوں کی تعداد ۳۳ کی بجائے ۴۰ کر دی گئی۔ ڈوگرہ حکومت مسلم کانفرنس کی مقبولیت سے خائف ہوگئی۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس جموں میں ہوا۔ یہ اجلاس "تاریخی تھا۔ مہاراجہ نے مسلم کانفرنس کو کمزور کرنے کے لیے کانگرس کے رہنماؤں سے مشورے کئے۔ کانگرس نے سر گوپال سوامی آئینگر کو ریاست کا وزیر اعظم بنوایا۔ اس نے آتے ہی شیخ محمد عبداللہ کو شیشہ میں اتارنے کی کوشش کی۔ پہلے اس نے شیخ صاحب کی شخصیت کو ریاست کی واحد نمائندہ قرار دیا۔ اس نے وادی کی مسلم اکثریت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب کو احساس دلایا کہ وہ چوہدری غلام عباس سے اکثریت کے لیڈر ہیں۔ اور آپ کی عنایت نے چوہدری صاحب کو ریاست کا سب سے بڑا لیڈر بنا دیا ہے۔

ذمہ دار حکومت کا قیام اس وقت تک ممکن ہے کہ ریاست کے ہندو اور سکھ بھی مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ اس کا تعاون جبھی ممکن ہے کہ مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس بنا دیا جائے۔ یہ وہی خیالات تھے جو کانگرس نے قائد اعظم کو ہندوستان میں حکومت بنانے کی

Marfat.com

دعوت دی تھی۔ قائد اعظم نے ہندو چال کو ٹھکرا دیا کہ متحدہ قومیت ایک پر فریب نظریہ ہے
شیخ محمد عبداللہ آہینگر کے فریب میں آ گئے۔ انھوں نے چوہدری غلام عباس کو بھی قائل کرنے
کی کوشش کی لیکن انہوں نے متحدہ قومیت کا فریب کھانے سے انکار کر دیا۔

شیخ محمد عبداللہ لدھیانہ میں گاندھی اور نہرو سے ملے اور اس شرط پر کہ وہ ریاست
میں کانگرس کی شاخ قائم کریں گے اور نہ ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل دیں گے۔
نہرو خاندان سے آپ کے نجی مراسم بھی آپ کو نیشنل ازم کی طرف لے گئے۔ اس طرح ۱۹۲۹ء
میں مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں بدل دیا۔

چوہدری غلام عباس شیخ صاحب کے اس فعل سے دل برداشتہ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے
اس طرح قائد اعظم ہندوستان کی سیاست سے بے قرار ہو کر لندن میں سکونت اختیار کرنے کا
ارادہ کیا لیکن علامہ سر محمد اقبال نے آپ کو خط لکھا اور مسلمانوں کی سیاست کے نازک دور کا
احساس دلایا۔ آپ قائد اعظم کو دوبارہ مسلمانوں کی مسیحائی کے لیے کھینچ لائے۔ اسی طرح میرواعظ
محمد یوسف نے چوہدری کو نازک دور کا احساس دلا کر پھر سے مسلم کانفرنس کی تنظیم نو کی
دعوت دی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے لاہور کے اجلاس میں قرارداد لاہور منظور
کی۔ جو ہندو پروپیگنڈا سے قرارداد پاکستان کے نام سے عوام میں مشہور ہوئی۔ پاکستان میں "کاف"
"ک" کشمیر کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہندوستان میں مسلم لیگ کے اس حوصلہ سے چوہدری غلام عباس
نے عزم نو پایا۔ آپ نے ۱۹۴۱ء میں مسلم کانفرنس کو از سر نو منظم کیا۔

چوہدری صاحب نے ریاست کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے نصب العین سے
متعارف کرایا۔ چوہدری صاحب پاکستان کے حامی تھے۔ جبکہ شیخ صاحب متحدہ قومیت کے
حق میں تھے۔ ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے ریاست کا دورہ کیا۔ جموں میں مسلم
کانفرنس نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ آپ نے مسلم کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کرتے
ہوئے فرمایا کہ "ہمارا خدا ایک، رسول ﷺ ایک اور خدا کی کتاب اور کعبہ ایک ہے اس لیے
مسلمانوں کی جماعت بھی ایک ہونی چاہیئے اور وہ ہے مسلم کانفرنس"۔

Marfat.com

قائداعظم نے ۲ ماہ کشمیر میں قیام کیا۔ آپ جموں سے سری نگر پہنچے۔ شیخ محمد عبداللہ ۴۰ میل لمبے جلوس میں قائداعظم کو نیشنل کانفرنس کے سٹیج پر لائے۔ سیکرٹری نے اپنا سپاسنامہ اس جملہ سے شروع کیا "محمد علی جناح ایک معزز سیاح ہیں اس لیے نیشنل کانفرنس نے آپ کا شایان شان استقبال کیا ہے"۔

قائداعظم فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا "آپ نے میرا استقبال نہیں کیا بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کا استقبال کیا ہے"۔

یہ کہہ کر سٹیج سے اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ شیخ محمد عبداللہ رہائش گاہ پر حاضر ہوئے اور نیشنل کانفرنس کی وضاحت کی کہ ہندو اور سکھوں کو آزادی کے لیے ساتھ ملانا ضروری ہے۔ قائداعظم نے فرمایا کہ برعظیم میں کانگرس بھی اقلیتوں کو یہی فریب دیتی ہے اقلیتوں کو فریب دینے کی بجائے ان سے صاف اور سیدھی بات ہونی چاہیئے میں سیاست میں فریب کا قائل نہیں ہوں"۔

۱۹۴۶ء میں نیشنل کانفرنس نے شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ مسلم کانفرنس کی مجلس عمل نے ۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کی قرارداد منظور کی۔ اس اجلاس کی صدارت چوہدری حمید اللہ خاں نے کی اور خواجہ غلام محی الدین نے اس کی تجویز پیش کی۔ ۱۹ر جولائی کو تاریخ آزاد جموں وکشمیر میں "یوم الحاق پاکستان" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے اور قائد ملت لیاقت علی خاں پہلے وزیراعظم بنے۔ اس وقت نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس کے لیڈر جیل میں تھے۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی ریاست کے مسلمان اپنے مستقبل کے لیے فکر مند تھے۔ ریاست کے مسلمانوں نے مسلم کانفرنس کی تحریک پر "آزاد ریاست" پر عمل شروع کر دیا۔ ۲۷ر اگست ۱۹۴۷ء کو سردار محمد عبدالقیوم نے تحریک آزادی جموں وکشمیر کا آغاز نیلہ بٹ کے مقام سے کیا۔ اس دن سے "نیلہ بٹ" کو تاریخ جموں وکشمیر میں ایک اہم مقام کی حیثیت حاصل ہو گئی اور سردار محمد عبدالقیوم مجاہد اول کہلائے

Marfat.com

۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس نے مہاراجہ ہری سنگھ کی معزولی اور "آزاد ریاست جموں و کشمیر حکومت" کے قیام کا اعلان کیا۔

تحریک آزادی جموں و کشمیر میں مظفر آباد، پونچھ، میرپور اور کوٹلی کے مسلمانوں نے اپنے علاقے کے لیڈروں کی قیادت میں سرفروشی کے وہ کارنامے دکھائے کہ ڈوگرہ فوج کو بہت سا علاقہ خالی کرنا پڑا۔ مجاہدین نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو باقاعدہ آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر قائم کی۔ اس کے پہلے صدر سردار محمد ابراہیم بنے۔

جنجال ہل (گوراہ) پلندری کے نزدیک دارالحکومت بنایا گیا۔ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۴۷ء "یوم تاسیس آزاد حکومت" ہے۔ اس دن عام تعطیل ہوتی ہے اور قومی دن کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

ریڈکلف ایوارڈ میں ہندو نوازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ ضلع گورداسپور ہندوستان کی تحویل میں دے کر ہندوستان کو کشمیر تک پہنچنے کا راستہ فراہم کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے فوری بعد کشمیری عوام کے پُرزور مطالبہ پر ڈوگرہ راجہ ہری سنگھ نے پاکستان کے ساتھ عارضی معاہدہ کر لیا۔ لیکن یہ اس کی ایک سازش تھی اس نے اندرونِ طور پر ہندوستان کے "گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن سے الحاق جموں و کشمیر کی سازش کر لی۔ ہندوستان نے کشمیر میں فوج بھیج دی اور اس نے ریاست میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

جموں میں مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے تہ تیغ کیا گیا۔ ٹرین جموں سے پاکستان آنے والے مہاجرین کی بھر کر روانہ ہوئی اور پاکستان پہنچنے تک ڈبوں میں نعشوں کے پشتے لگے ہوئے تھے، شاید ہی کوئی زندہ بچا ہوتا۔

جموں کو تہ تیغ کرنے کا افسوسناک سانحہ ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو پیش آیا۔ اس دن کو آزاد جموں و کشمیر میں بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ قرآن خوانی کر کے شہدا کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ غربا و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور شہدا کے کارناموں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس جاں گداز سانحہ میں ۲ لاکھ مسلمان لقمہ اجل بنے اور ۵ لاکھ مسلمان بے خانماں ہو کر بے سروسامانی کے عالم میں پاکستان پہنچے۔

Marfat.com

شیخ محمد عبداللہ کو جیل سے نکال کر مقبوضہ کشمیر کا وزیر اعظم مقرر کر دیا اس طرح اس خطہ کے مسلمان مطمئن ہو گئے کہ نیشنل کانفرنس کی حکومت اکثریت کی بنیاد پر ان کی اپنی حکومت ہے لیکن یہ بھی ہندوستان کی چال تھی وہ وقتی طور پر کشمیریوں کے جذبات سرد کرنا چاہتا تھا۔ ہندوستان کشمیر میں اپنی فوجی طاقت کے بل بوتے پر اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا تھا لیکن مجاہدین جموں و کشمیر نے اس کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ پاکستان نے بھی اپنی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اپنے دستے بھیج دیئے اس طرح ہندوستان دنیا کو دھوکا دینے کی غرض سے یہ تنازعہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ کی مداخلت سے یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ میں لے گیا۔ اقوام متحدہ کی مداخلت سے یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو جنگ بند ہو گئی اور یہ طے پایا کہ یہ تنازعہ آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کے ذریعے حل کیا جائے گا۔ حق خود ارادیت کے وعدہ پر ریاست جموں و کشمیر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ؛

Marfat.com

باب ۱۲

مسئلہ کشمیر

برعظیم میں تقریباً ۵۰۰ ریاستیں تھیں جن کو دو قومی نظریہ اور جغرافیائی پوزیشن کو ملحوظ رکھ کر الحاق کرنا تھا۔ وائسرائے ہند لارڈ مونٹ بیٹن نے ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی ریاستوں کے چیمبر آف پرنسس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ریاستیں آزاد ہیں۔ دونوں مملکتوں سے جس کے ساتھ چاہیں الحاق کرلیں آپ ہمسایہ مملکت سے دور نہیں جا سکتے اور نہ اپنی رعایا کی مرضی کے خلاف الحاق کر سکتے ہیں۔

ریاستوں کے الحاق میں دو اصول پیش نظر تھے۔ ایک دو مملکتوں میں سے ہمسایہ کا انتخاب اور دوسرا ریاست کی کثرت رائے کا خیال رکھنا ضروری تھا۔ یہی اصول تقسیم برعظیم میں کارفرما تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ پاکستان کی شکل اختیار کرلیں اور جن میں ہندو اکثریت میں ہیں وہ دوسری مملکت بن جائے یعنی دونوں قومیں الگ الگ خطوں میں منتقل ہو جائیں یہی دو قومی نظریہ کا تقاضا تھا۔

جوناگڑھ کی ریاست کا حکمران مسلمان تھا اور رعایا کی اکثریت غیر مسلم تھی یہ ریاست خشکی کے راستے ہندوستان سے ملتی ہے اور سمندر کا راستہ پاکستان سے ملا ہوا ہے۔ جوناگڑھ نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا۔ مگر ہندوستان نے اس کی رعایا کی اکثریت کی آڑ لے کر زبردستی اس پر قبضہ کر لیا۔

حیدر آباد کی ریاست اپنی وسعت اور اعلیٰ نظم کی وجہ سے ممتاز حیثیت کی حامل تھی اس کا اپنا ڈاک اور تار کا نظام تھا سکہ اپنا تھا اور حکمران خود مختار تھا اس نے

Marfat.com

ریاست کی خود مختار حیثیت کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ ہندوستان اور پاکستان سے مشترکہ امور میں معاہدوں کی پیش کش کی۔ لیکن ہندوستان نے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پولیس ایکشن کر کے قبضہ کر لیا۔

جموں و کشمیر کی ریاست میں ۸۵ فیصد آبادی مسلم ہے اور دو قومی نظریہ میں اسلام اور ہندومت کو اساسی حیثیت حاصل ہے اس طرح جموں و کشمیر کی ریاست نہ صرف "پاکستان کے اندر "ک" کی جگہ لئے ہوئے بلکہ یہ دین اسلام کے رشتہ میں پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ جزو لانیفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی تاریخ، ان کے مشاہیر، ان کی روایات و عبادات، رسوم عادات ایک ہیں اس لیے ان کی سیاسی وحدت بھی ایک ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔

جغرافیائی حیثیت میں کشمیر پاکستان سے ملحق ہے ریاست کی ۹۰۲ سو کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے۔ کشمیر کے بارہ راستے برعظیم میں کھلتے تھے ان میں سے ۱۱ راستے پاکستان کی طرف آتے ہیں اور یہی کشمیر کی تجارتی شاہراہیں ہیں یہ راستے ریاست کو پاکستان سے جوڑتے اور ہندوستان سے توڑتے ہیں۔

یہ علاقہ سینکڑوں سال سے اسلامی دنیا کا حصہ رہا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن نے یہاں کے لوگوں پر نہایت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ ۳ اطراف سے پاکستان سے گھرا ہوا ہے وہ راستے جو اسے باہر کی دنیا سے ملاتے ہیں وہ آسان ترین پاکستان سے ہی ہو کر گزرتے ہیں۔ ریاست کی تجارت ہمیشہ ان علاقوں سے رہی ہے جو آج پاکستان ہے اس کے دریا بھی پاکستان کی طرف بہتے ہیں۔ جب فطرت کا رخ پاکستان کی طرف ہے تو کشمیریوں کا رخ تو پاکستان کی طرف ہونا فطری ضرورت ہے۔

ریاست کی سب سے بڑی جماعت مسلم کانفرنس نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو "الحاق پاکستان" کی قرارداد منظور کر کے سیاسی اعتبار سے بھی پاکستان میں شمولیت کی تصدیق کر دی۔ اب ہندوستان کے پاس اخلاقی اور قانونی اعتبار سے کوئی جواز نہیں تھا۔ ہندوستان نے انصاف کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اور الحاق کے جغرافیائی اور مذہبی اصولوں کو پس پشت ڈال کر جوناگڑھ اور حیدر آباد کا رستہ اختیار کیا۔ لیکن یہ تر نوالہ نہیں تھا اسے نگلنے میں بھی

Marfat.com

اور ہضم کرنے میں بھی مسرور کا سامنا ہے۔

ریاست کے غیور مسلمانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں علم جہاد بلند کیا۔ سرحد سے افغان بھائی بھی مدد کو پہنچے اور مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت کو معطل کر دیا۔ مہاراجہ سرینگر سے بھاگ کر جموں پہنچا اور ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء الحاق بھارت کے پروانہ پر دستخط کر کے سیاسی موت مر گیا حالانکہ مجاہدین ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد حکومت کی بنیاد رکھ چکے تھے۔" بھارت کشمیر کو تر نوالہ سمجھتا تھا لیکن اس کے اندازے غلط ثابت ہوئے کشمیری حریت پسندوں نے ڈوگرہ فوج کو ناکوں چنے چبائے اور وہ دُم دبا کر بھاگ نکلے۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جنجال پل (پلندری) آزاد حکومت قائم کر لی۔" (مینار پاکستان صفحہ ۱۶)

قائد اعظم نے فرمایا کہ ریاست پاکستان کی شہ رگ ہے اور کوئی قوم اپنی شاہ رگ دشمن کے ہاتھ میں دے کر آزادی کا دم نہیں لے سکتی۔ آپ نے اس شہ رگ کی آزادی کے لیے فرمایا کہ کشمیر میری جیب میں ہے آپ ہندوؤں کے ذہن سے واقف تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو برعظیم میں باعزت مقام دینے کے لیے ہندو سے ہر حربہ آزمایا لیکن آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندو ذہن سے تعصب نکالنا ناممکن ہے۔ تمام حربے آزمانے کے بعد آپ نے برعظیم کی تقسیم کا حربہ آزمایا اور اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔

آپ جانتے تھے کہ ہندوستان ریاست پر حملہ کرے گا۔ آپ نے ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان افواج کے کمانڈر انچیف سر ڈگلس گریسی کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ جموں پر قبضہ کرے اور چند دستے سری نگر، بارہ مولا اور جموں اور میرپور پر قبضہ کی غرض سے روانہ کرے جنرل گریسی پہلے تو لیت و لعل سے کام لیتا رہا اور جب اس نے قائد اعظم کا اٹل فیصلہ سنا تو اس نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اس نے لارڈ مونٹ بیٹن سے رابطہ قائم کیا اور اسے قائد اعظم کے حکم سے آگاہ کیا۔ گورنر جنرل ہند نے فیلڈ مارشل آکنلک کو پاکستان بھیجا اس نے قائد اعظم سے ملاقات کی اور برٹش افسروں کو واپس بلانے کی دھمکی دی۔

۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کیے اور بھارت نے بلا تاخیر فوجیں کشمیر میں داخل کر دیں ان کا مقابلہ ریاست کے غیور مسلمانوں نے

Marfat.com

کیا۔ پونچھ میں سردار محمد عبد القیوم، سردار محمد ابراہیم، کرنل خان محمد، حسین خان شہید، کرنل شیر احمد خاں، مولانا غلام حیدر خاں، میجر محمد ایوب وغیرہ نے رضاکارانِ حریت کی قیادت کی۔ اور اس جہاد میں پونچھ کے ہر گھر نے حصہ لیا۔ اسی طرح مظفر آباد سے راجہ محمد حیدر خاں، راجہ ہدایت خاں، خواجہ غلام نبی زرگر، صوفی فقیر محمد شجاع، میجر قدرت اللہ، خواجہ عثمانی جو منشی علی گوہر وغیرہ نے رضاکارانِ حریت کی قیادت کی اور جنگِ آزادی میں ہر خاندان نے جانی و مالی قربانی دی۔ میرپور اور کوٹلی سے سردار فتح محمد کھریلوی، غازی الٰہی بخش، راجہ محمد افضل خاں، راجہ بڈھا خاں، راجہ حبیب الرحمٰن، ایم۔ زیڈ کیانی، کرنل محمود دھتروجی، کپتان نتھہ خاں سہنسہ، جسٹس رحیم داد، سردار بارو خاں، راجہ سخی دلیر، دوست محمد دوسہ، عنایت اللہ حیدری بڑھنگ نے مجاہدین کی قیادت کی اور سب مسلمانوں نے بھرپور تعاون کیا۔

مئی ۱۹۴۸ء میں جب لڑائی پاکستان کی سرحدوں تک پہنچ گئی تو پاکستان کی افواج کو بھی جنگ میں اترنا پڑا۔ بھارت نے جب دیکھا کہ مجاہدین کمر توڑ حملے کر رہے ہیں اور وہ کسی وقت بھی بھارتی افواج کو جموں و کشمیر سے نکال سکتے ہیں تو وہ یہ مسئلہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو سلامتی کونسل میں پیش کر دیا۔ ۶ جنوری ۱۹۴۸ء میں سلامتی کونسل کے سامنے ایک قرارداد پیش ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ دونوں ملک فوجیں ہٹالیں۔ مہاجرین کو ان کے گھروں میں آباد کیا جائے اور رائے شماری سے وہ فیصلہ کریں کہ وہ کس ملک سے الحاق چاہتے ہیں۔

۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادوں میں سلامتی کونسل نے جنگ بندی اور آزادانہ استصواب رائے کی تجاویز منظور کیں جنھیں دونوں حکومتوں نے منظور کیا اور جنگ بند ہوگئی۔

قائداعظمؒ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ بانی پاکستان کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کراتے۔ حالانکہ وہ حصول پاکستان کے بعد کشمیر کو اپنی جیب میں سمجھتے تھے قائداعظم یہ بات کبھی نہ کہتے اگر اس کا ٹھوس حل ان کے پیش نظر نہ ہوتا۔

ریاست کا الحاق پاکستان سے ناگزیر ہے۔ کشمیریوں نے یہ خواب کبھی نہیں دیکھا کہ پاکستان سے الحاق کے بعد کشمیر میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں لیکن اس کے باوجود

Marfat.com

کشمیریوں کی اکثریت پاکستان سے الحاق کو ترجیح دیگی۔ کشمیر کے تمام بڑے بڑے دریاؤں کا رخ پاکستان کی طرف ہے دونوں بڑی شاہراہیں جنھیں کشمیر کی شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے پاکستان کی طرف جاتی ہیں۔ سردیوں کے پورے ۴ ماہ درہ بانہال برف سے اٹ جاتا ہے اور اس عرصے میں وادی کشمیر بیرونی دنیا سے بالکل کٹ جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس پاکستان سے ملحق سڑکیں سارا سال کھلی رہتی ہیں۔ (آئینہ کشمیر صہ ۴۱۶)

سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے کشمیر کمیشن بھیجا جو ۶ جولائی ۱۹۴۸ء کو کراچی پہنچا۔ اس نے کشمیر کے لئے ایک متحدہ وزارت بنانے کی سازش کی۔ جسے ہندوستان نے نامنظور کیا۔ اور ہندوستان نے کشمیر سے فوجیں نکالنے سے بھی انکار کر دیا جولائی ۱۹۴۹ء میں خط متارکہ جنگ پر حکومت ہند و پاکستان کا اتفاق ہو گیا۔

سلامتی کونسل اس مسئلہ کے حل کے لیے ۱۹۴۹ء کو جنرل میکنائن اور ۱۹۵۰ء میں ڈاکٹر گراہم کو بھیجا تاکہ رائے شماری کے انتظامات کئے جائیں۔ لیکن بھارت ہمیشہ ٹالتا رہا۔ ۱۹۵۳ء میں دونوں وزرائے اعظم کی ملاقاتیں ہوئیں اور اس مسئلے کو باہمی گفت و شنید کے ذریعے طے کرنے کے عزم کا اظہار کیا گیا مگر مارچ ۱۹۵۶ء میں بھارت نے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہنا شروع کر دیا۔

۱۹۶۵ء میں کشمیریوں نے ایک بار پھر اپنا حق خود اختیاری حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا۔ بھارت نے نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے علاقے لاہور، سیالکوٹ اور راجستھان پر چڑھائی کر کے بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی کی۔ پاکستان نے اپنے علاقے کی حفاظت میں بھارت کی فوجوں کو عبرت ناک سبق سکھایا۔ ادارہ اقوام متحدہ بھی حرکت میں آگیا۔ جنگ بند ہو گئی۔ اور روسی وزیر اعظم کی دعوت پر صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور وزیر اعظم بھارت مسٹر لال بہادر شاستری کے تاشقند میں مذاکرات ہوئے اور اس بات پر اتفاق ہوا کہ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور پرامن طریقوں سے حل کیا جائے گا۔

۱۹۷۱ء کو آنجہانی اندرا گاندھی نے مسئلہ کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لئے مشرقی

Marfat.com

پاکستان پر حملہ کر دیا اور پاکستان کا ایک بازو کاٹ کر بنگلہ دیش بنا دیا۔ دونوں حکومتوں کے مابین شملہ معاہدہ ہوا جس میں جموں وکشمیر کی عارضی سرحدوں کو کنٹرول لائن کا نام دیا گیا۔ اتنی جنگوں کے باوجود ابھی تک کشمیر کا فیصلہ مستقبل کا منتظر ہے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے سید ابوالاعلیٰ مودودی یوں رقمطراز ہیں :

"نہ روس کی طرف سے آپ کو کوئی مدد ملنی ہے نہ امریکہ کی طرف سے نہ برطانیہ کی طرف سے اور نہ اقوامِ متحدہ کی طرف سے، ہر طرف سے نظریں ہٹا کر ایک خدا کے بن جائیے اور خدا کے بھروسے پر اپنے دستِ بازو سے اس مسئلے کو حل کرانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں یہی آخری اور صحیح راستہ ہے۔"

(مسئلہ کشمیر صد ۱۰۲)

Marfat.com

باب ۱۳

ریاست جموّں وکشمیر

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شمال میں جموّں وکشمیر کی ریاست ہے اس ریاست کا کل رقبہ ۲۱۶۲۴۶ مربع کلومیٹر ہے اس ریاست کے شمال میں چین کا صوبہ سنکیانگ ہے۔ مغرب میں افغانستان اور اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ افغانستان میں روس کی آمد کی وجہ سے اب شمال مغرب میں روس واقع ہے۔ جنوب میں پاکستان اور بھارت ہے اور مشرق میں چینی تبت واقع ہے۔

اگست ۱۹۴۷ء کو برعظیم دو مملکتوں بھارت اور پاکستان میں تقسیم ہوا۔ اس وقت برعظیم میں ۵۶۲ ریاستیں تھیں جنھیں الحاق کے لیے ریاست کے عوام کی مرضی اور دونوں مملکتوں سے قریب ترین کا انتخاب کرنا تھا۔

ریاست جموّں وکشمیر کے عوام ۸۰ فیصد مسلمان تھے اور پاکستان قریب ترین ہونے کی وجہ سے الحاق کی تمام شرائط پوری کرتا تھا لیکن ریاست کے مسلمانوں کی شومئ قسمت کہ ریاست کا حکمران مہاراجہ ڈوگرہ ہندو تھا وہ ریاست کو بھارت میں ضم کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ریاست میں دو بڑی سیاسی جماعتیں تھیں مسلم کانفرنس کی باگ ڈور جناب چوہدری غلام عباس کے ہاتھ میں تھی اور نیشنل کانفرنس جناب شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھ میں تھی مسلم کانفرنس، مسلم لیگ کی طرح مسلمانوں کی نمائندگی کرتی تھی۔ اور نیشنل کانفرنس، کانگرس کی طرح متحدہ قومیت کی حامی تھی وہ ریاست کو الگ رکھنا چاہتی تھی حالانکہ ریاستوں کے ادغام میں بھارت یا پاکستان کا الحاق ضروری قرار دیا گیا تھا۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو مسلم کانفرنس نے ایک قرارداد

Marfat.com

نقشہ ریاست جموں و کشمیر

Marfat.com

کے ذریعے" الحاق پاکستان" کا اعلان کیا۔ کیونکہ یہ مسلم اکثریت کی ریاست تھی اور مسلم کانفرنس ان کی جماعت تھی۔ اس لحاظ سے یہ اعلان ریاست کے مسلمانوں کا تھا جلد ہی یہ مطالبہ ریاست کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا اور بازاروں، ڈھیانوں، پہاڑوں، میدانوں اور جنگلوں میں "کشمیر بنے گا پاکستان" کی صدا گونج اٹھی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا۔ ریاست کے مسلمانوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ" الحاق پاکستان" منایا۔ سری نگر کی جامع مسجد میں میر واعظ محمد یوسف کی صدارت میں ایک لاکھ کشمیری مسلمانوں نے الحاق پاکستان کے مطالبہ کو دہرایا۔ ۲۷ اگست ۱۹۴۷ء کو ڈوگرہ راجہ نے " ریاست جموں کی نون" کا پاکستان سے معاہدہ کر لیا۔ اور پاکستان نے ریاست کے ڈاک و تار کا انتظام سنبھال لیا۔ لیکن بھارت نے ایسا معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

مہاراجے نے پاکستان سے عبوری معاہدہ کیا اور دوسری طرف ریاست کے مسلمانوں کو نہتا کرنا شروع کیا۔ مسلمان مہاراجہ کی نیت کو بھانپ گئے۔ پونچھ، میرپور، کوٹلی اور مظفرآباد کے غیور مسلمان مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد جموں و کشمیر حکومت بنا رکھی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے الحاق بھارت کا مراسلہ حاصل کر کے بھارتی فوجوں کو کشمیر میں اتار دیا۔

۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو نیشنل کانفرنس نے شیخ محمد عبداللہ کی سربراہی میں مہاراجہ ہری سنگھ کے زیر سایہ اور وزیر اعظم مہر چند مہاجن کی نگرانی میں حکومت کا انتظام سنبھال لیا اور مسلم کانفرنس کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ اس ریاست کو ۳ حصوں میں تقسیم ہو گی:

۱۔ مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر

۲۔ آزاد ریاست جموں و کشمیر

۳۔ آزاد گلگت بلتستان

مقبوضہ کشمیر کا کل رقبہ ۱۲۹۳۱۳ مربع کلومیٹر ہے اور اس میں لداخ اور کرگل کا مقبوضہ علاقوں کا ۸۶۲۳۷ مربع کلومیٹر ہے۔

آزاد کشمیر کا کل رقبہ ۱۰۶۰۹ مربع کلومیٹر ہے۔ گلگت اور بلتستان علاقہ جات

شمالی کا رقبہ ۷۲۳۲۳ مربع کلو میٹر ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کی کل آبادی ۹۹ لاکھ افراد ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی آبادی ۶۰ لاکھ افراد ہے۔ آزاد کشمیر کی آبادی ۲۲ لاکھ افراد ہے۔ گلگت بلتستان ۷ لاکھ اور پاکستان میں مقیم مہاجرین کی آبادی ۱۰ لاکھ افراد ہے۔

باشندے مضبوط اور محنتی ہیں۔ اکثر خوش شکل اور سفید رنگ کے ہیں ان میں سے ۷۵ فیصد باشندے کھیتی باڑی کرتے ہیں اور باقی ۲۵ فیصد صنعت و حرفت اور ملازمت کے پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں ریاست کی ۸۰ فیصد آبادی مسلم ہے اور باقی مختلف مذاہب سے تعلق رکھتی ہے۔

سطح :

ریاست کا تقریباً علاقہ پہاڑی ہے۔ جموں کے کچھ علاقے جموں، میرپور اور کٹھوعہ کے اضلاع کا کچھ حصہ میدانی ہے باقی اضلاع پہاڑی ہیں ان میں چھوٹی چھوٹی وادیاں اپنی خوبصورتی میں لاجواب ہیں۔

کوہ ہمالہ کے بڑے سلسلے میں وادئ کشمیر ۱۴۴ کلو میٹر لمبی اور ۴۴ کلو میٹر چوڑی حسین ترین وادی ہے جسے جنت نظیر کہا جاتا ہے۔ یہ ریاست کا دل ہے۔ اور اسی نسبت سے یہ شعر ریاست پر صادق آتا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یہ سطح سمندر سے ۵ ہزار فٹ بلند ہے اور تقریباً علاقہ پہاڑی ہے کہیں کہیں چھوٹی حسین وادیاں ہیں۔ اس میں مظفر آباد اور بارہ مولا کے ضلعے بھی شامل ہیں۔ پہاڑوں میں گھنے جنگلات ہیں۔ آزاد کشمیر میں گنگا چوٹی، کافرکھن، حاجی پیر، پیر گھنٹی رتی گلی کی چوٹیاں مشہور ہیں۔

کوہ ہمالہ کے سلسلہ کوہ قراقرم اور کوہ ہندوکش میں لداخ اور گلگت کے دو صوبے آتے ہیں اس علاقہ میں بلند یخ بستہ میدان ہیں۔ اس کی سطح مرتفع ہے۔ بارش بہت کم ہوتی ہے پہاڑ اکثر گنجے ہیں۔ پیر پنجال، نانگا پربت، راکاپوشی، گاڈون آسٹن اور

Marfat.com

قراقرم کی مشہور چوٹیاں ہیں ۔

آب و ہوا

جموں کے وہ علاقے جو پنجاب کے قریب ہیں وہاں سال میں پانچ موسم گرمی، سردی، برسات، بہار اور خزاں ہوتے ہیں۔ جو علاقے پیر پنجال کے قریب ہیں وہاں موسم سرما میں برف پڑتی ہے اور آب و ہوا سرد ہوتی ہے ۔

صوبہ کشمیر میں سردی زیادہ پڑتی ہے۔ موسم سرما کا موسم لمبا ہوتا ہے، پہاڑوں پر برف پڑتی ہے جھیلوں اور چشموں کا پانی جم جاتا ہے ان علاقوں میں موسم گرما بڑا خوشگوار ہوتا ہے باغ و بَن پھولوں سے اٹے جاتے ہیں۔ جنگلات وافر ہونے کی وجہ سے بارشیں بھی خوب ہوتی ہیں ۔

صوبہ لداخ میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہوتی ہے۔ پہاڑوں پر برف گرتی ہے۔ صوبہ گلگت کی آب و ہوا لداخ کے نسبت خوش گوار ہے بارش کم ہوتی ہے اور کہیں کہیں تھوڑی برف بھی گرتی ہے ۔

پیداوار

ریاست کی پیداوار میں سب سے اہم فصل زعفران ہے یہ کشمیر کے بیس پچیس دیہاتوں میں کاشت ہوتا ہے اس کی مجموعی پیداوار دو تین ہزار من ہے اور یہ ہزاروں روپے کلو کے حساب سے بکتا ہے ۔

گندم، مکئی، چاول اور دالیں کاشت ہوتی ہیں۔ جھیل ڈل کے سنگھاڑے کی خوب فصل ہوتی ہے اس سے ہزاروں روپے ٹیکس وصول ہوتا ہے ۔

شہتوت کے درختوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔ ایک صدی سے ریشم کا دھاگہ مشین کے ذریعے تیار کرنے کی صنعت قائم ہے۔ اس سے تقریباً ۴ لاکھ پونڈ ریشمی دھاگہ تیار ہوتا تھا۔

Marfat.com

کشمیر کی صنعت کا دارومدار غیر زرعی پیداوار پر ہے۔ یہاں اخروٹ کی لکڑی سے کا کام میں کاریگر اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ بھیڑ بکریاں پائی جاتی ہیں اور عمدہ سے عمدہ اون حاصل کی جاتی ہے۔ گبہ سازی، نمدہ سازی اور قالین بافی ایران سے بھی بہتر ہوتی ہے۔ پیپر ماشی تو کشمیر سے ہی مخصوص ہے ؛

Marfat.com

قائد کشمیر

Marfat.com

باب ۱۴

قائدِ کشمیر

چوہدری غلام عباس ۱۹۰۴ء میں جموں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں مشن ہائی سکول جموں میں داخل ہوئے۔ آپ بچپن سے ہی ایک ہونہار طالب علم تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جموں سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

والدین کے سب سے بڑی اولاد ہونے کی وجہ سے آپ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ آپ کے ماموں قاضی اسداللہ خاں کے ہاں اس وقت نرینہ اولاد نہ تھی وہ جموں کے ایک ممتاز وکیل تھے۔ انہوں نے چودھری صاحب کو والدین سے لے کر اپنی شفقت میں لے لیا۔

پرنس ویلز کالج جموں میں ۱۹۲۰ء میں داخلہ لیا۔ یہاں سے ایف اے اور بی اے کے امتحانات پاس کئے اور قانون کی تعلیم کے لیے لاہور چلے آئے۔ لا کالج لاہور سے ۱۹۳۰ء میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔

چوہدری غلام عباس طالب علمی کے زمانہ میں ہی کشمیر کی سیاست کو اپنا لیا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں کالج کے چند نوجوانوں نے "ینگ مینز ایسوسی ایشن" کو دوبارہ زندہ کیا۔ آپ بھی ان نوجوانوں میں شامل تھے۔ نوجوانوں نے اس ایسوسی ایشن کے استحکام و دوام کے لیے حلف اٹھایا۔ چوہدری غلام عباس کی عملی سیاسی زندگی کا آغاز ینگ مینز ایسوسی سے ہی ہوا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ لیکن حقیقتاً اس ساعت سے میری آئندہ سیاسی زندگی کا غیر ارادی طور پر آغاز ہو گیا۔ اس کے بعد اس وادیٔ پُرخار میں وہ رنج اٹھائے ہیں۔ کہ جی جانتا ہے۔" (ہفت روزہ نصرت لاہور)

Marfat.com

۱۹۲۵ء میں بی اے کا امتحان پاس کرنے کے ساتھ ہی آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ لاہ ممبر کا خفیہ کلرک مقرر ہو کر سری نگر چلے گئے ان دنوں ڈوگرہ حکومت میں معمولی اسامی بھی مسلمانوں کے لیے حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا وہاں آپ غلامانہ زندگی سے سمجھوتہ نہ کر پائے اور ملازمت ترک کر دی اور واپس جموں چلے آئے یہاں آپ اسلامیہ سکول میں ملازم ہوگئے۔ اور ایک سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۲۸ء میں لا کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو جموں جیل میں توہین قرآن کا واقعہ پیش آیا اس خبر سے جموں و کشمیر کے مسلمانوں میں غیض و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ جلسے جلوس منعقد ہوئے مسلمان لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح چوہدری غلام عباس بھی پابند سلاسل ہوگئے یہ ان کی پہلی اسیری تھی۔

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو سرینگر میں ڈوگرہ حکومت کے ظلم و ستم کا ۱۹ مسلمان شکار ہوئے ڈوگرہ حکومت نے آپ کو شیخ عبداللہ اور دوسرے مسلم لیڈروں کے ساتھ سری نگر میں گرفتار کر لیا۔ ڈوگرہ حکومت نے انگریزوں کے مشورے سے سر گلینسی کمشن مقرر کیا تو آپ مسلمانوں کی طرف سے ایک نمائندہ تھے۔

۱۹۳۲ء میں آپ نے شیخ محمد عبداللہ سے مل کر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی جس کے پہلے صدر شیخ محمد عبداللہ اور جنرل سیکرٹری آپ مقرر ہوئے جماعت کے پروگرام میں ذمہ دار حکومت کا قیام، سرکاری ملازمتوں میں مسلم آبادی کے تناسب سے کوٹہ اور سماجی و تعلیمی میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کو دور کرنا شامل تھا اس جماعت نے ریاست میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

۱۹۳۵ء میں چودھری غلام عباس مسلم کانفرنس کے صدر بنے۔ جب آپ مسلم کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے سرینگر آئے تو ایک شاندار دریائی جلوس نکال کر سری نگر کے مسلمانوں نے آپ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس اس شان و شوکت سے منعقد ہوا کہ ڈوگرہ حکومت نے بھی آپ کے حسن تدبر اور اعلیٰ انتظام کا اعتراف کیا۔

Marfat.com

۱۹۳۹ء میں شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس کا نام دیا۔ شیخ محمد عبداللہ نے چودھری صاحب کو قائل کرنے کی کوشش کی لیکن آپ اس قدم کو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ خیال کرتے تھے اس لیے آپ نے شمولیت سے انکار کر دیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ نے لاہور میں قرارداد لاہور منظور کی۔ یہ قرارداد، ریاست کے مسلمانوں کا نصب العین بن گیا۔ پاکستان میں "ک" کشمیر کی نمائندگی کرتا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں چودھری غلام عباس نے مسلم کانفرنس کی تنظیم نو کی اور ۱۹۴۲ء میں مسلم کانفرنس کا سالانہ اجلاس جموں میں مولانا ظفر علی خاں کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں چودھری غلام عباس نے برعظیم کے مسلمانوں کے نصب العین سے مسلمانان ریاست کو متعارف کرایا اور برعظیم کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں ریاست کے مسلمان بھی شامل ہو گئے۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۷ء تک مسلم کانفرنس نیشنل کانفرنس کے نیشنلزم کا مقابلہ کرتی رہی۔ ۱۹۴۴ء میں قائد اعظم نے ریاست کا دورہ کیا۔ دونوں جماعتوں نے الگ الگ جلسے منعقد کیے۔

"قائد اعظم نے مسلم کانفرنس کے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کا خدا ایک، رسولؐ ایک، کتاب ایک، کلمہ ایک، کعبہ ایک تو جماعت بھی ایک ہونی چاہیے تاکہ آپ منزل کو پا سکیں"۔

۱۹۴۶ء میں مسلم کانفرنس نے آپ کی صدارت میں "آزاد ریاست جموں و کشمیر" کی تاریخی قرارداد منظور کی۔ اسی سالانہ اجلاس میں آپ کو آپ کے چند ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد ریاست جموں و کشمیر کی حکومت کی بنیاد ڈالی گئی اس وقت چودھری صاحب جیل میں تھے۔ یکم مارچ ۱۹۴۸ء کو جموں جیل سے رہا کر کے پاکستان بھیجا گیا۔ یہاں آ کر آپ نے مسلم کانفرنس کی صدارت سنبھالی۔ اور آزاد حکومت کے نگران اعلیٰ مقرر ہوئے۔

مئی ۱۹۵۰ء میں سردار محمد ابراہیم کی جگہ کرنل سید علی احمد شاہ آزاد کشمیر کے صدر بنے تو مسلم کانفرنس میں اختلافات پیدا ہو گیا۔ مسلم کانفرنس دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئی ایک

Marfat.com

ایک دھڑے کے لیڈر سردار محمد ابراہیم خاں بن گئے۔ سردار محمد ابراہیم تحریک آزاد کشمیر کے ایک فعال کردار ادا کر چکے تھے۔

۱۹۵۱ء میں چوہدری غلام عباس حکومت پاکستان کے ساتھ بعض اختلافات کی وجہ سے نگران اعلیٰ کے عہدہ سے الگ ہو گئے اور مسلم کانفرنس کی صدارت سے بھی الگ ہو کر سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ ۱۹۵۲ء میں مسلم کانفرنس نے آپ سے قیادت سنبھالنے کی درخواست کی اور آپ دوبارہ سیاست میں آ گئے۔

۶ ستمبر ۱۹۵۶ء کو مسلم کانفرنس کے متحدہ کنونشن مظفر آباد میں منعقد ہوا۔ اس میں مسلم کانفرنس کی حکومت کا اعلان کیا گیا اور سردار محمد عبدالقیوم خان آزاد حکومت جموں وکشمیر کے صدر بنے۔ ۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء کو سہروردی حکومت نے صدر آزاد کشمیر حکومت کو کابینہ میں رد و بدل کے لیے مجبور کیا۔ سردار صاحب کے انکار پر مسلم کانفرنس کی حکومت ٹوٹ گئی۔ سردار محمد ابراہیم نے حکومت اور جماعت دونوں کی صدارت سنبھال لی۔

جون ۱۹۵۸ء میں چودھری غلام عباس نے اپنی تاریخی تحریک "تحریک آزادی کشمیر" شروع کی اور ۲۸ جون ۱۹۵۸ء کو جنگ بندی لائن کو عبور کرنے کا اعلان کر دیا۔ حکومت پاکستان نے ۲۷ جون ۱۹۵۸ء کو آپ کو گرفتار کر لیا۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مارشل لار کے نفاذ سے محمد ایوب خاں برسر اقتدار آئے۔ انہوں نے تحریک آزادی کشمیر کے رضاکاروں کو رہا کر دیا۔

سردار ابراہیم کے بعد مسٹر کے۔ ایچ خورشید ۲۹ اپریل ۱۹۵۹ء کو آزاد حکومت کے صدر بنے۔ پاکستان میں بنیادی جمہوریتوں کا نظام نافذ کرنے کی غرض سے اس کی ابتداء آزاد حکومت سے کی گئی۔ اس نظام میں کے۔ ایچ خورشید دوبارہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں صدر بن گئے۔ چوہدری صاحب نے ریاست میں اس نظام کی مخالفت کی۔

۱۹۶۲ء میں بھارت نے چین کے ہاتھوں نے شکست کھائی۔ کشمیر کے تنازعہ پر پاک بھارت مذاکرات شروع ہوئے یہ افواہ عام تھی کہ جموں وکشمیر کو تقسیم کیا جا رہا ہے چوہدری صاحب نے ۱۹۶۳ء میں لاہور میں "آل پارٹیز کشمیر کانفرنس" طلب کی اس میں جموں وکشمیر

Marfat.com

کے خلاف ایک قرار داد منظور کر کے کشمیر کمیٹی بنائی جس کے چیئرمین چوہدری صاحب اور اراکین خواجہ ناظم الدین، مسٹر سہروردی، مولانا مودودی اور چوہدری محمد علی تھے۔

ایوب خاں حکومت نے ۵ اگست ۱۹٦۵ کو کے۔ ایچ خورشید کو صدارت سے ہٹا کر جسٹس عبدالحمید خاں کو صدر بنایا تو چوہدری صاحب نے اس طریقہ کار کی مخالفت کی۔ ایکٹ ۱۹٦۴، جس میں سارے اختیارات وزارت امور کشمیر کو سونپ دیئے گئے تھے چوہدری صاحب نے ۲۴ اکتوبر ۱۹٦۴ء میں مظفر آباد میں اس ایکٹ کے خلاف زبردست تقریر کی اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب صدر کا مطالبہ کیا۔

۱۹٦۵ء میں آپ معدہ کے سرطان میں مبتلا ہو گئے۔ اگست ۱۹٦۵ء میں لاہور میں اپریشن ہوا اور آپ صحت یاب ہو گئے۔ ۱۹٦٦ء میں میرپور میں آخری تقریر کی اور سردار محمد عبدالقیوم خاں کو مسلم کانفرنس کا مخلص رہنما قرار دیا اور ان سے تعاون کا حاضرین نے وعدہ لیا۔

۱۹٦۷ء میں دوبارہ سرطان کا مرض عود کر آیا۔ ۱۸ دسمبر ۱۹٦۷ء کو اپنے خالق حقیقی جا ملے۔ انا للہ و انا علیہ راجعون ۔ ۱۹ دسمبر ۱۹٦۷ء میں لیاقت باغ میں میرواعظ محمد یوسف شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور فیض آباد راولپنڈی انجمن فیض الاسلام راولپنڈی کی عطیہ دی ہوئی ۴ کنال اراضی میں سپرد خاک کئے گئے۔

نرگس ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شہید ملت لیاقت علی خان نے ۲۲ جون ۱۹۴۹ء کو ترارکھل کے جلسہ عام میں چوہدری غلام عباس کے بارے میں فرمایا "آپ کو چوہدری غلام عباس ایسا دیانت دار اور مخلص ایثار پیشہ میسر ہے۔ آپ ان کی قیادت اور آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پرچم تلے متحد ہو جائیں۔" نومبر ۱۹۵۱ء میں آزاد کشمیر کابینہ نے آپ کو سرکاری طور پر "قائد کشمیر" کا خطاب دیا۔

Marfat.com

کتابیات

۱۔ مشاہیر کشمیر	محمد الدین فوق	ظفر برادرس لاہور ۱۹۳۰
۲۔ تاریخ اقوام کشمیر (جلد سوم)	محمد عبداللہ قریشی محمد الدین فوق	〃 〃 〃
۳۔ آتش چنار	حبیب کیفوی	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور
۴۔ فغانِ کشمیر	جلیس	ہمدرد الیکٹرک پریس راولپنڈی ۱۹۵۳
۵۔ آزاد کشمیر	پنڈت پریم ناتھ بزاز	فیروز سنز لاہور ۱۹۵۲
۶۔ کشمیر چھوڑ دو	جی۔ ایم صادق	سنگم پبلشرز لمیٹڈ لاہور
۷۔ جہادِ کشمیر	محمد امین طارق قاسمی	تیمری کتب خانہ لاہور
۸۔ زرِ گل	تابش صدیقی	مجلس شاہ حسین لاہور
۹۔ سیف کشمیر	مجاہد	اشاعت ادب لاہور ۱۹۵۶
۱۰۔ سیاحت کشمیر	پیر غلام دستگیر نامی	مکتبہ دین و دنیا لاہور ۱۹۵۸
۱۱۔ ایران کبیر و ایران صغیر	م۔ ع۔ سلام	آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہو
۱۲۔ وقت کی پکار	ملک حیدر علی	ملک حیدر علی خاں کوٹلی ضلع میرپور
۱۳۔ کشمیر اور جوناگڑھ کی کہانی	رئیس احمد جعفری	کتاب منزل لاہور ۱۹۶۰
۱۴۔ کشمیر ہمارا ہے	میر غلام احمد کشفی	دین محمد پریس ۱۹۶۵
۱۵۔ کشمکش	چوہدری غلام عباس	اردو اکیڈمی لوہاری دروازہ لاہور
۱۶۔ کشمیر کی تحریک آزادی	سید عبدالعزیز	پاکستان پبلشرز لاہور
۱۷۔ کشمیر پا بہ زنجیر	عزیز بیگ	مکتبہ کارواں لاہور مئی ۱۹۵۸
۱۸۔ خوننابہ کشمیر	فضل احمد صدیقی	ادارہ ادب کراچی ۳ے

Marfat.com

۱۹- شیر کشمیر	کلیم اختر	سندھ ساگر اکادمی لاہور ۸
۲۰- کشمیر اداس ہے	محمود ہاشمی	قومی کتب خانہ لاہور
۲۱- کشمیر بنے گا پاکستان	سردار محمد عبدالقیوم خاں	انفوٹیک پبلشرز اپر مال لاہور
۲۲- مسئلہ کشمیر	ممتاز احمد نظرثانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	المحراب سمن آباد لاہور ۱۹۷۰ء
۲۳- گلگت اور شنا زبان	ڈاکٹر ناموس	اردو اکادمی بہاولپور ۱۹۶۱ء
۲۴- تحریک آزادی کشمیر	عبدالصمد وانی	پرویز برادرز اردو بازار راولپنڈی
۲۵- مجاہدین کشمیر	محمد یوسف	مکتبہ صبا میکلوڈ روڈ لاہور
۲۶- ہفت روزہ نصرت کشمیر نمبر فروری ۱۹۶۰	حنیف رامے	لاہور
۲۷- ہفت روزہ کشمیر	عبدالصمد وانی	راولپنڈی/مظفر آباد
۲۸- مینار پاکستان	ایم نذیر احمد تشنہ	گلوب پبلشرز اردو بازار لاہور
۲۹- تدریس مطالعہ پاکستان	" " "	" " " "
۳۰- آئینہ کشمیر	محمد عبداللہ قریشی	آئینہ ادب چوک انارکلی لاہور
۳۱- تحریکات ملی	—	مجلہ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی
۳۲- خونی لکیر	چوہدری محمد شریف طارق	ویری ناگ بک ہاؤس میرپور
۳۳- ریشیات	نگران محمد یوسف ٹینگ	شیخ العالم شش صد سالہ تقریبات کمیٹی سری نگر ۱۹۷۸ء
۳۴- شیرازہ شیر کشمیر نمبر ۱۹۸۳	محمد یوسف ٹینگ	جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر
۳۵- داستان حیات سید میر قاسم	عبدالرحمٰن کوندو	ادارہ ادبیات دلی مئی ۱۹۸۵ء

Marfat.com

36.	Kashmir Plebiscite	Shaikh Izzatullan. Iqbal Company Ltd. Urdu Bazar Lahore.
37.	Kashmir Fight For Freedom.	Muhammad Yusuf Saraf Ferozsons Ltd. Lahore. 1977
38.	Crisis in Kashmir 1947 66	Alastair Lamb. London E.C. 4 Routledge and Kegan Paul Ltd. 1966
39.	Raiders in Kashmir	Mag Gen. Akbar Khan National Book Foundation 1970.
40.	Horneo Moon	Ian Stephens. Chatto and Windus London 1953.
41.	The Wailing Vale	Aziz Beg. Babar & Amer Publications 4.N Gulburg Lahore 1969
42.	Jummoo and Kashmir Territories	F. Drew. Indus Publications Karachi 1980
43.	Free Kashmir.	Amanullah Khan. Central Printing Press Karachi 1970

Marfat.com

Marfat.com

قومی ترانہ
پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پایندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد
پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

Marfat.com

قومی ترانہ
پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد
پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد
پرچمِ ستارہ و ہلال رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

Marfat.com